

مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت

ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

www.KitaboSunnat.com



President & Chief Editor

Kalam Azad

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 4

Half yearly

سیر - 1

ایک ہفتہ وار مضمون

Calcutta: Wednesday, September 27, 1933

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب

عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔

مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق و اجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload)

کی جاتی ہیں۔

دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹوکاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر و اشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

نشر و اشاعت، کتب کی خرید و فروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت

مصنف
ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاںپوری

www.KitaboSunnat.com

ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان

کراچی

سلسلہ مطبوعات آزاد صدی ۲۰

جملہ حقوق محفوظ

مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت
ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

ناشر

ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان

علی گڑھ کالونی - کراچی ۴۱

طابع

المخزن پرنٹرز - پاکستان چوک - کراچی ۱

اشاعت

۱۹۸۹ء

قیمت ۶۰/- روپے

بیلنے کا پتہ

مکتبہ شاہد

علی گڑھ کالونی - کراچی ۴۱

(۲)

مکتبہ رشیدیہ

قاری منزل - مرارہ سٹریٹ - پاکستان چوک

کراچی ۱

بلہ تقریباً

صد سالہ یوم پیدائش

اُمّ الہند مولانا ابوالکلام آزاد علیہ السلام

وطن بانی

دہلی مرحوم (ہندت کا کوچہ)

سَلَامٌ عَلٰی نَجْدٍ، وَمَنْ حَلَّ بِالنَّجْدِ

وطن باری، مدینہ طیبہ

دارم دے گرداں کہ من قبضہ نامی خوش روئے ابرویش کند ہر چندی ز دانش

ولادت باسعادت

ذوالحجہ ۱۳۰۵ مطابق اگست ۱۸۸۸

بقام مکہ معظمہ زواللہ شرفا و کرامت، محلہ قدوہ، متصل باب السلام

یٰۤاَبُو الْاَمْرِ خَیْرِ لِّیْ، لَعَنَ عَلٰی رَیْطِ الْاَعْمٰی، اِیْچھو سچے سچے

وفات حرت آیات

۲ شعبان المعظم ۱۳۸۷ مطابق ۲۲ فروری ۱۹۵۸ بروز ہفتہ

بلہ مقام دہلی (دار الحکومت ہند)

اَلَا نَدِیْنُکَ کَبِیْرٍ، یٰۤاَبُو الْاَمْرِ خَیْرِ لِّیْ، پاپے کیستین

فہرست

۱	دیباچہ
۲	مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت (پہلی نظر)
۳	نیرنگ عالم، کلکتہ
۴	المصباح، کلکتہ
۵	خندنگ نظر، لکھنؤ
۶	ایڈورڈ گزٹ، شاہجہان پور
۷	تحفہ احمدیہ، کلکتہ
۸	احسن الاخبار، کلکتہ
۹	لسان الصدق، کلکتہ :
۱۰	انجمن اصلاح
۱۱	دار الاخبار
۱۲	انجمن ترقی اردو کا پہلا ترجمان
۱۳	پندرہ روزہ بامابنامہ
۱۴	دستور العمل
۱۵	مقاصد شوشل لیفام (۳۱) ترقی نظر (۳۲) ترقی و ترقیر (۳۳)
۱۶	علمی مذاق کی اشاعت (۳۴)
۱۷	مضامین پیر سرسری تبصرہ
۱۸	لسان الصدق کے نئے دور کا آغاز
۱۹	چند خاص موضوعات

- اصلاح خیال — ایک نئے مقصد کا اضافہ
لسان الصدق کی چہار گانہ خصوصیات
لسان الصدق اور تہذیب الاخلاق
لسان الصدق کی اہمیت — معاصر صفات
کا اعتراف
لسان الصدق کے طالع اور مقام اشاعت
قیمت
لسان الصدق کے لکھنے والے
لسان الصدق میں ایڈیٹر کا تحریری حصہ
لسان الصدق — ایڈیٹر کے بعض کمالات کا مظہر
ایک تاریخی واقعہ
خواجہ لطاف حسین حالی سے مولانا کی ملاقات
لسان الصدق اور اہل مال
آخری نظر
لسان الصدق (ایک نظریں)
لسان الصدق (اشاریہ مضامین)
ریویو (ضمیمہ لسان الصدق)
الندوہ، لکھنؤ
وکیل، امرتسر
وکیل، امرتسر (دورثانی)
دارالسلطنت، کلکتہ

الہلال، کلکتہ :

الہلال کی کامیابیاں

الہلال کی زبان اور اس کے آسائیاں

الہلال کے ادوار اشاعت

الہلال کے ابواب

ادارۃ الہلال

الہلال کی قیمت

الہلال، کلکتہ — روزانہ (ضمیمہ الہلال)

ابلاغ، کلکتہ (اشاریہ مندرجات)

اقدام، کلکتہ

پیغام، کلکتہ :

تحریک خلافت کی خدمات

ہفت روزہ پیغام

پیغام کی مقبولیت

اخبارات کی فنی تقسیم اور پیغام

پیغام کی تاریخی اہمیت

پیغام کے عنوانات

پیغام کے چند مضمون نگار

چند دیگر ضروری معلومات

پیغام کا اسلوب تحریر

پیغام، کلکتہ (فہرست مندرجات)

۱۰۸

مجلتہ الجامعہ، کلکتہ:

۱۰۹

مقاصد مہمۃ الجامعہ

۱۱۰

الجامعہ کی کامیابی

۱۱۱

مولانا یحییٰ آبادی کی تربیت اور الجامعہ کی رہنمائی

۱۱۲

ایک تاریخی و سیاسی، علمی مجلہ

۱۱۳

چند دیگر معلومات و خصائص

۱۱۴

ابواب و عناوین مع فہرست مضامین

۱۱۵

پیام، کلکتہ

۱۱۶

الہلال ۱۹۲۷ء (اشاریہ مندرجات)



دیباچہ

صحافت، مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمات کا بہت بڑا میدان ہے۔ اس میدان میں ان کی بہترین ذہنی و فکری صلاحیتوں کا اظہار ہوا ہے۔ ان کے مطالعہ و فکر کی گہرائیوں کی کیفیات اور مختلف علوم و فنون سے ان کی دل چسپی اور ان میں ان کے علم و بصیرت کا واقعی اندازہ ان کی صحافت سے ہوتا ہے۔

ان کی صحافت ایک آئینہ خانہ ہے، جس کا ہر پہلو اپنے اندر ایک الگ رنگینی اور دل کشی کے مختلف انداز رکھتا ہے۔ ان کی تصنیفات — تذکرہ، جامع الشواہد، مسئلہ خلافت، ترجمان القرآن، غبارِ خاطر، ان کی علمی، ادبی اور مذہبی شخصیت اور ان میدانوں میں ان کے کمالات کے الگ الگ رخ پیش کرتی ہیں۔ لیکن ان کے صحیفہ الہلال کا ایک ایک صفحہ ان کی مختلف الجہات علمی شخصیت اور ان کے ذہنی و فکری کمالات کی داستان بیان کرتا ہے۔ کم از کم الہلال کے جتنے کالم تھے، وہ گویا مولانا آزاد کی علمی، ادبی، مذہبی فنی زندگی کے مختلف پہلو تھے۔ ان کے مطالعے سے مولانا کے تبصرے اور ان کے ذوق و نظر کے نئے نئے گوشے سامنے آتے ہیں، جن کی جلوہ سامانیاں عقل کو مبہوت کر دیتی ہیں۔

مولانا آزاد اور ان کے صحیفہ الہلال کو اگر ہم صحافت کے عام اصول و فن کی کسوٹی پر جانچنے اور پرکھنے کی کوشش کریں گے تو یہ نہ صرف ان کے ساتھ ظلم ہوگا بلکہ یہ اپنے ذوق کے حوالے سے بھی انصاف سے بعید ہوگا اور اس طرح ہم کسی اور کے ذہن پر کوئی اچھا تاثر نہ چھوڑیں گے۔

مولانا آزاد کو الہلال کے مقام صحافت تک پہنچنے میں بارہ سال سے زیادہ تجربات و مجاہدات کی آزمائشوں اور مطالعے اور مشاہدے کی کٹھنائیوں سے گزرنا پڑا تھا۔ ان آزمائشوں سے گزرتے ہوئے انھوں نے پیشہ دارانہ صحافت اور تقلید فن کے مقام کو

بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ الہلال کا آغاز انھوں نے ایک مجتہد فن کی حیثیت سے کیا تھا۔ الہلال کا وجود ہر اعتبار سے اردو صحافت میں ایک انقلاب تھا۔ وہ ایک جامع علوم و فنون صحیفہ تھا اور اپنے ظاہر و باطن اور جسم و روح، ہر اعتبار سے اردو صحافت میں ایک بالکل نئی چیز تھا۔ اس نے نہ صرف صحافت میں بلکہ مذہب میں، تاریخ میں، ادب میں، سیاست میں اپنی راہ خود بنائی، اور اپنا نام اور اپنا مقام پیدا کیا، اور اپنے نام اور اپنے کام کو دوسروں کے لیے بہ طور نمونہ و معیار چھوڑ گیا۔

الہلال کا پہلا پرچہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو نکلا تھا، اور آخری پرچہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء کو شائع ہوا تھا۔ پھر ایک سال کے وقفے کے بعد البلاغ کے نام سے ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء سے نکلتا شروع ہوا، اور ۳ اپریل ۱۹۱۶ء کو بند ہو گیا۔ ۱۹۲۴ء میں اس کا احیا کیا گیا، لیکن اس کے دور میں مولانا آزاد اس پر پوری توجہ نہ دے سکے۔ اس زمانے میں انھوں نے بہت کم لکھا، اور مشوروں اور ہدایتوں سے مولانا عبد الرزاق طلیح آبادی کی رہنمائی فراتے رہے۔ بلاشبہ ۱۹۲۴ء کا الہلال بھی مولانا آزاد کی زندگی کا ایک اہم واقعہ ہے، لیکن مولانا کی صحافیانہ عظمت کا جس چیز پر دار و مدار ہے، جہاں مولانا نے بذاتِ خود کارنامے انجام دیے ہیں اور صحافت، سیاست، ادب، تاریخ، مذہب اور اس کے علوم و معارف کے میدانوں میں اپنی مجتہدانہ نظر و بصیرت کے جھنڈے گاڑے ہیں اور ایک عالم نے جس کی بدولت ان کے فضائل علمی کا اعتراف کیا ہے، وہ ان کی الہلالی صحافت کا دورِ اولین (۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۶ء) ہے۔

مولانا آزاد کی صحافت کا یہ دور صرف دو سال نو ماہ کی مدت پر محیط ہے۔ صحافت کے میدان میں یا ملک کی مذہبی، سیاسی زندگی میں کسی ذہنی و فکری انقلاب کے لیے یہ مدت بہت مختصر ہے۔ لیکن مولانا اس مختصر مدت ہی میں وہ انقلاب برپا کرنے سے فارغ ہو چکے تھے جو دوسرے لوگ قرونوں میں برپا کرتے ہیں۔ یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ الہلال نے یہ کارنامہ اسی مختصر مدت میں کر دکھایا جو ایک طویل عرصے کی جدوجہد کے بعد متوقع ہو سکتا تھا۔

مولانا آزاد کی صحافت، اور اس میدان میں ان کی خدمات کے تذکرے میں بے شمار مقالے لکھے گئے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابھی ایک بھی نہیں لکھا گیا! اس موضوع پر جس دیدہ ریزی، غور و فکر، تحقیق و جامعیت کے ساتھ اس کے اثرات اور انقلابات کے تمام دائروں کا احاطہ کرتے ہوئے کام کیا جانا چاہیے تھا، کہنا چاہیے کہ ابھی اس کا آغاز بھی نہیں ہوا، لیکن کیا اس بات کی توقع ہے کہ آئندہ اس کام کا قرار واقعی حق ادا کرنے کے لیے کوئی اہل علم عازم سفر ہو؟ میں اس معاملے میں کچھ زیادہ پُر امید نہیں!

۱۔ میرا خیال ہے کہ ادیبوں اور افشا پر دازوں کا یہ میدان نہیں۔

۲۔ اصحابِ علم کسی صحیفے یا کسی شخص یا کسی خاص دور کی صحافت کو موضوع تحقیق بنانا، اپنی شان سے بعید خیال فرمائیں گے۔

۳۔ آج کل کے صحافیوں میں ایسے کم ہی لوگ نکلیں گے جو مولانا آزاد کی عبارت کی چند سطریں بھی صحت کے ساتھ پڑھ سکیں۔

۴۔ صحافت کے وہ اصحابِ علم و فن جو جامعات میں داو تدریس دیتے نظر آتے ہیں، ان میں سے بیشتر پاکستان سے، ہندوستان تک، طلبہ سے اپنے علم و فضل کا خرچ وصول کرتے ہیں یا محدود دائروں میں داو تالیف دیتے ہیں۔

۵۔ محققین کی ایک خاص قسم اور بھی ہے۔ یہ قسم یونیورسٹیوں میں مصروف تحقیق نظر آتی ہے، لیکن نہ ان کی فکر میں بلندی، نہ نظر میں گہرائی، نہ عزم میں پختگی، نہ محنت کی عادت، نقطہ نظر ناقص، دائرہ کار محدود اور مقصد صرف ڈگری کا حصول ہوتا ہے۔ وہ تحقیق میں مفروضات سے کام لیتے، اور نتائج تحقیق کو خیال آرائی کی مدد سے مرتب فرماتے ہیں۔

ان حالات میں کیسے امید کی جاسکتی ہے کہ مولانا آزاد کی صحافت، اس کے خصائص و کمالات اور اس کے اثرات و فیضان پر کوئی جامع و معیاری کام اور اعلیٰ تحقیق کا کوئی شاہ کار وجود میں آئے گا۔ لیکن امکان کو ہر حال میں نظر انداز نہیں کر دیا جاسکتا، کوئی کارنامہ کسی وقت بھی انجام دیا جاسکتا ہے، اور کوئی شاہ کار بھی وجود میں آسکتا ہے۔ خواہ اس

۱۲
میں وقت لگے، خواہ یہ کام الگ الگ حصوں میں مختلف حضرات انجام دیں، اور مولانا آزاد کے اصل کارنامے پر قلم اٹھانے والا کوئی اور صاحب علم و نظر ہو۔

میرے اندازے کے مطابق مولانا آزاد کے صحافتی کارنامے پر آئندہ جو کام الگ الگ حصوں میں انجام پائیں گے، انھی میں سے ایک یہ کام ہے جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں اسے کسی اہم کام اور کارنامے کی حیثیت سے پیش نہیں کرتا۔ یہ اس موضوع پر ایک ابتدائی کام ہے۔ لیکن اس میں بعض خوبیاں ہیں اور افادیت کا حامل بھی ہے۔ اس میں مولانا آزاد کی صحافت کے بارے میں تاریخی اور ضروری معلومات ہیں، اور مولانا کے کارنامہ صحافت پر تبصرہ اور ان کی خدمات کے مختلف پہلوؤں کا تعارف بھی ہے۔

مولانا آزاد کی صحافت کے تاریخی سفر کے تعارف اور تبصرے کے ساتھ، ان کے بعض رسائل لسان الصدق (۵-۱۹۰۳ء)، البلاغ (۱۶-۱۹۱۵ء)، پیغام (۱۹۲۱ء)، الجاد (۲۲-۱۹۲۳ء) اور الہلال (۱۹۲۷ء) کے اشاریے بھی شامل ہیں۔ اس میں الہلال دورِ اول (۱۳-۱۹۱۲ء) کا اشاریہ بھی شامل ہونا چاہیے تھا۔ لیکن الہلال چوں کہ پاکستان میں (عکسی) چھپ گیا ہے اور اب اہل علم کی دسترس سے باہر نہیں رہا۔ عام طور پر اہل علم کے پاس یا کتب خانوں میں دستیاب ہے۔ مولانا کے دیگر رسائل لسان الصدق، البلاغ، پیغام، الجامعہ اور الہلال (۱۹۲۷ء) اب بھی نایاب ہیں، اور ہر صاحب ذوق کی دسترس میں نہیں۔ اس لیے ان کے مندرجات سے واقفیت کے لیے اشاریوں کی تدوین شمولیت یقیناً ایک مفید عمل قرار پائے گی۔

ابو سلمان شاہجہان پوری

۸ ستمبر ۱۹۸۹ء

۱۵ میرے اس کام کی تکمیل کے دوران میں لسان الصدق (نئی کتابت میں) دہلی سے شائع ہو گیا ہے، پیغام خاکسار کی سنی تہذیب سے پاکستان (آرڈینیشنل کمیٹی) اور بھارت (غدا بس آرڈینیشنل پبلک لائبریری، پٹنہ) سے عکسی شائع ہو گیا ہے، لسان الصدق کی عکسی اشاعت بھی خاکسار کے پیش نظر ہے۔ البلاغ (۱۶-۱۹۱۵ء) اور الہلال (۱۳-۱۹۱۲ء) کی اشاعت بھی، الہلال (۱۳-۱۹۱۲ء) کے ساتھ اتر پردیش آرڈو اکادمی، لکھنؤ کے زیر اہتمام عمل میں آچکی ہے۔

معلوم ہوا ہے کہ الہلال کی اشاریہ سازی میں کشمیر کے کوئی صاحب مصروف ہیں۔ یہ اشاریہ چھپ جائے تو علمی و تحقیقی کام کی ایک بنیادی ضرورت پوری ہو جائے گی۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافت

(پہلی نظر)

صحافت کے میدان میں مولانا ابوالکلام آزاد نے مختلف حیثیتوں سے کام کیا ہے :

- ۱۔ بعض جرائد ان کی ملکیت تھے، اور انھوں نے ان کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیے۔
- ۲۔ بعض جرائد ان کی ملکیت میں ضرورت تھے لیکن ادارتی کاموں کی ذمہ داری دوسروں کی تھی۔

۳۔ بعض اخبارات مولانا کی نگرانی میں تھے لیکن مولانا کا ان سے مالکانہ و مدیرانہ تعلق نہ تھا۔

۴۔ بعض رسائل کے وہ مالک تھے، نہ مدیر لیکن ادارتی کاموں کی ذمہ داری انھوں نے سنبھال رکھی تھی۔

۵۔ بعض رسائل کے مولانا مدیر تھے لیکن مولانا ان کے مالک نہ تھے۔

۶۔ ایک رسالے کے وہ وقتی یا جہان مدیر ہو گئے تھے۔

۷۔ بعض رسائل میں انھوں نے نائب مدیر کی حیثیت سے کام کیا تھا۔

ان گونا گوں حیثیتوں میں کام کرنے کی وجہ سے مولانا کو اخبارات کے ہر طرح کے کاموں کا تجربہ ہو گیا تھا، اور ان چیزوں نے انھیں ایک کامیاب صحافی بنانے میں بہت مدد کی تھی۔ مناسب ہو گا کہ مولانا کی ان مختلف حیثیتوں کے مطابق اخبارات کی تقسیم پر ایک نظر ڈال لی جائے۔

۱۔ ایسے جرائد جو مولانا آزاد کی ادارت میں نکلے، اور ان کے مالکانہ حقوق بھی مولانا کو حاصل تھے، نیز نگ عالم، المصباح، لسان الصدق اور الہلال و البلاغ ہیں :

الف: نیزنگ عالم۔ کلکتہ؛ یہ ایک گھ دستہ تھا جو مولانا نے شاعری کی تکمیل کے شوق میں خود ہی نکالا تھا اور وہ خود ہی اس کے ایڈیٹر تھے۔

ب: المصباح کلکتہ؛ شاعری کے بعد مولانا کو مضمون نگاری کا شوق ہوا تو اس شوق کی تکمیل کا ایک لازمہ سمجھ کر المصباح جاری کیا۔ مولانا ہی اس کے مالک تھے، اور وہی اس کے مدیر بھی تھے۔

ج: لسان الصدق کلکتہ؛ یہ ایک علمی رسالہ تھا جو بعض دوستوں، خصوصاً مولوی محمد یوسف جعفری رنجورہ عظیم آبادی کے مشورے اور خصوصی تعاون سے جاری کیا گیا تھا۔ اگرچہ مولانا آزاد کا ذاتی پرچہ تھا لیکن ذاتی انتفاع کے بجائے اجتماعی علمی مفاد کے تحت جاری ہوا تھا۔ رنجورہ مرحوم نے اس کی انتظامی ذمہ داریوں کو سنبھال لیا تھا۔ مولانا آزاد اس کے مدیر مسئول تھے، اور انھی کی شخصیت اور افکار کی اس پر چھاپ لگی ہوئی تھی۔

د: الہلال۔ کلکتہ؛ الہلال مولانا آزاد کا ذاتی جہیدہ تھا جو اسلام، ملت اسلامیہ اور ملک و قوم کی خدمت کے جذبے کے تحت نکالا تھا۔ اس کا اپنا پریس تھا، انتظامی اور ادارتی عملہ تھا۔ ایک منظم ادارے کی حیثیت تھی۔ مولانا آزاد خود اس کے مدیر مسئول اور تمام کاموں کے نگرماں اور ذمہ دار تھے۔

ه: البلاغ۔ کلکتہ؛ البلاغ کو اس کی ملکیت، ادارت، کاموں کی نگرانی و ذمہ داری اور نظم و ضبط کے اعتبار سے الہلال سے الگ نہ سمجھنا چاہیے نام کی تبدیلی کے ساتھ وہ الہلال ہی تھا۔

۲۔ وہ جہاند جو مولانا آزاد کی ملکیت ضرور تھے، ضابطے کے مطابق ان کے ایڈیٹر بھی وہی تھے لیکن ان کی ادارتی ذمہ داری دوسروں کے سپرد کر دی تھی۔ وہ خود ان کی پالیسی کے نگرماں تھے۔ ادارت اور انتظامی معاملات میں وہ ذمہ دار حضرات کو ہدایت فرماتے تھے۔

پیام اور الہلال (۱۹۲۷ء) اسی قسم کے اخبار تھے۔

الف: پیام۔ کلکتہ؛ پیام کے بارے میں واحد میان مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کا ہے، اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مولانا آزاد کا ذاتی اخبار تھا، وہی اس کے ایڈیٹر اور نگران تھے لیکن ادارتی امور کی انجام دہی مولانا ملیح آبادی کے سپرد تھی۔ مولانا بعض معاملات میں ہدایت فرمادیتے تھے، مداخلت نہیں کرتے تھے۔

ب: الہلال۔ کلکتہ؛ (۱۹۲۷ء) یہ بھی مولانا آزاد کا ذاتی صیغہ تھا۔ ضابطے کے مطابق قانونی ایڈیٹر مولانا آزاد ہی تھے لیکن ادارت کے تمام کام مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی انجام دیتے تھے۔ مولانا آزاد اپنے مشوروں سے ان کی ہدایت فرمادیتے تھے۔

۳۔ وہ اخبار جو مولانا آزاد کی نگرانی میں جاری ہوئے تھے۔ مولانا اس کے ایڈیٹروں کو ہدایت فرماتے رہتے تھے، لیکن یہ اخبار نہ مولانا کی ملکیت تھے، اور نہ ضابطے کے مطابق وہ ان کے ایڈیٹر اور قانونی جواب دہ تھے۔ میرے خیال میں اقدام، پیغام اور الجامعہ کا تعلق اسی قسم کے اخبارات سے تھا۔

الف: اقدام۔ کلکتہ؛ یہ روزانہ اخبار مولانا محی الدین قصوری کی ملکیت تھا، اور وہی اس کے ایڈیٹر تھے۔ چوں کہ قصوری خاندان کے تمام اکابر و اصاغر کے مولانا آزاد سے بہت قریبی تعلقات تھے، اور مولانا کے علم و فضل کے معترف اور معتقد تھے۔ کلکتہ سے اس کے اجراء کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مولانا کو اس کی نگرانی میں سہولت ہو اور صبح و شام مولانا کی ہدایات حاصل کی جاسکیں۔ مولانا ہی نے اس اخبار کی پالیسی طے کی تھی، اور مولانا کی نگرانی ہی میں نکلتا تھا۔

ب: پیغام۔ کلکتہ؛ ہفت روزہ پیغام کے مالکانہ حقوق مرکزی خلافت کمیٹی کو حاصل

تھے۔ خلافت کمیٹی کے مقاصد کی تکمیل اور ترک موالات کے پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے جاری کیا گیا تھا۔ اخبار کی پالیسی اور اس کے کاموں کی نگرانی مولانا ابوالکلام آزاد کے سپرد تھی، اور ادارت کی تمام ذمہ داری مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی کی تھی۔ مدیر (مولانا بلخ آبادی) اور نگران (مولانا آزاد) کی گرفتاری کے بعد اس کے ایک دوسرے مولانا عبدالرحمن ندوی نگرانی نے شائع کیے تھے۔

ج۔ الجامعہ۔ کلکتہ؛ یہ عربی کا پندرہ روزہ جریدہ مرکزی خلافت کمیٹی کی ملکیت اور اسی کا ترجمان تھا۔ مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی اس کے مدیر تھے، اور مولانا ابوالکلام آزاد اس کی پالیسی کے نگران تھے۔

۴۔ یہ دور رسالے تھے جو نہ تو مولانا آزاد کی ملکیت تھے، اور نہ مولانا ان کے ضابطے کے ایڈیٹر تھے۔ مالک و مدیر دوسرے تھے۔ مولانا آزاد نے شوقیہ طور پر ان کی ادارت کی ذمہ داری اپنے سر لے لی تھی۔ اس ضمن میں تحفہ احمدیہ اور احسن الاخبار کا ذکر آنا چاہیے۔

الف؛ تحفہ احمدیہ کلکتہ؛ اس کے مالک اور ضابطے کے مدیر مولوی احمد حسن تھے جو پہلے کان پور سے تحفہ محمدیہ نکالتے تھے۔ جب تحفہ محمدیہ بند ہو گیا اور مولوی احمد حسن کلکتہ آ گئے تو مولانا آزاد نے انہیں اپنے ڈھب کا پاکر، انہیں رسالہ نکالنے کی ترغیب دی، اور اس کا تمام کام کر دینے کی پیش کی تو وہ اس پر آمادہ ہو گئے۔ اب کی بار تحفہ احمدیہ کے نام سے انھوں نے رسالہ نکالا۔ مولانا آزاد ضابطے کے مطابق تو اس کے مدیر نہ تھے لیکن ادارت کا کام عملاً وہی انجام دیتے تھے۔

ب؛ احسن الاخبار کلکتہ؛ اس رسالے کے مالک کلکتہ کے ایک کتب فروش اور محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مصطفائی پریس کے مالک تھے، اور ضابطے کے ایڈیٹر مولوی احمد حسن تھے۔ مولانا آزاد نے احمد حسن مرحوم سے تعلقات اور کام کرنے کے شوق کی بنا پر اس کی ادارتی ذمہ داریوں کو خود سنبھال رکھا تھا۔

۵۔ یہ وہ رسائل یا اخبار ہیں جن کے مدیر تو مولانا آزاد تھے اور ان کی پالیسی میں بھی ذخیل تھی لیکن وہ ان کی ملکیت نہ تھے۔ وکیل اور دارالسلطنت کا تعلق اخبار کی اسی قسم سے تھا۔

الف: وکیل۔ اشتر مسز؛ شیخ غلام محمد کا اخبار تھا۔ پہلے ہفت روزہ تھا۔ مولانا آزاد اس کے مدیر ہوئے تو ہفتے میں تین بار نکلتے لگا، پھر اسے سہ روزہ کر دیا گیا، مولانا آزاد پہلے ۱۹۰۶ء میں پھر ایک وقفے کے بعد ۱۹۰۷ء میں اس کے تنخواہ دار ایڈیٹر مقرر ہوئے تھے۔ ب: دارالسلطنت۔ کلکتہ؛ یہ رسالہ کلکتہ کے ایک تاجر چرم مولوی عبداللطیف نے اپنے والد مولوی عبدالباری کی یاد میں (دوبارہ) جاری کیا تھا۔ مولانا آزاد اس کے باقاعدہ تنخواہ دار ایڈیٹر تھے۔ اس رسالے کے اجراء اور مولانا آزاد کی ادارت کے لیے مولوی محمد یوسف جعفری رنجود نے جو مولوی عبداللطیف کے دوست بھی تھے، تحریک کی تھی۔

۶۔ اس ضمن میں اس رسالے کا ذکر کیا جانا چاہیے، جس کی ادارت کے فرائض مولانا نے وقتی یا مہمان ایڈیٹر کی حیثیت سے انجام دیے تھے۔

الف: ایڈورڈ گزٹ۔ شاہجہان پور؛ لسان الصدق میں ایک جگہ مولانا آزادؒ نے ایڈورڈ گزٹ کی وقتی ایڈیٹری کا ذکر کیا ہے۔ آج کل وقتی ایڈیٹر کے لیے ”مہمان ایڈیٹر“ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ اس سے مراد وہ ایڈیٹر ہوتا ہے جو نہ ضابطے کے مطابق اپنی کوئی قانونی حیثیت رکھتا ہو، نہ جس نے اعزازی طور پر مستقل ادارتی ذمہ داری

١٨
سنجھا۔ لئے کا وعدہ کیا ہو۔ البتہ ایک دو ماہ کے لیے عارضی طور پر کسی ضرورت یا مصلحت سے ذمہ داری قبول کر لی ہو۔

۷۔ وہ رسالے جو کسی اور کی ملکیت اور ادارت میں نکلتے تھے اور مولانا نے اعزازی طور پر یا تنخواہ کی شرط کے ساتھ نائب مدیر کی حیثیت سے خدمات انجام دی ہو۔ خدنگ نظر اور الندوہ کا شمار ایسے ہی رسائل میں ہوتا ہے۔

الف: خدنگ نظر۔ لکھنؤ؛ یہ ایک گلدستہ تھا جو منشی نوبت رائے نظر کی ادارت میں نکلتا تھا۔ وہی اس کے مالک تھے۔ مولانا آزاد نے انہیں مشورہ دیا کہ اس میں علمی، ادبی مضامین بھی شائع کیے جایا کریں۔ منشی صاحب نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور حصہ مضامین کی ادارت انہیں کے سپرد کر دی۔ منشی صاحب نے خدنگ نظر میں ایک اعلان بھی چھاپ دیا کہ آئندہ سے اس میں حصہ نشر بھی شامل ہوگا، اور ابوالکلام آزاد دہلوی ان کے نائب کی حیثیت سے اس حصے کی ادارت کے فرائض انجام دیں گے۔

ب: الندوہ۔ لکھنؤ؛ یہ ماہنامہ ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کا ترجمان تھا اور ندوہ ہی اس کا مالک تھا۔ اس کے ابتدائی چند پرچے شاہجہان پور سے شائع ہوئے تھے، پھر لکھنؤ سے نکلنے لگا۔ اس کے ایڈیٹر شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی اور نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمن خاں حسرت شروانی تھے۔ ۶-۱۹۰۵ء میں چھ سات ماہ تک مولانا آزاد اس کے تنخواہ دار نائب مدیر رہے تھے، الندوہ میں مولانا آزاد کی نیابت اور معاونت کا اعلان نہیں کیا گیا تھا، لیکن اس حیثیت سے الندوہ میں ان کے کام کرنے اور شبلی کی معاونت کا سب کو علم ہے۔

یہ مختلف حیثیتوں سے صحافت کی خدمات انجام دینے کے سفر کی روداد ہے۔ مولانا

آزاد اپنے اس صحافتی سفر میں مختلف مرحلوں سے گزرے، لیکن ان کے قدم کس مقام پر رکے نہیں، وہ برابر آگے بڑھتے رہے۔ اس سفر کے ہر مرحلے میں ان کی صلاحیتوں کو بلامی، اور قابلیتوں میں اضافہ ہوتا رہا۔ تا آن کہ انھوں نے صحافت کی معراج کو پایا۔ مولانا کا یہ سفر پستی سے بلندی کی طرف اور تقلید سے اجتہاد کی طرف مسلسل ارتقا کا سفر تھا۔ اس سفر کا نقطہ آغاز نیزنگ عالم اور المصباح تھا، اور نقطہ عروج الہلال و البلاغ تھا۔

آئندہ صفحات میں مولانا کے اس سفر ارتقا کے مراحل، مولانا کے افکار اور ان کی کامیابیوں کا تفصیلی جائزہ دیا جائے گا۔

ابوسلمان شاہجہان پوری

۱۴ ستمبر ۱۹۸۹ء

نیزنگ عالم کلکتہ

نیزنگ عالم مولانا نے شاعری کے شوق کی تکمیل کے لیے نکالا تھا۔ یہ اخبار کن دلوں اور تمنائوں کے ساتھ منصہ شہود پر آیا تھا۔ مولانا کے الفاظ میں پڑھیے :

”طبیعت کا یہ شوق اس قدر بڑھا کہ ایک گلدستہ نکالنے کا خیط ہوا۔ گویا اس وقت یہ خیال ہوا تھا کہ شاعری کی تکمیل کے لیے اس منزل کا طے کرنا بھی ضروری ہے گلدستہ بازار پے کے نکل نہیں سکتا تھا۔ مگر اس وقت کے خیالات بھی عجیب تھے۔

ہمارا خیال یہ تھا۔ کہ جس قدر بھی روپے کی ضرورت ہے مرنے پہلے نمبر کے لیے ہے اور جہاں ایک نمبر نکل گیا تو تمام دنیا اس طرح اس کے انتظار میں ہے کہ فوراً ہزاروں آدمی اس کے خریدار ہو جائیں گے۔ پھر روپے کی کیا کمی رہے گی۔

چنانچہ ہم نے اس وقت کے بچنے اور طالب علمی کے بے سرو سامانی میں پچاس روپے کا انتظام کیا۔ لیٹھو کا ایک پریس ”ہادی پریس“ کے نام سے ہرین روڈ کلکتہ میں تھا۔ والد مرحوم کی بعض چیزیں وہاں چھپا کر قی تھیں۔ ہم نے وہیں طباعت کا

انتظام کیا اور فوراً اعلان چھاپ کر شائع کر دیا۔ اعلان کا مضمون عید الو احد نے لکھا تھا۔ اس کا نام ”نیزنگ عالم“ تجویز کیا گیا۔ اس تصور سے کس قدر طبیعت کو

مسرت حاصل ہوئی تھی کہ عنقریب ایک ایسی چیز نکلے گی۔ جس کی لوح پر میرا نام

جیئیت اہتم و ایڈیٹر کے درج ہو گا پہلے نمبر کے لیے طرح بد ملنے کے لیے اور چلنے

کے لیے“ قرار دی تھی۔ چنانچہ غزلیات کا کافی ذخیرہ فراہم ہو گیا، بطل مرحوم شوق،

خورشید جاوید، اختر، احسان شاہ جہان پوری سے خاص طور پر غزلیں منگوائی تھیں

اور انھوں نے بھیج دی تھیں چنانچہ پہلا نمبر چھپ کر شائع ہوا اور اب اپنی توقع کے

مطابق ہم اس انتظار میں ہوتے کہ کم از کم ایک ہزار خریدار دوسرے نمبر کی اشاعت

سے پہلے فراہم ہو جائیں گے۔ لیکن اس کا نتیجہ ظاہر تھا۔ بمشکل ڈیڑھ سو درخواستیں

آئیں اور ان میں سے سوڑے ہی آدمیوں نے پیشگی قیمت بھیجی۔ تاہم ہم نے ہمت

مذہب ہماری اور چند مہینوں تک اسے جاری رکھا، اے

نیرنگ عالم کے پرچے ابھی تک کہیں دستیاب نہیں ہوئے اس لیے اس کے زمانہ اشاعت کا قطعی تعین تو مشکل ہے۔ لیکن زمانے کا اندازہ ضرور لگایا جاسکتا ہے۔ خدنگ نظر کا مکتوبابت ماہ جون ۱۸۹۹ء میں مولانا کی جو غزل چھپی ہے۔ اس میں ان کے نام کے ساتھ ”مہتمم گلدستہ نیرنگ عالم“ کے الفاظ بھی چھپے ہیں ان الفاظ نے یہ مسئلہ صاف کر دیا کہ نیرنگ عالم کا زمانہ ۱۸۹۹ء کا وسط ہے، اگرچہ اس کے اجرا و جدش کے مہینوں کا تعین اس سے بھی نہیں ہوتا ہے۔ لیکن سال اور اس کے حصے کے بارے میں کوئی شبہ نہیں۔ یعنی وسط ۱۸۹۹ء میں نیرنگ عالم کے وجود کا پتا چلتا ہے۔ اس سے یہ بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا کی شاعری کی ابتدا ۱۸۹۰ء میں ہوئی ہوگی جب کہ ان کی عمر صرف دس سال کی تھی۔ چند ماہ کی مشق کے بعد انھوں نے وہ غزل کہی جو مولوی عبد الواحد ادیب سہسرامی کو سنائی اور ارغمان فرخ میں چھپی تھی میرا خیال ہے یہ اس زمانے کی بات ہے۔ اس کے بعد کلام کی اشاعت مشاعروں کی شرکت اور لوگوں کی داد و تحسین نے انھیں گلدستہ نیرنگ عالم نکالنے کی ہمت دلاتی ہوگی۔

ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے اس کا دورانیہ اشاعت آٹھ ماہ بتایا ہے لیکن

اے آزاد کی کہانی خود آزادی رہائی ص ۳۲
 محمد مولانا ابوالکلام آزاد۔ عابد رضا بیدار، رام پور انسٹیٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز۔ ۱۹۶۸ء ص ۱۰۷

المصباح کلکتہ

شاعری کا شوق اگرچہ مولانا کو ۱۹۱۳ء بلکہ ۱۹۱۴ء تک باقی رہا لیکن شاعری کے شوق کے ساتھ انہیں مضمون نویسی کا شوق بھی پیدا ہو گیا اور اس شوق کی تکمیل کے لیے بھی کسی رسالے کا اجرا لازم تھا۔ اس زمانے کے خیال کے مطابق مضامین لکھنا، ان کا رسائل میں چھپنا اور پھر کسی اخبار یا رسالے کا ایڈیٹر بننا ایک بلند مقام تھا جس کا حصول زندگی کا گویا مقصد تھا۔ مولانا فرماتے ہیں:

”دربار سے زیادہ بلند تر مقام جو کسی انسان کے لیے ہو سکتا تھا، یہ نظر آتا تھا کہ مضامین لکھے جاتیں اور وہ ہمارے نام سے شائع ہوں۔ اس کے بعد اس سے بلند تر مقام یہ تھا کہ کسی اخبار یا رسالے کے ایڈیٹر ہوں“ لے

اس شوق کی تکمیل کے لیے مولانا نے ”المصباح“ کے نام سے ایک پرچہ جاری کیا جس کا پہلا نمبر عید الفطر ۱۳۱۵ھ (۲۲ جنوری ۱۹۰۰ء) کے موقع پر نکلا۔ مولانا فرماتے ہیں:

”محمد موسیٰ نامی ایک شخص نے نیا نیا پریس جاری کیا تھا۔ والد مرحوم کے بعض کاغذات وغیرہ لینے کے لیے وہ آندہ رفت رکھتا تھا، اس نے خیال کیا کہ تجارتی اغراض سے کوئی اخبار نکالے۔ میرے خاص ذوق کی بات تھی۔ میں نے اسے اور زیادہ ترغیب دی اور بالآخر وہ آمادہ ہو گیا۔ ”المصباح الشرق“ مہرے نکلتا تھا۔ میں نے اس کا نام ”المصباح“ تجویز کیا، اور ہفتہ وار اخبار کی شکل میں جاری ہوا، یہ دراصل پہلا اخبار ہے جو میں نے ایڈٹ کیا۔ یہ ٹھیک ۱۹۰۰ء کے اواخر کی بات ہے پہلا نمبر عید الفطر کے موقع پر نکلا تھا“ لے

المصباح کے زمانہ اجرا کے تعیین میں مولانا کے ان الفاظ سے مدد ملتی ہے ”یہ ٹھیک ۱۹۰۰ء

لے آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی ص ۲۷۵-۲۷۶

لے آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی صفحہ ۲۷۵

کے اواخر کی بات ہے۔ پہلا پرچہ عید الفطر کے موقع پر نکلا تھا۔

غور کیجیے کہ ۱۹۰۷ء کے اواخر میں عید کس تاریخ کو پڑی تھی؟ تقویم سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۷ء کے اواخر میں نہ عید الفطر پڑی نہ عید الاضحیٰ۔ ۱۹۰۷ء میں عید الفطر ۲ فروری کو ہوتی تھی۔ لیکن اگر ہم ۱۹۰۷ء کے اواخر کا خیال رکھیں تو اس سے قریب تر عید الفطر ۲۲ جنوری ۱۹۰۷ء کو ہوتی تھی، چوں کہ مولانا کے قیاس (اواخر ۱۹۰۷ء) اور ۱۹۰۷ء کی عید الفطر میں صرف ایکس دن کا فرق ہے، اس لیے ایک ایسے اندازے میں جو ۲۰، ۲۱ سال کے بعد کیا جا رہا ہو، غلطی ہو جانا عین ممکن ہے البتہ یہ محال ہے کہ مولانا پورے یقینی و اعتماد کے ساتھ کہیں کہ یہ ٹھیک ۱۹۰۷ء کے اواخر کی بات ہے۔ اور وہ بات ٹھیک ۱۹۰۷ء کے اواخر کی ہو اس لیے میں نے مولانا کے یقینی و اعتماد کا لحاظ کرتے ہوئے اس سے قریب تر زمانے کی عید الفطر کو بنیاد بنایا ہے، اس لیے المصباح کی اشاعت کے بارے میں یہ میری قطعی رائے ہے کہ اس کا پہلا پرچہ ۲۲ جنوری ۱۹۰۷ء مطابق یکم شوال ۱۳۱۸ھ کو یا اس موقع پر شائع ہوا ہو گا۔

المصباح کے پہلے نمبر کا افتتاحیہ مولانا نے ”عید“ کے عنوان سے لکھا تھا جسے بہت پسند کیا گیا۔ اور پہلے اخبار اور بعض دوسرے اخباروں نے اسے نقل کیا مولانا کے لیے اس وقت گویا یہ بڑی رفعت اور منزلت کی بات تھی۔ المصباح کی ترتیب میں موقتہ مسائل و مباحث کے علاوہ علمی، تاریخی اور سوانحی مضامین کے لیے الگ الگ صفحات مقرر کیے گئے تھے۔ اس اخبار میں مولانا کو پہلی مرتبہ واقعات و اخبار پر باسلوب حرا ت و بحث کرنے کا موقع ملا اور بلا کسی دقت کچھ انھوں نے ہر نمبر کے لیے مختلف قسم کے مضامین لکھے، امام غزالی، نیوٹن اور مسئلہ کشش ثقل وغیرہ مضامین اس میں مولانا کے قلم سے نکلے کشش ثقل غالباً وہی مضمون ہے جس کا تعارف مولانا نے اپنی ۱۳ برس سے ۱۸ برس تک کی عمر کی تصانیف میں کشش مادہ اور کشش عشق کے نام سے ان الفاظ میں کرایا ہے:-

”اس میں دکھایا ہے کہ جس طرح عالم مادہ ہے اسی طرح جذبات کا عالم ہے اور دونوں کے قوانین یکساں ہیں“۔

مولانا کے بیان کے مطابق المصباح تین چار مہینے سے زیادہ نہ چل سکا اور بند ہو گیا۔

بعض دیگر آزاد۔ عبدالرزاق بیچ، آپاری، آزاد ہند فکشن ۱۹۶۰ء ص ۲۸۲۔

بعض آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبان ص ۲۷۔

- ” (ممبر ۲) ” --- جولائی ”

مولانا کے یہی مضامین تھے جن سے متاثر ہو کر علامہ مرحوم نے انجمنیں التدریج کی زمام ادارت اپنے ہاتھ میں لینے کی دعوت دی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور

کچھ دنوں تک مولانا ہفتہ وار ایڈورڈ گزٹ کے ایڈیٹر بھی رہے تھے۔ لسان الصدق کے شمارہ آخری ماہ اپریل ۱۹۷۹ء میں ”مسلم پریس کانفرنس“ پر نوٹس لکھتے ہیں۔
 ”ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور کی وقتی ایڈیٹری کے زمانے میں ہم نے ایک نوٹ لکھ کر منشی صاحب (منشی محبوب عالم ایڈیٹر پریس اخبار لاہور) کو پھر پریس کانفرنس کی طرف توجہ دلائی۔“

ایڈورڈ گزٹ کی ایڈیٹری اور اس میں مضمون نویسی کے بارے میں اس سے زیادہ ابھی تک کوئی علم نہیں ہو سکا۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار کا خیال ہے کہ اس کی ایڈیٹری کا زمانہ ۱۹۷۲-۷۳ء کا کوئی مختصر وقفہ ہے۔

تحفہ احمدیہ کلکتہ

تحفہ محمدیہ کے نام سے مولانا محمد علی مونگیری بانی دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کانپور سے ایک مذہبی رسالہ نکالا کرتے تھے۔ مولانا نے موصوف اس زمانے میں مدرسہ فیض عام کانپور میں مدرس تھے، عیسائی مشنریوں سے مناظرے اور ان کے رد میں انھیں مقابلہ میں درساتل لکھنے کا بہت شوق تھا۔ تحفہ محمدیہ انھوں نے اسی ضرورت سے نکالا تھا۔ مولوی سید احمد حسن فتحپوری مولانا محمد علی مونگیری کے بعد کچھ دنوں تک تحفہ محمدیہ کے ایڈیٹر بھی رہے تھے، عیسائی مشنریوں

سے ایک مناظرے کے سلسلے میں ایک مقدمے کے بعد ۱۸۹۹ء میں تحفہ محمدیہ بند ہو گیا۔ کچھ دنوں بعد مولوی سید احمد حسن نے تحفہ احمدیہ کے نام سے اس کا اجرا کیا۔ مولوی صاحب مرحوم ندوۃ العلماء کے نہایت پر زور حامی تھے ندوے سے اسی دلچسپی کی بنا پر سن ۱۹۰۷ء کے آخر یا سن ۱۹۰۸ء کے شروع میں کلکتہ آگئے تھے، جہاں اس سال ندوے کا سالانہ اجلاس ہونے والا تھا اور اس کی تیاریاں شروع ہو گئی تھیں۔

تحفہ احمدیہ ۱۹۰۰ء میں کانپور میں بند ہو گیا تھا۔ اب مولوی احمد حسن کلکتہ آگئے اور مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات ہوئی تو تحفہ احمدیہ کے اجبا کے لیے مولانا نے انھیں خاص طور پر ترغیب دی تو ان کہ یہ بات ان کے خاص ذوق اور دلچسپی کی تھی اس لیے وہ اس شرط پر اسے نکالنے پر آمادہ ہو گئے کہ مولانا اس کی ترتیب کی ذمہ داری لے لیں۔ مولانا تو چاہتے ہی یہ تھے کہ ایک رسالہ ان کے ہاتھ میں ہو، انھوں نے حامی بھری اور تحفہ احمدیہ جاری ہو گیا۔ اس مرتبہ وہ ایک عام علمی دینی رسالہ تھا، اس کے ایڈیٹر مولوی سید احمد حسن تھے۔ لیکن اس کی ترتیب کی ذمہ داری مولانا آزاد پر تھی۔

تحفہ احمدیہ ایک شعلہ مستعلیٰ تھا جو بیڑ کا اور بجھ گیا اس کی مدت عمر چند ماہ سے زیادہ نہیں بڑھی، ابھی تک یہ پتا نہیں چل سکا کہ تحفہ احمدیہ کے دورِ کلکتہ کا کوئی پرچہ کہیں دستیاب ہوا ہے اور اس لیے بھی یہ بات بھی تحقیق طلب ہے کہ تحفہ احمدیہ میں مولانا آزاد کے قلم سے کون کون سے مضامین نکلے۔ یہ بات واضح ہے کہ تحفہ احمدیہ کا یہ دور جس میں ترتیب کی ذمہ داری مولانا آزاد نے قبول فرمائی تھی ۱۹۰۱ء کا کوئی مختصر عرصہ ہے۔

لے آزاد کی کہانی خود آزاد کی کہانی، ص ۷۹

احسن الاخبار - کلکتہ

المصباح کی اشاعت سے مولانا کو مضمون نگاری اور ادارت کا جو شوق پیدا ہو گیا تھا، وہ اب ایک نئے میدان کا متلاشی تھا۔ اتفاق سے انھیں دنوں مولوی سید احمد حسن فتح پوری نے کلکتہ کے ایک کتب فروش اور مصطفائی پریس کے مالک عبد الغفور کو ایک ہفتہ دار اخبار جاری کرنے پر آمادہ کیا۔ چنانچہ احسن الاخبار کے نام سے ایک رسالہ جاری ہو گیا۔ مولوی احمد حسن مرحوم کے مولانا آزاد سے بہت گہرے تعلقات تھے، مولوی صاحب اکثر اوقات مولانا آزاد کے یہاں بیٹھتے تھے، اخبار کا دفتر بھی مولانا کے مکان سے قریب ہونے کی وجہ سے ہر وقت کا آنا جانا تھا۔ احسن الاخبار کی صورت میں ایک قریبی مصرف طبع آزمائی مولانا کے ہاتھ آگیا اس وقت تک تحریر کی مشق بھی کافی ہو گئی تھی۔ مولوی احمد حسن مرحوم کو مولانا کے قلم اور خیالات پر اعتماد ہو گیا تھا۔ اس لیے مولانا جو کچھ لکھتے ہمراہ راست کاتبوں کو دیدیتے اور چھپ جاتا۔ احسن الاخبار سے مولانا کو دو فائدے پہنچے۔ جس کا انھوں نے اعتراف کیلئے پہلا فائدہ یہ تھا کہ احسن الاخبار کے تبادلے میں مصر، قسطنطنیہ، طرابلس تیونس الجزائر، امریکہ کے تمام عربی اخبارات و رسائل آتے تھے۔ مولانا کو ان کے مطالعے کا موقع ملا۔ یہیں انھیں مصر کے علمی رسائل، الهلال، المقطف، المنار وغیرہ کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ ان کے مطالعے سے مولانا کی معلومات میں اضافہ ہوا۔ دنیائے اسلام کے مسائل سے دلچسپی پیدا ہوتی اور عربی ادب کے ذوق کی بنیاد مستحکم ہو گئی، المنار سے مولانا خاص طور سے متاثر ہوئے۔ فرماتے ہیں،

”المنار کیا باعتبار ادب و بلاغت کے اور کیا باعتبار مباحث کے میرے لیے بالکل ایک نئی چیز تھی۔ عربی کثابت و بلاغت کے ایسے صحیح و صادق نمونے کا اس وقت طباعت پر جو اثر پڑا وہ آگے چل کر عربی علم و ادب کے ذوق میں نہایت کارآمد ثابت ہوا۔“

دوسرا فائدہ احسن الاخبار کی وجہ سے مولانا کو یہ پہنچا کہ مولانا کو ہر طرح کی مضمون نویسی کا موقع ملا، عربی اخبارات کے مضامین اور جڑوں کا انتخاب و ترجمہ علمی و ادبی مضامین کی ہر نمبر کے لیے تالیف و ترتیب، رسالوں اور کتابوں پر رپورٹیں، نیز اخبار و حوادث پر بحث و نظر وغیرہ مختلف قسم کے مضامین لکھنے کا موقع ملا۔

مولانا کے بیان کے مطابق خواجہ حافظ شیرازی اور عریضیام پر پورا ایک سلسلہ مضمون اس میں شائع ہوا تھا۔ اس سلسلے میں یہ بحث چھڑ گئی تھی کہ ان شعرا کے کلام سے ان کی زندگی اور کیریئر پر روشنی پڑتی ہے یا نہیں؟ اور اس کا امکان ہے یا نہیں کہ ان کے جام و ساقی کی صدا میں محض شملہ ہی نہ ہوں بلکہ واقعی ہوں؟۔

احسن الاخبار کے مضامین میں معرکے کا مضمون وہ تھا جو اسلام اور محرم کے عنوان سے نکلا تھا جس میں بدعات و رسوم محرم پر سخت۔۔ تنقید کی گئی تھی۔ اس کی وجہ سے عوام میں ایک سخت اشتعال پیدا ہو گیا تھا۔

مولانا نے نہایت تفصیل کے ساتھ اس مضمون سے پیدا شدہ حالات بیان کیے ہیں۔ اس ہنگامے کا نتیجہ اور تو کچھ نہ نکلا ”احسن الاخبار“ بند ہو گیا۔

احسن الاخبار کے اجرا کا زمانہ یقینی طور پر ۱۹۰۲ء کے شروع کا ہے۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار کی نظر سے احسن الاخبار کے ۱۸ جولائی ۱۹۰۲ء سے ۱۹ ستمبر تک کے چند پرچے گزرے ہیں۔ ۱۸ جولائی کا پرچہ پہلی جلد کا ۲۲ واں شمارہ ہے اور ۱۹ ستمبر کا پرچہ ۳۱ واں شمارہ ہے۔ گویا اس مدت میں پابندی کے ساتھ پرچہ نکلتا رہا۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ۱۸ جولائی سے پہلے اس کے ابتدائی پرچے بھی پابندی کے ساتھ ہفتہ وار نکلتے رہے ہوں گے تو اس کا پہلا پرچہ فروری ۱۹۰۲ء کے دوسرے ہفتے کی کسی تاریخ کا ہونا چاہیے۔

یہاں اس غلط فہمی کا اثر ابھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عریضیام پر احسن الاخبار میں جو سلسلہ مضمون نکلا تھا وہ مولانا آزاد کے قلم سے نہ تھا، بلکہ ان کے بڑے بھائی مولوی غلام حسین آہ کے قلم سے تھا جو بعد میں کتابی صورت میں بھی شائع ہو گیا تھا۔ لہ

۱۔ آزاد کی کہانی خود آزادی کی زبانی ص ۲۷۔

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد۔ عابد رضا بیدار، انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز رام پور ۱۹۶۸ء ص ۱۰۷۔

احسن الاخبار کے جوچہ پرچے ڈاکٹر عابد رضا بیدار کی نظر سے گزرے ہیں ان میں مولانا کا کوئی مضمون نہیں۔ ابتدائی پریچوں میں یقیناً مولانا کے مضامین بھی ہوں گے، اس لیے کہ مولانا آزاد، مولوی سید احمد حسن کے شروع سے معاون تھے رزاق فاروقی صاحب کی نظر سے احسن الاخبار یکم جون ۱۹۰۴ء کا ایک پریچہ گزرا ہے اس میں مولانا کے ایک مضمون کی دوسری قسط ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مولانا کے مضامین اس سے پہلے شائع ہوئے ہیں۔ ممکن ہے ستمبر کے بعد کے پریچوں میں بھی مولانا کا کوئی مضمون ہو۔

ڈاکٹر عابد رضا بیدار کا خیال ہے کہ احسن الاخبار ۱۹۰۳ء کے وسط تک بند ہو چکا تھا۔

۱۷ سب برس، جیدر آباد کن، اکتوبر ۱۹۶۴ء
 لے مولانا ابوالکلام آزاد، محلہ بالا، ص ۸۰

لسان الصدق کلکتہ

تیاغِ اجر اور مقاصدِ خدماتِ پر ایک نظر

”لسان الصدق“ مولانا ابوالکلام آزاد کی صحافتی زندگی میں ایک اہم موڑ اور سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا اجرا کیوں کر عمل میں آیا تھا اس کی تفصیل مولانا نے اپنی کہانی میں بیان کی ہے۔

انجمن اصلاح:

جس زمانے میں ”احسن الاخبار“ نکلا تھا۔ مولانا کو خیال ہوا کہ ایک انجمن قائم کرنی چاہیے جس کا دفتر علمی، ادبی، سرگرمیوں، بحث و مذاکرہ اور تبادلہ خیالات کے لیے ایک مرکز یا کلب کا کام دے اور اس کی دل چسپی برابر قائم رکھنے کے لیے ایک ریڈنگ روم کا قیام بھی ضروری ہے۔ چنانچہ مولوی احمد حسن مالک احسن الاخبار کے تعاون سے حمید یہ ہوٹل کے اوپر ایک کمرے اور ہال کا انتظام کر لیا گیا اور ”الاصلاح“ کے نام سے انجمن اور ”دار الاخبار“ کے نام سے ریڈنگ روم کا قیام عمل میں آگیا۔ احسن الاخبار کے تبادلے میں آنے والے اخبارات اور رسائل وہاں رکھ دیے جاتے تھے اور مقامی انگریزی اخبار خرید لیے جاتے تھے۔ کتابوں کا ایک ذخیرہ بھی جو عام مطالعے کے لیے مفید ہو سکتا تھا، میا کر دیا گیا۔

مقاصدِ الاصلاح:

مولانا آزاد کے بیان کے مطابق انجمن الاصلاح کے مقاصد یہ قرار پائے تھے:

- ۱۔ شہر (کلکتہ) میں علمی مذاق کو فروغ دینا۔
- ۲۔ عام اتحاد و ایٹلاف پیدا کرنا۔
- ۳۔ تقریر و تحریر کے ذوق کو ترقی دینا اور اس کی مشق و ترقی کے لیے عمدہ وسائل مہیا کرنا۔
- ۴۔ ایک ایسے مرکز علم و تہذیب کا وجود میں لانا، جہاں علمی ذوق رکھنے والے اکٹھے ہوں

اور جس کے ذریعے علم و فن کا چرچا عام ہو سکے۔

۵۔ اصلاح رسوم وغیرہ۔

دارالاجار:

انہی مقاصد کے لیے ایک قرأت خانہ جس کا نام ”دارالاجار“ طے پایا تھا، قائم کیا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں:

” (انجمن) اصلاح کے مفتے دار جلسے ہوتے تھے۔ موضوع مقرر بن کر دیے جاتے تھے اور بعض لوگ تحریریں اور بعض لوگ زبانی تقریریں کرتے تھے اور بعض موضوعوں کے متعلق مباحثے کا وقت رکھا جاتا تھا۔ اس وقت کالوں کے بعض ذہین انڈرگریجویٹ بھی آنے لگے اور تحریر و تقریر میں حصہ لینے لگے۔ باہر سے کوئی مشہور آدمی آجاتا تو وہ بھی وہیں لیکر دیتا۔۔۔ کھٹے میں فی الحقیقت ایسی محبت بالکل ناپید تھی۔ کوئی ایسی جگہ نہ تھی جہاں علمی ذوق رکھنے والے اکٹھے ہوں اور علم و فن کا چرچا ہو سکے۔ اخبار بین کا بھی کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس لیے اس کلب کے قائم ہو جانے سے واقعی ایک بہت بڑی ضرورت پوری ہو گئی۔“

لسان الصدق:

جب احسن الاخبار بند ہو گیا تو اس کے تباد لے میں آنے والے اخبارات و رسائل بھی بند ہونے لگے اور چوں کہ یہ اخبارات و رسائل انجمن اور دارالاسلام کے قیام کی بنیاد تھے۔ یہ بند ہونے لگے تو ان کا وجود بھی خطرے میں پڑ گیا۔ اُسے بچانے کی فکر کی گئی اور طے یہ پایا کہ ”لسان الصدق“ کے نام سے ایک پندرہ روزہ یا ماہوار رسالہ جاری کر دیا جائے تاکہ احسن الاخبار کے تباد لے میں آنے والے اخبارات و رسائل آتے رہیں اور انجمن اصلاح اور دارالاجار کے مشغلے کے ساتھ لکھنے پڑھنے کا مشغلہ بھی باقی رہے۔ مولانا آزاد نے اپنی کہانی میں یہ داستان بھی بیان کی ہے۔ فرماتے ہیں:

”یہی دارالاجار ایک دوسرے مشغلے کا باعث ہوا، یعنی لسان الصدق کی اشاعت

لے آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، یہ روایت عبدالرزاق طبع آبادی۔ دہلی، سال پبلیکیشن ۱۹۵۸ء، ص ۲۷

کا۔ جب احسن الاخبار بند ہو گیا تو اس کے تباد لے میں جو اخبارات آتے تھے، وہ بھی آہستہ آہستہ بند ہونے لگے۔ دارال اخبار کے وجود کی بنیاد انھی پر تھی۔ اب بڑی مشکل پیش آئی۔ لوگ وسیع مطالعے کے عادی ہو چکے تھے۔ اخبارات کی کمی کا نتیجہ یہ تھا کہ دارال اخبار بند ہو جائے۔ یہ قیمت اگر اس قدر اخبارات منگوائے جاتے تو اس کے لیے ایک بہت بڑے فنڈ کی ضرورت تھی اور اس کا مہیا کرنا دشوار تھا۔ اس زمانے میں مولوی محمد یوسف جعفری سے . . . ملاقات بہت بڑھ چکی تھی اور روزانہ دارال اخبار میں ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ ابتدا سے وہ احسن الاخبار انجمن (الاصلاح) اور دارال اخبار کی تجویز اور انتظام کے ایک شریک اور معاون رہے تھے۔ ان سے میں نے کہا کہ اخبارات کے حصوں کی یہی ایک راہ نظر آتی ہے کہ ایک چھوٹا سا ماہوار پندرہ روزہ رسالہ نکال دیا جائے اور اس کے مباد لے میں اخبارات حاصل کیے جائیں۔ جو خرچ اس کی چھپائی وغیرہ میں ہوگا، وہ اول تو خریداروں سے کچھ نہ کچھ حاصل ہی ہو جائے گا۔ بالفرض سیکڑوں اخبارات کی قیمت کے مقابلے میں یہ خرچ بہت ہی ہلکا ہوگا۔ انھوں نے یہ رائے پسند کی اور اس کا انتظام اپنے ذمے رکھنے پر راضی ہو گئے۔

ہادی پریس سے انتظام کیا گیا اور تجویز ہوئی کہ بالفعل فل اسکیپ تقطیع پر ایک جز کا رسالہ نکالا جائے اور مہینے میں دو بار نکلے۔ میں نے اس کا نام لسان الصدق تجویز کیا اور بلا کسی اعلان کے پہلا نمبر چھاپ کر شایع کر دیا۔ اسلئے انجمن ترقی اردو کا پہلا ترجمان:

لسان الصدق کے مقاصد کی تالیف اور انجمن ترقی اردو سے اس کے تعلق کے ذیل میں مولانا آزاد کے ایک اور بیان سے استفادہ ضروری ہے اور مناسب معلوم ہوتا کہ یہ استفادہ اسی مقام پر کر لیا جائے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”اس زمانے میں محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کی شاخ ”انجمن ترقی اردو“ قائم

انجن ترقی اردو نے اُمس کی دل چسپی دیکھ کر اسے اپنا اگر کن قرار دے دیا تھا۔ اور مولانا دشبلی، مرحوم انجن کے متعلق، جس قدر مفید و دل چسپ باتیں ہوتی تھیں، انہیں سب سے پہلے اسی میں اندراج کے لیے بھیج دیتے تھے۔ اور تمام میران انجن کے نام ایک اطلاع شائع کر دیتی تھی کہ اس پرچے کو فروغ دلائیں۔ اس کی وجہ سے ایک بڑی تعداد متعلقین انجن کی اس کی خریدار ہو گئی تھی۔ دو تین نمبروں کے بعد ہی چھ سات سو خریدار ہو گئے تھے۔

پہلے تو خیال تھا کہ محض دارالاجتہاد کے قیام کا یہ ایک ذریعہ ہے، رسالہ مقصود بالذات منتہا۔ اس لیے اس کی زیادہ اہمیت نظریں نہ تھی۔ لیکن جب اسے لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوئی۔ اخبارات نے جسے چوڑے ریوویو لکھے۔ اس کے ہر نمبر کے مضامین وکیل وغیرہ میں نقل کیے گئے تو خیال ہوا کہ اسے ایک اچھا رسالہ بنانا چاہیے۔ چھ مہینے کے بعد (اُسے) ماہوار کر دیا گیا اور کتاب کی شکل میں کم از کم تین جز کے ضخامت تک پہنچ گیا۔ باہر سے لوگ مضامین بھیجنے لگے تھے پہلے

ایک بات کی تصحیح یہیں کر دی جائے تو مناسب ہوگا۔ یہ کہ لسان الصدق پہلے پندرہ روزہ لکھنا شروع ہوا پھر ماہوار کر دیا گیا۔ فیصلہ شاید یہی ہوا ہوگا کہ پندرہ روزہ نکالا جائے۔ اسی

کے لیے ہر ماہ کی ۵ اور ۲۰ تاریخ اشاعت مقرر ہوتی ہوگی۔ لیکن لسان الصدق عملاً شروع ہی سے ماہوار نکلا تھا۔ ابتدا میں چند ماہ دسمبر ۳۴ء تا اپریل ۴۰ء اس پر ہر ماہ کی ۲۰ تاریخ دینے ہوئی تھی۔ مئی سے یہ مراحت بھی ختم کر دی گئی۔ شاید یہی زمانہ اس کی پندرہ روزہ اشاعت کا دور مراد ہے۔ مئی ۴۰ء سے اس کی اشاعت ماہوار شمار کی گئی۔

دستور العمل:

مقاصد کے دائرے میں سچائی اور راست بازی کو لسان الصدق کا موٹا دستور العمل قرار دیا گیا تھا۔ اس کا پہلا پرچہ اپنے صفحہ اول پر اس اعلان کے ساتھ شائع ہوا تھا:

”الصدق یُنجی وَاَلْکَذِبُ یُهْلِکُ“

”لسان الصدق کا دستور العمل ہے۔ اس کا فرض ہے کہ یہ قوم کو کذب سے بچائے اور راستی پر لائے۔ جب اس کا فرض منصبی صحت حق کوئی قرار دیا گیا تو اس کی امید قوم کو اس سے نہیں رکھنی چاہیے کہ یہ انہیں ایسے ترانے سنائے گا۔ جو نہایت شیریں معلوم ہوں۔ سچی بات ہمیشہ کڑی معلوم ہوتی ہے۔ پھر سچائی کی زبانی، کبوں کر شیریں معلوم ہوگی۔ یہ ہمیشہ تم کو کڑی کیلی باتیں سنائے گا۔ جو اگرچہ تمہیں ناگوار معلوم ہوں گی۔ لیکن اس زمانے کو دور نہ سمجھو جب کہ صدق کا منہ ہونا اور کذب کا مہلک ہونا تم پر ظاہر ہو جائے گا“

مقاصد:

لسان الصدق کے چار مقاصد قرار پائے تھے جو مولانا آزاد کی ترتیب کے مطابق انہی کی زبان میں یہ تھے:

- ۱۔ سوشل ریفارم؛ یعنی مسلمانوں کی معاشرت اور رسومات کی اصلاح کرنی۔
 - ۲۔ ترقی اردو؛ یعنی اردو زبان کے علمی لٹریچر کو وسیع کرنا۔
 - ۳۔ علمی ذوق کی اشاعت — بالخصوص بتکالمہ میں
 - ۴۔ تنقید؛ یعنی اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا
- مولانا آزاد نے لسان الصدق کے پہلے پرچے میں ان مقاصد کا اعلان کیا تھا اور اسی شمارے میں اس کی وضاحت اور تشریح بھی کر دی تھی۔ ہم یہاں بہ ترتیب دفعات مولانا کی زبان میں اس کے مطالعے کا موقع فراہم کرتے ہیں:

اس مقصد کی تشریح میں مولانا لکھتے ہیں:

”اس امر سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کے موجودہ رسم و رواج کی بنا ہندوؤں کے میل جول سے پڑی۔ مسلمانوں نے جب ہندوستان فتح کیا تو مفتوح قوم کے رسم و رواج سے واقف ہونے کی انہیں ضرورت ہوئی واقفیت کے ساتھ جب میل جول بڑھا تو خود بہ خود مفتوح قوم کے رسم و رواج نے فاتح قوم کے افعال پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ اور مراکبر اعظم کی غیر متعصبیت نے یہاں تک ترقی کی کہ ہندوؤں کے رسم و رواج پر مائل ہو کر مسلمانوں میں غیر محسوس طریقے پر میلان پیدا کر دیا۔ مذہبی کمزوری نے بھی بہت سے توہمات پیدا کر دیے اور ان سب باتوں نے مل کر مسلمانوں کے افعال پر یہاں تک اثر کیا کہ بیسیویں صدی میں مسلمانوں کے خاص رسم و رواج نظر آنے لگے۔ اُن کی اس عمری سادگی اور ایرانی تکلف کی جگہ ایک خاص ہندوستانی مخلوط رنگ نظر آنے لگا۔ اُن کے رسم و رواج نے انہیں اپنے قدیم سرچشمے سے ایسا جدا کر دیا کہ کوئی دیکھنے والا انہیں کبھی وہ قدیم مسلمان نہیں سمجھ سکتا، جنہوں نے ہندوستان کو فتح کیا تھا۔ اسی رسم و رواج کی بدولت انہوں نے اپنی تمام قدیم صفیں کھو دیں وہ جو کچھ اپنے ساتھ لے کر ہندوستان آئے تھے، اُسے برباد کر کے ہندوستان کا سرمایہ بھی تباہ کر دیا جس کی جانب حالی نے ”شکوہ ہند“ میں کیا خوب اشارہ کیا ہے:

رخست اے ہندوستان! اے بوستا بے خزاں	رہ چکے تیرے بہت دن ہم بے بسی مہیاں
تو نے ثروت دی، حکومت دی، ریاست دکاہیں	شکر کس کس مہربانی کا کریں تیری ادا؛
نیمہ سبکین لیکن نہ آخر تک یہ خاطر داریاں	جو رہا تھا تو نے، وہ آخر کو سب رکھو الیا
خیر اپنے مال کا تو ہر طرح تھا اختیار	جس نے چاہا لے لیا اور جس کو چاہا بے دیا

”صفتیں“ کی جگہ لسان الصدق ”صفتیں“ پھیلا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتابت کی غلطی ہے۔ اسی لیے اپنے خیال کے مطابق اسے ”صفتیں“ کر دیا ہے (ا۔ س۔ ش)

پر گریہ ہے کہ جو کچھ اپنا ہم لائے تھے ساتھ وہ بھی تو سنے ہم سے لے کر کر دیا بالکل گنا سب سے بڑی وجہ ان سبھودہ رسم و رواج کی طبیعت ثانیہ ہونے کی یہ ہوئی کہ ملوہی توہمات اور علما کی غفلت نے عوام کو اچھا موقع دے دیا کہ وہ انہیں داخل مذہب سمجھ کر ہر سلطان کے لیے لازمی سمجھ لیں۔ بعض رسومات ایسے تھے، جن سے علما اور واعظین کو بالخصوص مالی منفعت ہوئی تھی اور یہ منفعت انہیں اعلان حق سے باز رکھتی تھی۔ ایک مدت تک جب کسی قسم کا اصلاح نہ کی گئی تو ان کے طبیعت ثانیہ ہونے میں کیا دیر تھی؛ اسلامی حکومت کا آخری دور بالکل عیش و عشرت کا زمانہ تھا۔ لکھنویں تمول اور بے فکری نے خود ہمت سے نئے رواج پیدا کر دیے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی و عمنی کی بے جاریں زیادہ تر لکھنوی کی بے فکرانہ زندگی سے پیدا ہوئی ہیں۔

جب ہندوستان میں زمانے نے دوسرا دور شروع کیا اور وہ ایک متمدن سلطنت کے قبضے میں آیا تو یہ غیر ممکن تھا کہ ہر شخص قدیم روش کی طرح بے فکری کی زندگی بسر کرتا۔ اسباب کا پیدا کرنا اور تعلیم کا حاصل کرنا لازمی ہو گیا۔ لیکن رسم و رواج میں باوجود تعلیمی انہماک کے کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا۔ ہر ایک رسم اسی طرح ہر معین موقع کے لیے ضروری رہی اور قدیم روش کی تقلید اسی طرح ہر شخص کے لیے لازمی قرار دی گئی لیکن چونکہ وہ بے فکری اور تمول ایک متمدن سلطنت کے ذریعہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا اس لیے یہ قدیم روش سیکڑوں خاندانوں کے لیے بربادی کا باعث ہوئی۔ معمولی معمولی تقریبوں پر ہزاروں روپے صرف ہونے لگے اور سوسائٹی کے دباؤ سے کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ ان ظالم رسومات سے ذرا بھی مخالفت کر سکے۔

ہمارے ایک دوست نے ہندوستان کی یہ حالت دیکھ کر ہم سے بیان کیا کہ ہندوستان کی عزبت کی ایک بڑی وجہ یہاں کے رسم و رواج ہیں جو سوسائٹی کا زور لے کر ہر شخص سے مجبوراً سیکڑوں روپے صرف کرا لیتے ہیں۔ لکھنویں تھیں اکثر یہ آدازیں سننے ہیں آئیں گی کہ بہن میاں کی شادی میں پانچ ہزار کا قرضہ ہو گیا اور چھٹن میاں کے سختی میں دو مکان گروی ہو گئے۔ اب اور آمدنی کی کوئی صورت

تو ہے نہیں خاندان کا خاندان فاقوں مر رہا ہے اور سود کا خیال خون خشک کر رہا ہے۔ اگر اصلی معنوں میں سادگی کے ساتھ شادی کر دی جاتی اور صرف ختنہ کر دیا جاتا تو یہ بچن اور بچھٹن خاندانوں کے تباہ ہونے کے باعث نہ ہوتے۔ رسم و رواج کی پابندی نے بہ کچھ خرابیاں ہندوستان میں پیدا کر رکھی ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان کی اصلاح کا جانب آج تک کسی نے توجہ نہیں کی اور یہ مرض اسی طرح قوم میں ترقی کرتا گیا۔

اکثر اس خیال میں رہے کہ ہم جن مزدوری املاحوں میں مشغول ہیں وہ اس اصلاح سے بدرجہا ضروری ہیں اس لیے اس اصلاح سے قوم کو وحشت ہوئی اور رسم و رواج کی محبت نے ہمیں ان کا مخالف سمجھ کر ہم سے بدظن کر دیا تو اصلی کوشش میں خرابی پیدا ہو جائے گی اور اس اصلاح کی بدولت اور ضروری اصلاحیں بھی رہ جائیں گی۔

بعضوں نے یہ خیال کیا کہ جب قوم میں تعلیم عام ہو جائے گی اور جدید افراط ہر دماغ تک پہنچ جائیں گے تو خود بخود اصلاح مراسم کا خیال طبیعتوں میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لیے اس وقت کوشش کرنی قبل از وقت ہے۔ یہ خیالات آج تک اس ضروری اصلاح سے مانع رہے اور حکیم کا بے جاسکوت اور بعض کی بے خبری نے مرض کو لا علاج ہونے کے قریب کر دیا۔

اگر اس وقت بھی ہم اس قسم کی دور اندیشیوں میں مست رہیں گے، تو اس زمانے کو کچھ دور نہیں سمجھنا چاہیے جب کہ مرض کلیتہً لا علاج ہو جائے گا اور تمام سچے وقت اس کے علاج سے عاجز ہو جائیں گے۔

گزشتہ سطروں میں ایک طبقہ، فکر کے اس خیال کا ذکر آیا ہے کہ ضرورت تعلیم کے عام ہونے کی ہے۔ تعلیم کے فروغ کے ساتھ رسم و رواج کی خود بخود اصلاح ہو جائے گی۔ مولانا کے خیال میں رسم و رواج خود تعلیم کی راہ میں رکاوٹ ہیں تو تعلیم کی اشاعت سے رسم و رواج کی اصلاح کی منزل قریب کیوں کر آسکتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ مولانا کی نظریں رسم و رواج کی اصلاح کی تحریک تعلیم کے فروغ کی تحریک سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی تھی بلکہ مولانا اسے دوسری اصلاحات قومی کے لیے بھی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ مولانا اس نقش کو جاگر کرنے کے لیے

اسی سلسلہ میں بیان میں فرماتے ہیں :

”وہ پہلی جماعت جسے ہم نے ”اکثر“ کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔ بیشک بہت ہی ضروری اصلاحوں میں مشغول ہے اور بلاشبہ ان کا قوم میں ہونا نہایت ضروری ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو اصلاح رسومات دراصل ایسی ضروری اصلاح ہے کہ ہر قسم کی اصلاح اس پر مبنی ہے۔ تعلیم کو مسلمانوں میں آج تک جو ناکامیابی ہوئی وہ بہت کچھ رسم و رواج کی پابندی سے ہوئی۔ اکثر خاندانوں میں اب تک انگریزی اسی لیے نہیں پڑھائی جاتی کہ ان کے یہاں ایک خاص نصاب تعلیم کی رسم پڑ گئی ہے اور رسم و رواج کے لحاظ سے اس کا پڑھانا ضروری ہے۔ انگریزی اگر اولاد کو پڑھائی جائے تو اس تعلیم کا وقت نہ ملے اور یہ رسم و رواج کے خلاف ہو۔ اسی قسم کی بہت سی رکاوٹیں ہر قسم کی اصلاحوں میں ان رسومات کی پابندی نے پیدا کر دی ہیں جو بلا اصلاح مراسم کے دور نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے اس جماعت کا اور اصلاحوں کو اس سے ضروری سمجھ کر ادھر توجہ نہ کرنا دراصل ایک بڑا غلطی ہے“

ان سطروں میں مولانا نے جو بات ارشاد فرمائی ہے۔ اس پر غور فرمائیے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک اصلاح رسم و رواج کا مطلب صرف شادی اور موت کی رسموں کی اصلاح تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہ اصلاح قومی کا ایک وسیع اور جامع تصور رکھتے تھے اور اسی وقت (۱۹۰۳ء) سے وہ تعلیم کے نصاب میں اصلاح کے قائل تھے جس کے لیے زندگی کے آخری دور اور ملک کی آزادی کے بعد تک ان کی جدوجہد جاری رہی۔

اس کے بعد اسی پہلی جماعت۔ جسے مولانا نے ”اکثر“ کے ساتھ تعبیر کیا ہے، کے دوسرے خیال کی ترویج میں فرماتے ہیں :

”اب رہی دوسری بات کہ رسم و رواج چوں کہ غایت درجے کی قوم میں وقت رکھتے ہیں۔ اس لیے اگر ان کی اصلاح کی کوشش کی جائے گی تو قوم کو ہماری طرف سے تنفر بڑھے گا اور ہماری اور اصلاحوں میں رکاوٹ پیدا ہو جائے گی۔ لیکن ہمارے نزدیک تو ہم نے کون سی ایسی اصلاحی کوشش کی ہے جسے قوم نے بلا کسی تنفر کے قبول کر لیا ہو؟ انگریزی تعلیم کی اشاعت پر جو کچھ ہمیں خطاب

ملے اور جس قدر ہم سے منفرد ظاہر کیا گیا، وہ ہمیں ابھی بھولا نہیں ہے۔

ایک ایسی قوم کی جس میں ایک مدت سے غایت درجے کی جہالت پھیلی ہوئی ہو، جیب اصلاح کی جائے گی۔ چاہے وہ جس قسم کی ہو اور جس طرح کی ہو، مصلحین سے اس کا منتظر ہونا ایک ضروری امر ہے۔ صرف اس خوف سے اصلاح مراہم جیسی ضروری اصلاح سے چشم پوشی کرنی کتنی بڑی غلطی ہے۔“

اس کے بعد مولانا دوسری جماعت کے خیالات پر بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں: ”دوسری جماعت کا اس موقع میں رہنا کہ جب تعلیم عام ہو جائے گی تو خود بخود قوم کو اصلاح کا خیال پیدا ہو جائے گا، کس قدر بے جا توقع ہے؟

تجربے نے ثابت کر دیا ہے کہ قدیم رسم و رواج جو خاندانوں میں نسلاً بعد نسل قائم ہوتے چلے آئے ہیں، کبھی تعلیم سے دور نہیں ہو سکتے۔ سوسائٹی کا دباؤ، قدیم خاندانی اثر تعلیم پر غالب آ جاتا ہے اور ایک تعلیم یافتہ شخص جو گھر سے باہر آزاد اور مہذب نظر آتا ہے۔ گھر کی چار دیواری کے اندر اگر پھر رسم و رواج کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور وہ تعلیمی اثر جس نے اسے گھر سے باہر مہذب اور آزاد دکھلایا تھا خاندانی اثر سے ناشائستہ رسومات کا پابند ہو جاتا ہے۔

تعلیم بے شک ایک قسم کا خفیت احساس پیدا کر دیتی ہے، لیکن ایک زبردست تحریک کی محتاج ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ تحریک طبیعت میں آمادگی پیدا کر دے، طبیعت کسی چیز کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہوتی۔ اسی تحریک کا نام اصلاح کی کوشش ہے اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس کی کوشش کی جائے اور اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ فضول گفتگو اور بحث میں وقت ضائع کیا جائے بلکہ جو کچھ کرنا ہے اسے شروع کر دینا چاہیے۔ ”کنید اولاً کمین لساناً“ گفتگو از حلقہ شدت و مرگ نزدیک آمدہ۔

اے عزیزان! آخر میں بیمار را باشد علاج! بڑی مسرت کی بات ہے کہ محدثانہ بحوالہ کوشش کا نفرنس اور ندوة العلماء نے اصلاح تمدن اور اصلاح مراہم پر توجہ شروع کر دی ہے۔

ندوة العلماء نے آج تک جو کچھ کیا ہے، اسی پر ہمیں اس وقت بحث مقصود

نہیں ہے، لیکن دہلی کے جلسے میں جو علمی کارروائی کانفرنس نے شروع کی ہے، وہ واقعی قابلِ توجہ ہے اور اسے دیکھ کر امید بندھتی ہے کہ یہ کوشش ضرور کوئی نتیجہ پیدا کرے گی۔

کانفرنس نے اصلاح تمدن کا علاحدہ وسیعہ قائم کیا ہے۔ جس کے سرکاری اہلکاروں کا بچ کے تعلیم یافتہ جناب غلام اشقین ہیں، جو واقعی اس اہم عہدے کے پورے لائق ثابت ہوئے ہیں۔ خواجہ صاحب نے اسی مقصد کے لیے ”عہد جدید“ نامی ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے اور ایسے ممبروں کے بڑھانے کا ایک عمدہ ذریعہ پیدا کر لیا ہے، جو اس امر کا عہد کریں کہ آئندہ کسی رسم کی پابندی نہیں کریں گے۔ ہم خواجہ صاحب کی اس کوشش کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ جب وہ کانفرنس بمبئی میں اپنا سالانہ کارنامہ پیش کریں گے تو تمام قوم بھی ان کی خدمت کو ہماری طرح قدر کی نگاہ سے دیکھے گی۔ انھیں ضرورتوں کو دیکھ کر ”لسان الصدق“ کے مقاصد میں یہ مقصد داخل کیا گیا۔ لیکن چونکہ سب سے زیادہ مضر رسومات وہ ہیں جن کا تعلق معاشرت سے ہے۔ اس لیے اصلاح معاشرت پر اس کی توجہ زیادہ رہے گی۔“

اصلاح معاشرت کے سلسلے میں مولانا کے یہ عزائم اہم اعلان تک ہی محدود نہ رہے تھے۔ لسان الصدق کے صفحات میں نہایت مفید اور فکر انگیز مضامین موجود ہیں اور جس طرح اردو کی ترقی کی ایک تحریک پیدا کر دی تھی اور معیاری تنقید کے ذوق کے نشود نمایاں حصہ لیا تھا۔ اصلاح معاشرت کا شعور پیدا کرنے اور غلط رسم و رواج اور توہمات، اسراف، قرض، فضول خرچی وغیرہ سے نجات حاصل کرنے کی تحریک پیدا کرنے میں بھی لسان الصدق کا قابلِ قدر حصہ ہے۔ اصلاح معاشرت کے سلسلے میں لسان الصدق میں یہ مضامین شائع ہوئے ہیں:

اسلام اور رسوم	مولوی محمد یوسف جعفری بخور	ج ۱ ش ۲
” (۲۱)	”	ج ۱ ش ۱
معاشرانہ زندگی (ترجمہ)	”	ج ۲ ش ۵

لے یہ سرجان لیک کی کتاب ”مدی یوز آف لائف“ کے ایک باب کا ترجمہ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

ننگون " " ج ۲ ش ۲

ایک بڑی غلط فہمی کی اصلاح مولوی سید محمد سعید نگرانی ج ۲ ش ۵

اس سلسلے میں مولانا آزاد کا ایک خضرہ جو انھوں نے کلکتہ کے ایک تاجر کی بیٹی کے کان چھیدنے کی رسم کے موقع پر بے جا اسراف کے بارے میں لکھا تھا (ج ۱ ش ۱) اور مولوی سید محمد سعید بلگرامی کے مضمون پر ان کا نوٹ (ج ۲ ش ۵) نیز مولوی محمد یوسف جعفری رنجبور مرحوم کے ترجمے ”معاشرانہ ذمہ داری“ (ضمیمہ ج ۲ ش ۵) پر ان کی تعارفی تحریر نہایت مفید و فکر انگیز اور اعلیٰ خیالات پر مبنی ہے۔

اصلاح معاشرت کا مسئلہ جس طرح اب سے سو برس پہلے سرسید مرحوم کے عہد میں اہم تھا۔ اسی طرح ۱۵ برس قبل لسان الصدق کی اشاعت کے دور میں لائق توجہ تھا، اسی طرح آج بھی یہ مسئلہ انتہائی اہم ہے اور ضرورت ہے کہ اس کے لیے ایک منظم اور مستقل تحریک پیدا کر دی جائے اور اسے مسلسل جاری رکھا جائے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کی بعض قومیں اور برادریاں بے جا رسموں، غلط رواجوں، قرض، فضول خرچیوں اور اسراف سے نجات پانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور کسی حد تک انہوں نے اس مقصد میں کامیابی حاصل کر لی ہے تو اس میں سرسید مرحوم کی ایجوکیشنل کانسفرنس کی تحریک اصلاح معاشرت، خواجہ غلام الثقلین کے ”عمر جدید“ اور مولانا آزاد کے لسان الصدق کا بھی حصہ ہے۔

ہے جو مٹی اور جون جولائی کے رسلے کے ساتھ بہ طور ضمیمہ شامل کیا گیا تھا۔ منصوبہ یہ تھا اسی طرح باہر اقساط میں رسالے کے ساتھ بہ طور ضمیمہ یہ ترجمہ شائع ہوتا رہے گا اور کچھ حصے کے بعد قارئین لسان الصدق ایک عمدہ کتاب کا ترجمہ اپنے پاس موجود پائیں گے۔ لیکن یہ سلسلہ دو قسطوں سے آگے جاری نہ رہ سکا۔

لہذا دراصل ہندوستان میں مسلمانوں کے دور زوال میں اصلاح معاشرت کی (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ہے)

دو سال کی جدوجہد اور مطالعہ و مشاہدے کے بعد مولانا آزاد کی نظر میں اصلاح معاشرت کی ضرورت اور اہمیت اور بڑھ گئی اور وہ لسان الصدق کے صفحات کے بعض ایک حصے کو اس اہم مقصد کے حصول کے لیے ناکافی سمجھنے لگے۔ چنانچہ ۱۹۰۵ء میں جیب انہوں نے لسان الصدق کے نئے دور کے آغاز کا عزم کیا تھا تو یہ فیصلہ بھی کیا تھا کہ اصلاح معاشرت کے میدان کو کلیتاً ”عصر جدید“ کے لیے چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ اہل علم اور اصلاح کا جذبہ رکھنے والوں کا تعاون اُسے حاصل ہوا اور وہ زیادہ دل جمعی اور اطمینان کے ساتھ اس مہم کو سر کرنے کی کوشش کر سکے۔ لیکن گزشتہ دو سال کے تجربات سے یہ بات بھی ان کے قلب پر نقش ہو گئی تھی کہ اصلاح معاشرے کی مہم اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی؛

- ۱۔ جیب تک اصلاح خیالات کا مرحلہ طے نہ ہو جائے۔
 - ۲۔ اصلاح خیالات کا مرحلہ طے کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ عورتوں کی جہالت ہے۔
 - ۳۔ عورتوں کی جہالت دور کرنے کے لیے ان کی تعلیم ضروری ہے۔ اس لیے ”اصلاح خیالات“ کے مقصد کا اس نئے دور کے مقاصد میں اضافہ کیا گیا۔
- مولانا کے نزدیک معاشرتی برائیوں کا سرچشمہ عورتوں کی جہالت سے پھوٹتا ہے۔ پس اگر اصلاح معاشرت کے معاملے میں کوئی غلصہ ہے اور قوم میں اصلاح کے عمل کا دل سے خواہشمند تو اسے سب سے پہلے عورتوں میں اشاعتِ تعلیم کی مہم سر کرنی چاہیے۔
- اس وقت جب کہ یہ بات لکھ رہا ہوں اور مولانا آزاد کے خیالات کی ترجمانی کر رہا ہوں تو میرے سامنے لسان الصدق کے علاوہ بھی اسی دور کی مولانا کی بعض تحریرات ہیں۔

ترقی اردو؛

اس مقصد کی وضاحت و تشریح میں مولانا لکھتے ہیں:

پہلی تحریک امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے پیدا کی تھی۔ انہوں نے اصلاح کی ضرورت محسوس کی اور جماعت میں اس کا احساس پیدا کیا، شاہ عبد العزیز اور ان کے اخوان نے اسے آگے بڑھایا اور سید احمد شہید اور حضرت شاہ اسماعیل شہید وغیرہ نے اس تحریک کو منظم کیا اور اپنی زبان، قلم اور عمل سے اس سلسلے میں غمناک خدمات انجام دیں۔ سرسید کی اصلاحی تحریک بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی اور حضرت شاہ شہید کا فیضانِ نظر تھا اور خواجہ و آزاد کی اصلاحی کوششیں اسی کے سنبال۔

”اردو زبان نے آج تک جس قدر علمی ترقی کی ہے، وہ کس خاص کوشش پر مبنی نہیں ہے۔ مسلمان آج تک اس سے بے خبر رہے اور صرف معمولی طور سے علمی تصانیف ان کے ذخیرے کو وسیع کرتی رہیں۔ غور کیا جائے تو چار زبانیں مشرقی زبانوں میں ایسی ملیں گی جو اردو کے ساتھ شمار کی جاسکتی ہیں۔ ترکی، عربی، فارسی اور شکلہ۔ یہ وہ زبانیں ہیں جنہوں نے جدید اثرات اردو کی طرح اسی آخری دور میں حاصل کیے ہیں۔ ان میں سے تین زبانیں خاص اسلامی ممالک کی زبانیں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فارسی نے بہ نسبت اردو کے کوئی قابل ذکر ترقی نہیں کی۔ لیکن ترکی اور عربی زبانوں کے مقابلے میں اگر اردو لائی جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ عربی زبان میں جدید علوم و فنون کی جس کثرت سے کتابیں موجود ہیں اور ہر راہ جس قدر کتابیں عربی ترجمہ ہو کر شائع ہوتی ہیں، اسے وہی شخص جان سکتا ہے جو بیروت اور مصر کی موجودہ حالت سے واقف ہو۔ ترکی زبان میں تمام جدید علوم کی کتابیں موجود ہیں اور روز بروز ترقی کرتی جاتی ہیں۔ اردو میں تو عربی کی دائرۃ المعارف (عربی انسائی کلو پیڈیا) اور انقش فی الحجۃ ہی کا جواب نہیں۔ اس مقابلے سے مقصود یہ ہے کہ اردو ابھی اور مشرقی اسلامی زبانوں سے بہت پیچھے ہے اور اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ علوم و فنون کے ترقی کے کارڈوں میں سلسلہ قائم نہیں ہوا اور صرف تعلیم کی جانب اب تک توجہ رہی۔

اس کے علاوہ اردو میں عمدہ تصانیف کی بھی کمی ہے۔ سو اچند مشہور مصنفوں کے جن کا نام انگلیوں پر شمار کیا جاسکتا ہے اور کسی قابل شخص کے قلم سے عمدہ تعینات نہیں نکلتی۔ برخلاف اس کے مغرب اخلاق ناولوں کی اور فضولی کتابوں کی اس قدر کثرت ہے کہ شاید فارسی کی کتب عشقیہ نظم و نثر بھی اس کا مقابلہ نہ کر سکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت ملک میں کافی تعداد ایسے اہل قلم کی موجود ہے جن کی کوششوں سے عمدہ کتابیں تصنیف ہو سکتی ہیں۔ لیکن عام میلان دیکھ کر وہ اس کی توقع نہیں کر سکتے کہ کسی علمی تصنیف کے ذریعے وہ اپنی رائٹ کے قاعدے سے مستفیض ہو سکیں گے۔ اس لیے انہیں بجائے مفید کتابوں کے ناولوں میں وقت صرف کرنا پڑتا ہے اور اس طرح اردو زبان کا علمی دائرہ بجائے وسیع ہونے کے

روز بروز ننگ ہوتا جاتا ہے۔

یہ تمام ضرورتیں ایک ایسی انجمن کی منتظر تھیں جو اردو زبان کی ترقی کے وسائل پیدا کرے اور اہل قلم کی مدد کرے ان سے علمی خدمت لے۔ مٹھن ایجوکیشنل کانفرنس کے لٹریبری سیکشن کا انجمن ترقی اردو قائم کرنا واقعی ہیں امید دلار ہے کہ اس انجمن کی بدولت یہ تمام ضرورتیں رفع ہو جائیں گی اور ہم ایک دل اپنی زبان کو علمی زبانوں کی ہم سری کرتے ہوئے دیکھیں گے۔

سان الصدق کا دوسرا مقصد ”ترقی اردو“ ایسی انجمن کے متعلق ہے۔ یہ ان تمام مسائل کو عمل میں لائے گا جو ترقی اردو کے لیے انجمن قرار دے گی۔ بالخصوص بنگال میں انجمن کے مقاصد کی اشاعت اور بنگال کی اہل قلم جماعت کو اس پر توجہ کرنا سان الصدق کا اہم فریضہ ہے۔“

تنقید:

سان الصدق کا تیسرا مقصد ”تنقید“ یعنی اردو تصانیف پر منصفانہ ریویو کرنا“ قرار پایا تھا۔ اس مقصد کی اہمیت پر بھی مولانا آزاد نے تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں: ”انگریزی میں کسی کتاب پر ”ریویو“ کرنا یہ مفہوم رکھتا ہے کہ اس کتاب کے حسن و قبح پر بحث کی جائے اور ریویو نویس اپنی رائے ظاہر کرے۔ لیکن اردو میں ہمیشہ ریویو کا ترجمہ ”تقریظ“ کیا گیا ہے، جس سے ریویو کا اصلی مفہوم ہی مفقود ہو گیا۔ اس لیے کہ تقریظ تو عام طور پر کسی کتاب کی مدح و تحسین کرنے کا مفہوم رکھتی ہے۔ برخلاف ریویو کے کہ اس کا مفہوم صرف اس کے حسن ہی پر بحث کرنی نہیں ہے بلکہ اس کے قبح پر بھی بحث چینی کرنی ہے۔ اکثر کتابوں کے آخر میں بعض ہم عصر افاضل کی تقریظیں نظر آتی ہیں، جن میں مدح و تحسین سے دو تین صفحے کاٹے کرنے کے سوا ”دکڑٹسزم“ کے اصول سے ذرا بھی کام نہیں لیا جاتا۔ تقریظ کا صرف مدح و تحسین کا مفہوم رکھنا یہاں تک مستم ہو گیا ہے کہ اگر کسی تقریظ میں کتاب پر کوئی ذرا سا اعتراض کیا ہو یا کتاب کی کسی قدر خرابی ظاہر کی ہو تو وہ تقریظ کے دائرے ہی سے باہر سمجھ کر اس قابل نہیں سمجھی جاتی کہ کتاب کے ساتھ شائع کی جائے۔

مرسید احمد خاں نے جب اپنے ابتدائی زمانے میں ”آئین اکبری“ کا تصحیح کا دور

اُسے طبع کیا تو مرزا اسد اللہ خاں غالب مرحوم سے تقریظ کی فرمائش کی مرزا صاحب یورپ کے جدید آئین کے دلدادہ تھے اور آئین اکبری کو ایک فضول کام سمجھتے تھے۔ انھوں نے سرسید کی خاطر تقریظ تو نظم میں لکھ دی، لیکن اظہارِ رائے سے نہ بچ سکے۔ تقریظ کا پہلا شعر یہ ہے:

مشرودہ یاراں برا کہ این دیریں کتاب

یافت از اقبال سید فتح باب

اس کے بعد انھوں نے انگریزوں کے آئین اور ایجادات کی تعریف کی ہے اور اس کتاب میں سرسید نے جو عرق ریزی کی تھی، اُسے شاعرانہ پہلو سے فضول بتلایا ہے اور چند شعر سرسید کی مدح میں لکھ کر تقریظ ختم کر دی ہے۔

سرسید نے جب تقریظ دیکھی تو بہت ناراض ہوئے اور کتاب کے ساتھ شائع نہیں کی۔ اس ناراضی کا اصل سبب یہ تھا کہ سرسید ”ریویو“ کے اصلی مفہوم کے عادی نہ تھے۔ تقریظ میں صرف مدح و تحسین کا ہونا ان کے ذہن نشین تھا۔

”ریویو“ کا اصلی ترجمہ ہمارے زبانوں میں ”تنقید“ سے بہتر نہیں ہو سکتا اور ممالک اسلامیہ میں ”ریویو“ کی جگہ یہی لفظ مستعمل ہے۔ ہندوستان کے عام اخبارات میں آج کل جس طریقے سے کتابوں پر بالعموم ریویو کیا جاتا ہے، اُسے ریویو کی جگہ تقریظ کہنا چاہیے۔ نہ کتاب کی پوری کیفیت ظاہر کی جاتی ہے اور نہ اس کے حسن و قبح پر بحث ہوتی ہے۔ صرف مصنف اور جائے طبع اور قیمت کی اطلاع دے دینی ریویو نویسی کا فرض سمجھا گیا ہے۔ ایسے ریویو سے عطاوہ اس کے کہ ریویو نویسی کا اہم فرض نہیں پورا کیا جاتا، سب سے بڑی یہ خرابی پیدا ہوتی ہے کہ کتاب کے نقصان نہ پہلک پر ظاہر ہوتے ہیں اور نہ مصنف پر نذرانہ مصنف بھی تقریظ کے عادی ہو جاتے ہیں اور پھر وہ کسی قسم کے اعتراض سننے کا قابلیت نہیں رکھتے۔

سان الصدق کا فرض ہو گا کہ وہ ہر کتاب پر اپنی سچی رائے ظاہر کرے۔ اور جس طرح کتاب کا روشنی پہلو پہلک کے سامنے کر دے، اسی طرح اس کے تاریک پہلو کو بھی پیش کر دے۔ وہ اس کی بائبل پر و انہیں کرے گا کہ اس کا مصنف کون

ہے اور کس پائے کا ہے؟ وہ تصنیف گو کیسے ہی با اقتدار اور مشہور شخص کی کیوں نہ ہو۔ یہ اس کی سچی خوبیاں ظاہر کر دے گا۔ کیوں کہ یہ لسان الصدق ہے اور سچائی اس کا دستور العمل ہے۔“

لسان الصدق میں مولانا کے قلم سے تنقید کے بہترین نمونے موجود ہیں لیکن تنقید کی جو اہمیت مولانا کی نظر میں تھی اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا خود اس سے مطمئن نہ تھے اور لسان الصدق کے محدود صفحات کو اس کے لیے ناکافی خیال کرتے تھے۔ اس لیے انہوں نے خاص اس مقصد کے لیے ”ریویو“ کے نام سے ایک رسالہ نکلانے کا عزم کیا۔ اس سلسلے میں مولانا فرماتے ہیں:

”..... انتقاد اس قدر ضروری اور اہم ہے کہ اس کے لیے ایک ایسا رسالہ جو اور مقصد کے لیے بھی اپنے اوراق صرف کرنا چاہتا ہو، کافی نہیں ہو سکتا اور اس لیے ہم نے اس مقصد کے لیے لسان الصدق کا ایک ضمیمہ ”ریویو“ جاری کرنا تجویز کیا ہے۔ جس کا اشتہار کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا“

اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے اس مشترکہ شمارے میں پورے ایک صفحے پر ”ریویو“ کا اشتہار بھی چھپا ہے۔ اس میں تفصیل کے ساتھ ”ریویو“ کے نصب العین اور مقاصد اجراء کی مراد فرمائی ہے۔

۱۵ جون سے اسے نکلانے کا عزم بھی کر لیا تھا۔ اگرچہ ایسا ممکن نہ ہو سکا۔

علمی مذاق کی اشاعت؛

یوں تو پورے ملک میں علمی مذاق کی اشاعت مولانا کے پیش نظر تھا۔ لیکن بنگال میں جس کے مرکز کلکتہ میں مولانا ایک مدت سے مقیم تھے، خاص طور پر علمی مذاق کی اشاعت چاہتے تھے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”و لسان الصدق کا چوتھا مقصد علمی مذاق کی اشاعت بالخصوص بنگال میں ہے اگرچہ یہ مقصد عمومیت کے ساتھ تمام ہندوستان سے تعلق رکھتا ہے لیکن بنگالہ کی خصوصیت خاص اس صوبے کے مسلمانوں کی حالت پر مبنی ہے۔ ہندوستان میں تعلیم روز بروز ترقی کرتی جاتی ہے اور بالخصوص مسلمانوں میں تعلیم یا فوجیت بڑھتی جاتی ہے لیکن باوجود اس کے علمی مذاق جس چیز سے عبارت ہے اس

کی مسلمانوں میں بڑی کمی ہے۔ زندہ دلاں پنجاب ہمارے کیلئے سے کسی قدر مستثنیٰ ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں ورنہ ہندوستان کی عام حالت کے متعلق تو ہمارا اندازہ بہت صحیح ہے۔

علمی مذاق سے ہماری مراد اخبارات کا مطالعہ، علمی رسائل کی کثرت، مجالس علمی کی شرکت، علمی مباحث کا چرچا جو پنجاب کے سوا اور کہیں خال خال نظر آتا ہے۔ یہ تو ہمارے مقصد کے عام پہلو کی تشریح تھی۔ بنگالہ کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ یہاں کی اسلامی سوسائٹی اس مذاق سے بالکل مبرا ہے۔ اور اگر ہمارے بعض احباب بنگالہ اجازت دیں تو ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ انہیں اپنی غلطی کا احساس بھی نہیں ہے۔

برخلاف مسلمانوں کے اگر اس صوبے کے ہندو بنگالیوں کو دیکھا جائے تو زمین و آسمان کی اُن نیچرل تشبیہ نیچرل معلوم ہوگی، جو علمی مذاق اور دماغی ترقی ہندوؤں میں نظر آتی ہے اُسے دیکھ کر ایک باریک بین نگاہ حیرت میں آجاتی ہے کہ ایک ہی خاک کے دونوں جوان ایک ہی یونیورسٹی سے کامیاب ہو کر نکلتے ہیں نیک مسلمان نوجوان کسی خاص شغل کو حاصل کر کے ایسا بے خود ہو جاتا ہے کہ اُسے کسی قسم کی علمی تحریک ہشیار نہیں کر سکتی۔ برخلاف اس کے وہ ہندو نوجوان باوجود دے کہ ایک اعلیٰ درجے کے کام میں مہمک ہوتا ہے، علمی مذاق سے اپنی دماغی قوت کو قوی کرتا ہے اور شب و روز مسائل علمی اور مباحث فنی کے مطالعے میں مشغول رہتا ہے۔ ایسی حالت میں کیا کوئی نریا لوجسٹ ہمیں بتا سکتا ہے کہ بنگالہ کے مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی دماغی امتیاز ہے؟ یہ ممکن تھا کہ ہم بلا دریافت کے خارجی امتیاز کی بنا پر دماغی امتیاز بھی تسلیم کر لیتے۔ لیکن جب ہم انہیں بنگالی مسلمانوں میں بعض ایسے گراں مایہ وجود بھی دیکھتے ہیں جن کی علمی قابلیتوں کا تمام انڈیا معترف ہے اور جن کا قابلِ عظمت جو ہر اپنی ملکی زبان میں ظاہر نہیں ہوا ہے بلکہ ایک غیر مانوس علمی زبان میں انہوں نے اپنا سکہ چھایا ہے تو ہمارا یہ خیال بالکل غلط ثابت ہوتا ہے اور ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہندوؤں کی علمی قابلیت کی اصلی وجہ ان کا علمی مذاق ہے، جس میں وہ کالج سے

نکل کر ہمیشہ مشغول رہتے ہیں اور مسلمانوں کی عدم قابلیت کی حقیقی وجہ اس مذاق سے بے بہرہ ہونا ہے جس کا انھیں بالکل احساس نہیں ہے۔

لسان الصدق اپنی کوششوں سے پہلے ان میں اس کا احساس پیدا کرے گا اور پھر اس مذاق کی اشاعت کرے گا۔ اس صوبے سے کسی علمی رسلے کا اردو میں نہ نکلتا اس مذاق کے نہ ہونے کی یقین دہانی تھی، جس کمی کو لسان الصدق نے عالم وجود میں قدم رکھتے ہی پورا کر دیا اور اسی طرح اپنی اور کوششوں میں بھی کامیاب ہو گا۔
والسعی منی والافتاء من اللہ تعالیٰ

(لسان الصدق ۲۰، نومبر ۱۹۷۷ء ج ۱)

لسان الصدق کے مقاصد کی اس تفصیلی و تشریح کے مطالعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا آزاد نے اوائل عمر اور علمی زندگی کے آغاز ہی میں پختہ علمی، ادبی اور لسانی و سماجی شعور حاصل کر لیا تھا۔ اس وقت مولانا کی عمر صرف پندرہ برس کی تھی اور اس وقت انھوں نے حیات کہی تھی، اس سے بند بات آج تک زبان و قلم پر نہیں آئی۔

لسان الصدق کے تمام مضامین اس کے مقاصد کے دائرے کے اندر ہی ہیں۔ سو فاضل ریغام اور تنقید کے میدان میں لسان الصدق کی علمی خدمات کا ذکر پہلے صفحات میں آچکا ہے۔ اردو کی ترقی اور اسے ایک علمی زبان بنانے کے سلسلے میں لسان الصدق کے تمام اہل قلم کے کاموں پر تبصرے کے لیے تو ایک دفتر مطلوب ہو گا۔ یہاں صرف مولانا آزاد کی خدمت پر ایک سربراہ نظر ڈال لینا مناسب ہو گا۔ مولانا آزاد کے قلم سے لسان الصدق میں مندرجہ ذیل مضامین اور نوٹس ہیں:

www.KitaboSunnat.com

- ۱۔ اردو شارٹ ہینڈ فروری ۱۹۰۴ء
- ۲۔ مکی زبان سے غفلت
- ۳۔ دارالسلطنت ہند میں ایک عمدہ پریس کی فہرست اپریل
- ۴۔ اردو انسائیکلو پیڈیا جون جولائی
- ۵۔ دیسی اور ولایتی الفاظ اگست ستمبر
- ۶۔ ترقی اردو اور تراجم علوم و فنون (۱) " " "
- اپریل مئی ۱۹۰۵ء (۲) " " "

مضامین پر سرسری تبصرہ :

اس فہرست میں سب سے پہلا عنوان ”اردو شارٹ ہینڈ رائٹنگ“ کی ایجاد سے متعلق ایک نوٹ ہے۔ اس کے مطابق یہ فن منش غلام رسول (بیٹی) نے ایجاد کیا تھا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کے سامنے اردو کی علمی ترقی ہی کا مسئلہ نہ تھا بلکہ عام اور کاروباری زندگی اور سرکاری اور غیر سرکاری دفاتروں میں اردو کے نفاذ و رواج کا مسئلہ اور زمانے کی تیز رفتاری اور اس کی ضروریات و مقتضیات بھی تھیں۔

دوسرا مضمون مصر کے روزنامے ”الموید“ کے ایک مضمون کا ترجمہ ہے، جس کے شروع میں مولانا نے ایک نوٹ دیا ہے۔ اس نوٹ میں مولانا نے شکوہ کیا ہے کہ ہمارے نوجوان کئی عالمی زبانوں میں عبور حاصل کرتے ہیں لیکن اپنی ملکی زبان سے غفلت برتتے ہیں۔ حالانکہ تہذیب و دراصل وہی شخص ہے جو اپنے قومی اور مذہبی لڑکچہ سے بھی واقف ہو۔ مولانا نے توقع ظاہر کی ہے کہ جدید تعلیم یافتہ نوجوانوں کو اپنی ملکی اور قومی زبان کی تحصیل کی بھی سعی کرنی چاہیے۔ زبان کی ترقی میں پریس کا جو اہم کردار رہا ہے اور آئندہ بھی اُسے جو اہمیت حاصل رہے گی، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مولانا آزاد کو اس کا شدید احساس تھا۔ اس لیے پریس کی ترقی اور آزادی کے لیے جو کوششیں مولانا نے اہلال کے آغاز اشاعت (۱۹۱۲ء) سے کی تھیں اور اہلال کے دور ثانی (۱۹۲۷ء) تک جاری رہیں۔ ان کا سر آغاز ۱۹۰۱ء یا ۱۹۰۲ء میں ملتا ہے جب انھوں نے ایڈورڈ گزٹ شاہجہان پور کی وقتی ایڈیٹری کے زمانے میں پریس کے سلسلے میں ایک نوٹ لکھا تھا اور پھر مخزن، لاہور سٹی ۱۹۰۲ء میں انھوں نے فنی اخبار نو بی کے عنوان سے مضمون لکھا تھا۔ اس کے دو سال کے بعد لسان الصدق اپریل ۱۹۰۴ء میں مولانا نے دارالسلطنت ہند میں ایک عہدہ پریس کی ضرورت کے عنوان سے یہ مضمون لکھا تھا۔

اردو انسائی کلو پیڈیا کی تحریک کی ایک طویل تاریخ ہے۔ مختلف اوقات میں کئی حضرات نے اس کی تالیف و تدوین کا عزم کیا لیکن مختلف وجوہ سے یہ سبیل منڈھے نہ چڑھ سکی مولانا آزاد نے کئی ایسی تجویزوں اور عزائم کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے :

”فی الحقیقت اردو انسائی کلو پیڈیا کی اشد ضرورت ہے اور انجمن ترقی اردو کو مزور اس پر توجہ کرنی چاہیے۔ اس کی ترتیب کے متعلق ایک اور آسان تجویز ہے جو پیش کر دی جائے گی“

مولانا کے اس نوٹ سے جو لسان الصدق کے جون جولائی ۱۹۰۴ء کے مشترکہ شمارے میں چھپا تھا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا اپنی علمی و ادبی زندگی کے آغاز ہی سے اردو زبان کی ترقی اور اس کے علمی لٹریچر میں اضافے کے بارے میں سوچتے تھے اور اس کے لیے ان کے ذہن میں تجاویز تھیں جن کا اظہار لسان الصدق کے مقاصد کی تشریح اور مختلف مضامین وغیرہ میں ہوا ہے۔

لسان الصدق اور بعض دیگر مآخذ کے حوالے سے اردو زبان اور علوم و فنون کی ترقی، تراجم کی اہمیت اور موضوع کے اطراف و جوانب پر مولانا آزاد کی خدمات کے بارے میں یکن اپنی کتاب ”اردو کی ترقی میں مولانا آزاد کا حصہ“ میں تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں۔ اس لیے یہاں اس بحث کی تکرار مناسب نہیں۔

لسان الصدق کے نئے دور کا آغاز:

جنوری ۱۹۰۵ء سے مولانا آزاد لسان الصدق کا ایک نیا دور شروع کرنا چاہتے تھے۔ اگرچہ اس شمارے کی اشاعت میں اتنی تاخیر ہوئی کہ جنوری کے شمارے کو اپریل مئی ۱۹۰۵ء کا مشترکہ شمارہ بنانا پڑا۔ اس شمارے میں مولانا نے اپنے تجربے اور مطالعہ و شاہدہ کی روشنی میں لسان الصدق کے مقاصد کا از سر نو تالیف کی ہے۔

اس میں مولانا نے اس کے پہلے مقصد سوشل ریفارم کو ان سے الگ کر دیا ہے کہ یہ مقصد نہایت توجہ کا طالب تھا اور لسان الصدق کے دیگر مقاصد کے ساتھ ان پر قرار واقعی توجہ کی جاسکتی تھی اور نہ اس کی اہمیت کے مطابق اس کے لیے صفحات کی گنجائش پیدا کی جاسکتی تھی۔ نیز ”خدمت“ ”عمر جدید“ نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے رہا تھا۔ عمر جدید کا اجرا آل انڈیا محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے شعبہ اصلاح معاشرت کے تحت عمل میں آیا تھا خواجہ غلام اشقلین مرحوم اس شعبے کے سکریٹری اور عمر جدید کے ایڈیٹر تھے۔ مولانا فرماتے ہیں:

”لسان الصدق کے قدیم مقاصد میں پہلا مقصد سوشل ریفارم درحقیقت ایک

اے خاکسار کی یہ کتاب ہندوستان میں ”انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی ۱۱۰۰۰۲ء سے اور پاکستان میں ”ادارہ تصنیف و تحقیق پاکستان، کراچی ۴۱ء“ سے شائع ہوئی ہے۔ اس میدان میں مولانا آزاد مرحوم کی خدمات کے تفصیلی مطالعے کے لیے اس کتاب سے رجوع کرنا چاہیے۔

مفید اور ضروری مقصد ہے اور اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ ایسے اہم مقصد کو
ضنی طور پر داخل مقاصد کیا جائے۔ معزز ”عمر جدید“ اس کام کو نہایت
خوش اسلوبی سے انجام دے رہا ہے اور یہ اسی کا حصہ ہے۔ لہذا یہ مقصد
آئندہ کے لیے مقاصد لسان الصدق سے الگ کرتے ہیں ۴

اس بیان سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا کے دل میں اس مقصد کی اہمیت کم نہیں
ہو گئی تھی بلکہ اس کا نقش کچھ اور گہرا ہو گیا تھا نیز یہ کہ وہ صحافت میں تقسیم موضوعات کے قائل
تھے اور اس اصول کے تحت چاہتے تھے کہ علم و ادب اور سماجی، معاشرتی، تاریخی، مذہبی
اصلاح و ترقی کے مقاصد کے لیے الگ الگ رسالے جاری کیے جائیں اور ان پر پوری
توجہ دی جائے۔

یہ مقصد ہمیشہ مولانا کے سامنے رہا اور اس سلسلے میں اہم، فکر انگیز اور نہایت مفید
مضون لسان الصدق میں شائع ہوئے۔ لکھنے والوں میں مولانا آزاد کے علاوہ مولانا محمد یوسف
جعفری رنجور، مولوی ابو الغفر غلام یاسین آہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس سلسلے میں اہم چیز جو مولانا کے خیالات کے مطالعے سے سامنے آتی ہے کہ غلط
عوائد و رسوم کی اصلاح میں سب سے بڑی رکاوٹ غلط خیالات اور توہمات ہوتے ہیں
اس لیے اگر عمل اصلاح میں یہ ترتیب رکھی جائے کہ پہلے غلط عقائد کو درست کر دیا جائے،
باطل خیالات کی اصلاح کر دی جائے اور توہمات میں مبتلا ذہنوں کو اس کے سحر سے نجات
دلا دی جائے تو اصلاح کی راہ آسانی اور منزل نزدیک ہو جاتی ہے۔ مولانا آزاد کے نزدیک
اصلاح خیال کی اہمیت اتنی زیادہ تھی کہ ۱۹۰۵ء سے جب لسان الصدق کے نئے دور کا آغاز
کر رہے تھے تو اس کے مقاصد میں یہ اضافہ کیا۔

۲۔ لسان الصدق کا دوسرا مقصد دور ازل میں ”ترقی اردو“ تھا۔ یہ مقصد دوسرے دور
میں بھی اسی طرح پیش نظر رہا۔ بلکہ دوسرے دور میں مولانا نے اسے لسان الصدق کا اصل اصول
قرار دیا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ۵:

”دوسرا مقصد ”ترقی اردو“ درحقیقت لسان الصدق کی آئندہ زندگی کا اصل
اصول ہے کیوں کہ اردو کی ترقی محض علمی مضامین کی اشاعت اور اردو داں
پبلک کے علمی مذاق پر موقوف ہے اور لسان الصدق بھی اپنا آئندہ مقصد

قرار دیتا ہے“

۳۔ دورِ اول میں تیسرا مقصد علمی مذاق کی اشاعت تھا۔ دوسرے دور میں بھی اس کی اہمیت برقرار رہی اور اردو کی ترقی کو علمی مضامین کی اشاعت پر موقوف قرار دیا گیا ہے۔ اور آئندہ کے لیے اس کی پہلی خصوصیت قرار دی گئی مولانا لکھتے ہیں:

”یہ نتیجہ ٹریری اور تفریحی (مضامین) ترک کر کے صرف کارآمد اور علمی مضامین اس میں شائع کیے جائیں گے“

اگرچہ کہنے کو اب دوسرا مقصد اردو کی ترقی اردو ہے لیکن غور کیجیے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اصل اور بنیادی مقصد علمی مضامین کی اشاعت اور علمی ذوق کی تربیت ہے اور حاصل اس کا ”ترقی اردو“۔ اس مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”دریچہ پکرنے کو اس کا ساتھ نہیں چھوڑا مگر وہ لٹریچر دنیا سے بالکل ترک تعلق کرنا ہے اور اب ہمیشہ کے لیے علوم و فنون کے چٹیل میدان میں قدم رکھنا ہے“

چند خاص موضوعات:

لیکن علوم و فنون کی دنیا جو سیکڑوں علوم و فنون تک پھیلی ہوئی ہے۔ اگر اس باب میں کوئی نظام پیش نظر نہ ہوتا تو قارئین کے علمی ذوق کی تربیت ممکن نہ ہوتی۔ اگر سیکڑوں علوم و فنون میں سے کبھی کسی ایک علم سے متعلق کبھی کسی فن کے متعلق کسی نظام کے بغیر مختلف و متفرق علمی مضامین شائع کیے جاتے رہے تو علمی ذوق کی تربیت میں ان سے وہ فائدہ نہ اٹھایا جاسکتا تھا جو پیش نظر تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ چند علوم کو منتخب کر لیا جاسا اور اسی دائرے میں علمی مضامین شائع کیے جاتے اور ایک محدود دائرے میں یکے بعد دیگرے مضامین کی اشاعت سے وہ فوائد حاصل کیے جاتے جو پیش نظر تھے۔

مولانا آزاد نے لسان الصدق کو علمی مضامین کی اشاعت کے لیے وقف کر دیے کا فیصلہ کیا تو اس کے لیے ایک منصوبہ اور نظام ان کے ذہن میں تھا جس کا اظہار انہوں نے اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے شمارے میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”لسان الصدق کے آئندہ مضامین کے لیے ہم نے ”علوم“ سے تین بھیج دیے

انتخاب کر لیے ہیں۔ جن کی اشاعت اس کا مقصد ہوگا۔ سائنس، تاریخ، اخلاق۔

چوں کہ لسان الصدق کی آنے والی زندگی کا مذہبی تحقیقات سے بھی تعلق رہے گا۔ اس لیے مذہب کا مقصد سببیکٹ بھی اس کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے اور تین سے چار تک تعداد بڑھائی جاتی ہے۔

انہیں میدانوں تک لسان الصدق کی آئندہ قلمی کوشش محدود رہے گی۔ اور یہی وہ میدان ہیں جن میں محدود رہنے کی لسان الصدق کوشش کرے گا۔ وہ ایسی بلند پروازی کو پسند نہیں کرتا جو اس دائرے سے اُس کو باہر کر دے۔

آخری جملے میں مولانا نے بڑی حکیمانہ بات کہی ہے۔ علم و عمل کے کسی میدان میں بھی بہترین نتائج کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ تقسیم کار اور دائرہ بحث و عمل کے اصول کی سختی سے پابندی کی جائے اور جو دائرہ کار مقرر کر لیا جائے اس سے باہر قدم نہ نکالا جائے۔

۴۔ دورِ اول میں چوتھا مقصد ”تنقید“ یعنی اردو نصابیت پر منصفانہ ریویو کرنا تھا۔ دوسرے دور میں یہ مقصد تیسرے مرتبے میں نمایاں ہوا لیکن اس اہمیت کے ساتھ کہ لسان الصدق کے محدود صفحات کو اس کے لیے کافی سمجھا گیا اور خاص اس مقصد کے لیے ”ریویو“ کے نام سے ایک مستقل ضمیمہ نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں:

”تیسرا مقصد ”انتقاد“ اس قدر ضروری اور اہم مقصد ہے کہ اس کے لیے ایک رسالہ جو اور مقاصد کے لیے بھی اپنے اوراق صرف کرنا چاہتا ہو، کافی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ہم نے اس مقصد کے لیے لسان الصدق کا ایک ضمیمہ ”ریویو“ جاری کرنا تجویز کیا ہے۔ جس کا اشتہار کسی دوسری جگہ درج کیا جائے گا“

۵۔ دورِ اول میں لسان الصدق کے چار مقاصد بیان کیے گئے تھے۔ لیکن چوں کہ ٹول ریفلا کے مقصد کو اس سے الگ کر دیا گیا تھا، اس لیے ”دور ثانی“ میں تین مقصد باقی رہے اور ایک نئے مقصد کا اضافہ کیا گیا اس طرح دور ثانی میں بھی چار مقاصد ہی اس کے صفحات پر نمایاں ہوئے تھے۔

اصلاح خیال۔ ایک نئے مقصد کا اضافہ:

اس دور میں مولانا نے لسان الصدق کے مقاصد پر نظر ڈالی اور اس میں جو ترمیم و

اصلاح مزدوری سمجھی اس کی تفصیل گزر چکی ہے لیکن اس دور کی ایک اہم خصوصیت ایک مقصد ۱۰ اصلاح خیال کا اضافہ ہے۔ مولانا فرماتے ہیں :

”لسان الصدق کے آئندہ مقاصد میں ایک مقصد اصلاح خیال بڑھایا جاتا ہے۔ جس کی زیادہ تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ قوم میں جو مذہبی، اخلاقی، تاریخی اور علمی غلط فہمیاں طبیعت ثانی ہو کر پھیل گئی ہیں ان کو مختلف دلائل اور مختلف علمی ذرائع سے دور کرنے کی کوشش کرنا، خیالات میں صلاحیت پیدا کر کے تاریکی سے نکالنا اور روشنی کا عادی بنانا تاکہ آئندہ نسلیں ان کمزوریوں سے محفوظ رہیں اور آنے والا زمانہ توہمات کی تاریکی سے پاک و صاف ہو جائے۔“

اس سلسلے میں جو اہم چیز مولانا کے خیالات اور لسان الصدق کے اصلاحی مضامین کے مطالعے سے سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ عوام و رسوم کی اصلاح میں سب سے بڑی کاٹ غلط خیالات اور توہمات ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر اصلاح عمل میں یہ ترتیب رکھی جائے کہ پہلے غلط عقائد کو درست کیا جائے، باطل خیالات کی اصلاح کی جائے اور توہمات میں مبتلا ذہنوں کو اس کے سحر سے نجات دلادی جائے تو اصلاح عمل کی راہ صاف اور آسان ہو جاتی ہے۔

ادیر مولانا آزاد کی تحریر کا جو اقتباس گزرا ہے اس کے مطالعے سے اندازہ ہوا کہ اصلاح خیال کا مفہوم مولانا کے ہاں عوام و رسوم کے میدان میں غلط خیالات کی اصلاح تک محدود نہیں بلکہ مذہب، اخلاق، تاریخ کے میدانوں تک وسیع ہے۔ مولانا کے نزدیک جہاں بھی غلط خیالات توہمات موجود ہیں، ان کی اصلاح کی ضرورت ہے اور یہی ”اصلاح خیال“ کے مقصد کے اضافے کا مطلوب ہے۔

پچھلے صفحات میں لسان الصدق کے نئے دور میں مولانا آزاد کے جن خیالات اور عزائم کا ذکر کیا گیا ہے، اگرچہ اعلان و اظہار عزائم سے یہ بات آگے نہ بڑھی اور ان عزائم کے مطابق لسان الصدق کا کوئی نقش دنیا کے سامنے نمایاں نہ ہو سکا۔ لیکن مولانا کے خیالات بہ تفصیل ہمارے سامنے آگئے ہیں، جن سے ہم آج کی صحافت کے مقاصد و مضامین کی تالیف و تہذیب اور تقسیم و ترتیب میں ضرور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

لسان الصدق کی چار گانہ خصوصیات:

دواب لسان الصدق ایک ایسے رسلے سے عبارت ہے جو کارآمد مفید ملک اور سائنس ٹی ٹک مضامین کا ایک عمدہ مخزن ہے۔ جس کے کارآمد اور مفید بنانے میں ہندوستانی کوشش کے تمام ممکن ذرائع سے کام لیا گیا ہے اور جس سے بہتر نمونہ اردو پریس کی موجودہ حالت نہایت مشکل سے پیش کر سکتی ہے۔

۱۔ اوّل یہ کہ چھپائی، لکھائی اور کاغذ کا عہدگار ان کی ظاہری صورت میں دل فریبی اور خوش نمائی پیدا کر دیتی ہے جو اردو رسائل میں بالکل نہیں ہے۔ اگر ایک دو رسالے اس امر میں زیادہ کوشش کرتے بھی ہیں تو بھی ان کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔

۲۔ دوم یہ کہ ان کی ضخامت اس قدر زیادہ ہوتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ ضخامت کے اردو

رسالے کو اس کا تیسرا حصہ بھی بہ مشکل کہا جاسکتا ہے۔ اس لیے ان میں مضامین ہر قسم کے بہتر آسکتے ہیں اور ایک مہینے کی دل چسپی کافی سامان جمع کر سکتے ہیں۔

۳۔ سوم یہ کہ مضامین کے جمع کرنے میں نہایت کوشش اور محنت سے کام لیتے ہیں۔ اردو رسالوں میں دو چار رسالے ایسے بہ مشکل نکلیں گے جن کے ہرگز میں کوئی نہ کوئی عمدہ مضمون موزور ہو۔ ورنہ عموماً صفحات پڑی کے لیے ہر قسم کے ردی اور بے نتیجہ مضامین جمع کر دیے جاتے ہیں۔

۴۔ چہارم یورپ اور امریکہ کے رسالوں میں ایک ایسی عجیب قوت سے کام لیا جاتا ہے جو رسالے میں ایک نئی روح پیدا کر دیتی ہے اور یہی وہ روح ہے جس سے ہمارے اردو رسالے بالکل خالی ہیں۔ اس لیے ان کے مقابلے میں بے جان مردے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ وہ عجیب قوت ”تساویر“ ہیں، جن کا مضامین کی دل چسپی اور اہم مطالب کی تسہیل کے علاوہ رسالے کی ظاہری صورت پر بھی نمایاں اثر پڑتا ہے۔

”تصویر“ آج بیسویں صدی میں تاریخی، اخلاقی مضامین کا جزو اعظم تسلیم کر لی گئی ہے اور روز بہ روز اس کی ضرورت پر زیادہ توجہ ہوتی جاتی ہے۔ اس لیے جیب تک اردو رسائل اس قوت سے کام نہ لیں گے، ان میں وہ خوبیاں پیدا نہیں ہو سکتیں جو یورپ کے رسالوں کی خصوصیات تسلیم کی گئی ہیں۔

یہ وہ خصوصیتیں ہیں جن سے اردو رسالے بالکل محروم ہیں۔ اس لیے متعدد رسائل کی موجودگی پر بھی اردو میں ایسے رسالوں کی سخت ضرورت باقی ہے جو یہ خصوصیات حاصل کر کے مغربی تقلید کا کامل نمونہ پیش کریں اور دل چسپ گربے نتیجہ مضامین کو ترک کر کے خشک مگر کارآمد مضامین سے ملک میں علمی مذاق پیدا کریں۔

مساویر:

مولانا نے یورپ اور بعض اسلامی ممالک کی مصافحت کی جن چہارگانہ خصوصیات

کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ نہایت واضح ہیں۔ ان کی حقیقت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ میں یہاں صرف چوتھی خصوصیت ”تصویر“ کے حوالے سے چند خیالات کے اظہار پر اکتفا کروں گا۔

سان الصدق میں تصاویر شائع نہیں ہوئی تھیں۔ اس وقت کا عام چلن بھی یہی تھا لیکن ۱۹۰۵ء میں جب نئے دور کا آغاز کیا جا رہا تھا تو مولانا آزاد نے تصاویر کی شمولیت کا فیصلہ بھی کر لیا تھا۔ لیکن یہ فیصلہ رسالے کے ظاہر کو محض خوبصورت اور دل کش بنانے کے نقطہ نظر سے نہ تھا جیسا کہ بعض ادبی تعریفی رسائل میں ایک دو خوبصورت تصاویر شامل کر لی جاتی تھیں یا سرورق کو کسی تصویر سے حسین و رنگین بنا دیا جاسکتا تھا۔ مولانا نے تصاویر کی تاریخی و علمی افادیت کے پیش نظر اور کسی مضمون کی تفہیم و تسہیل اور اس سے دلچسپی پیدا کرنے کے نقطہ نظر سے یورپ اور امریکہ کے رسائل کی تقلید میں یہ فیصلہ کیا تھا۔ اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے شمارے میں جہاں سان الصدق کے آئندہ خصائص کے بارے میں بحث کی ہے۔ اس دفعہ (۴) کے تحت مولانا نے جو تحریر فرمایا اس پر ایک نظر پھر ڈال لیجیے۔ اس سے مولانا کے علمی ذوق اور اس کے فروغ و تربیت کے لیے ذرائع و وسائل کے باب میں مولانا کے شعور اور آزاد و بلند خیال کا اندازہ ہوتا ہے۔

تصاویر کی علمی افادیت اور مضامین کی تفہیم و تسہیل میں، ان کی اہمیت کے بارے میں مولانا نے ۱۹۰۵ء میں ان خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ اس سے ہمیں الہلال کو با تصویر نکالنے کے فیصلے کا پس منظر بھی معلوم ہو جاتا ہے اور الہلال میں مطبوعہ تصاویر پر نظر ڈالنے سے ان کی علمی، تاریخی، اہمیت اور مضمون کی تسہیل کے نقطہ نظر سے ان کی افادیت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

سورہ کہف میں ذوالقرنین کی بحث میں مولانا نے ترجمان القرآن میں سائرس کے ایک مجسمے کی تصویر شامل کی تھی۔ یہ مجسمہ ایران میں آشور قدیمہ کی کھدائی کے دوران میں دریافت ہوا تھا۔ مولانا نے تفسیر کے اس مقام پر جہاں ذوالقرنین کی شخصیت کے تعین کی بحث کی ہے، اس میں اگر یہ تصویر سامنے ہو تو تاریخ میں مذکور ایران کے سائرس اور قرآن کے ذوالقرنین کے خصائص و فکر و سیرت کے موازنے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔ لیکن

جو ذہن کسی تصویر کی علمی افادیت سے آشنا نہ ہو، وہ اسے گوارا نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ایک بزرگ نے یہ سن کر کہ تفسیر میں تصویر چھاپی گئی ہے مفسر کے خلاف کفر کا فتوٰی کاغذ دیا۔

تصویر و تمثیل کی علمی افادیت و اہمیت کے بارے میں مولانا آزاد نے ایک مستقل تحریر میں بھی نہایت اہم اور مفید اشارے کیے ہیں۔ مولانا کی یہ تحریر مولانا عبد اللہ علیہ السلام سے شائع ہونے والی "ذکر آزاد" میں شائع کی گئی ہے۔ خاکسار نے دو افادات آزاد، "میں اسے شامل کر لیا ہے۔"

لسان الصدق کے دیگر حصّوں کے مطالعہ و مشاہدہ کے لیے نو قارئین کو آئندہ شماروں کا انتظار کرنا تھا لیکن بد قسمتی سے یہ سلسلہ اس سلسلے سے آگے نہ بڑھ سکا۔ البتہ تصویر کے بارے میں مولانا نے جو فیصلہ کیا تھا اس پر عمل کا آغاز اسی پرچے سے کر دیا گیا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ یونان کے ایک فاتح لیکمبار "ڈی ماس تھینز" کا جو ترجمہ ابو النصر آدیلوی کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ اس کے ساتھ اس عظیم خطیب کے اسٹیجوں کی تصویر بھی شامل ہے۔

اس سے بڑھ کر سر سید احمد خاں اور ان کے نو رتنوں کی وہ تصویر ہے جو بڑے سائز پر چھاپ کر لسان الصدق کے خریداروں کی خدمت میں بھیجی گئی تھی اور "دربار سید اعظم" کے عنوان سے ایک نوٹ اپریل مئی ۱۹۰۵ء کے اسی شمارے میں (سرورق ص ۳) شامل کر لیا تھا۔

آج ہمارے سامنے مرقع نہیں لسان الصدق میں مولانا کا صرف یہ نوٹ ہے۔ اس کے مطالعے سے ہم مرقع کی اہمیت اور مولانا کے ذوق کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

"اس سیر کے ساتھ ایک دل چسپ گروپ خریداران رسالہ کی خدمت میں نذر کیا جاتا ہے جو غالباً اردو رسالوں میں پہلا قدم تسلیم کیا جائے گا۔"

اکبر کا نور تن دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کے درباروں میں ایک خاص امتیاز کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن مجددان اعظم کے درباروں میں سر سید اعظم کا نور تن لے بھی ہمیشہ ممتاز نظروں سے دیکھا جائے گا۔ اکبر اعظم نے اپنے شیروں

لے "سر سید کا دربار اعظم" — معلوم نہیں کیسے سنہ کا اور کون سا (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر ہے)

کے کمال سے فائدہ اٹھا کر اگر ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات کو فتح کر لیا
تھا تو سرسید اعظم نے اپنے شیروں کی ہمدردی سے فائدہ اٹھا کر ہندوستانیوں
کے سخت دلوں کو فتح کر لیا تھا۔
یہ گروپ ایسی صورت میں حاضر کیا جاتا ہے جو چوکھٹوں میں لگا کر کروں کی
زمینت کا کام دے سکے۔ ورنہ دوسری حالت میں رسالے کے ساتھ بھی
غیر موزوں حالت میں رہتا۔

یہ گروپ درحقیقت ایک ادنیٰ نمونہ ہے، ان بے شمار تصویروں کا جو آئینہ
خریدارانِ اہلسان الصدق کی خدمت میں حاضر ہوا کر رہی گئی ہے (اپریل و مئی ۱۹۰۵ء، سرورق ص ۲)
سان الصدق کے دور میں اکبر اعظم، اس کے دربار، اس کی فتوحات اور نور تتوں
کی مناسب سے سرسید کے لیے ”سید اعظم“ ان کے جمع علمی کے لیے ”دربارِ سید اعظم“
ان کے رفقاء کے لیے ”نورتن“ ان کے کارنامے کے لیے سخت دلوں کو فتح کرنے کی
املاحات و ترکیب کا استعمال مولانا آزاد کے نکتہ آفرین ذہن اور ان کے ادبی ذوق
کا بڑا ثبوت ہے۔

سرسید کے حلقہ علمی کے لیے ”نورتن“ کا املاح مولانا آزاد کی اپنی ایجاد تھی۔
اپنی کہانی میں مولانا نے بیان کیا ہے کہ سرسید کے ساتھ ان کا حلقہ یا اس وقت میری املاح

مرقع ہے جو مولانا آزاد کے نزدیک تحفے کی حیثیت رکھتا تھا اور سان الصدق کے قارئین کی نذر کیا تھا۔
شاید کسی لائبریری، کسی گیلری یا کسی صاحبِ ذوق کے ذخیرہ نوادریں موجود ہو یہ بھی پتا نہیں کہ
اس میں واقعی ”نورتن“ موجود تھے یا اگر کے نورتن کی ترکیب سے فائدہ اٹھایا ہے اور سرسید کے عظیم
رفقاء کے لیے نورتن کی ترکیب استعمال کی ہے۔ خواہ تعداد کم و بیش ہو اب یہ یقین ہے کہ سرسید
کے حلقہ علمی کی زیادہ سے زیادہ شخصیات ہوں گی اور حضرت سرسید اعظم کے علاوہ نواب
وقار الملک مولوی مشتاق حسین، شمس العلماء خواجہ الطاف حسین حالی، مولوی سیح اللہ خان، شمس
العلماء شبلی نعمانی، ڈپٹی نذیر احمد، مولوی ذکاء اللہ، مولوی چراغ علی ہو سکتے ہیں اور شاید
حاجی محمد اسماعیل خان بھی ہوں جو سرسید کے رفیق، اہل علم، صاحبِ تصانیف اور بقول حالی سرسید
کے مثل اعشاء و جوارح کے تھے۔ اگرچہ یہ مرقع کہیں محفوظ ہے تو بلاشبہ یہ ایک تاریخی اور یادگار مرقع ہے۔

کے مطابق ”فورتن“ بھی اسی درجے مہترم تھا جس قدر سرسید ملے
 لیتھو طباعت میں تصویروں کی اشاعت میں اس وقت جو فنی و شمار کی پیش آتی تھی
 اس پر بھی مولانا کی نظر تھی۔ اس کے باوجود مولانا نے فیصلہ یہی کیا تھا کہ ایک دو تصویریں
 ہر نمبر میں الگ سے چھاپ کر لگا دی جائیں گی۔
لسان الصدق اور تہذیب الاخلاق؛

مولانا آزاد نے لسان الصدق جاری کیا تو آیا ان کے ذہن میں کسی موقت الشیوع
 رسالے کی اس کی ظاہری شکل و صورت، معیار علمی اور مضامین کی تربیت و تہذیب،
 مباحث و عنوانات کی تقسیم، موضوعات کے تنوع اور مقاصد کی تالیف کا کوئی
 نمونہ بھی تھا؟ اس بارے میں کوئی بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی لیکن وقت کے
 بعض رسائل کے مقاصد کی اہمیت اور بعض خوبیوں کا اعتراف کیا ہے۔ مثلاً، عصر جدید
 زمانہ، ترقی وغیرہ۔ لیکن یہ بات نہیں کہی جاسکتی کہ یہ رسائل اپنی ظاہری اور معنوی خوبیوں
 کے لحاظ سے مولانا کے نزدیک نمونے کی حیثیت رکھتے تھے۔ مولانا نے سنہ ۱۹۰۵ء اور پھر
 ۱۹۰۷ء میں لسان الصدق کے مقاصد اور اس کی ظاہری اور معنوی خوبیوں کے بارے میں جو
 کچھ لکھا ہے، اس کے مطالعے سے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ملکی صفاقت میں کوئی معاصر بھی ان
 کے لیے معیار اور نمونے کا کام نہیں دے سکتا تھا۔ بلاشبہ یورپ، امریکہ اور عالم اسلام
 کی علمی صفاقت کے نمونے ان کے سامنے تھے، وہ ان سے متاثر نظر آتے ہیں اور لسان الصدق
 میں ان کی خوبیوں کو جمع کر لینا چاہتے تھے۔

معاصر صفاقت کے بارے میں وہ اتنے فراخ قلب تھے یا تقسیم کار کے اصول کے
 پابند تھے کہ سوشل ریفارم کے عظیم مقصد کو جو ”عصر جدید“ کا اہم موضوع تھا، مناسب
 نہ سمجھا کہ اپنے رسالے میں فنی طور پر بھی باقی رکھیں۔ انھوں نے اسے لسان الصدق کے دائرہ
 مقاصد سے خارج کر دیا تھا۔ البتہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ سرسید کے تہذیب الاخلاق
 سے بھی متاثر نہ تھے۔ یہ دور (۱۹۰۲ء — ۱۹۰۵ء) ان کا سرسید کی عقیدت سے سرشاری
 کا دور تھا۔ وہ سرسید کے علمی و ادبی ذوق اور فکر و نظر سے متاثر تھے، مذہبی، تعلیمی اور

لے آزاد کی کہانی، محولہ بالا، ص ۶۰۔۶۱

اصلاحی میدان میں سرسید کے کام ان کے نزدیک کارنامے تھے، ان کی ذات علوم و فنون اور نظر و بصیرت میں جامع الصفات اور مجتہد مطلق کے مقام کی حامل تھی۔ ان حالات میں یہ کیسے ممکن تھا کہ مولانا آزاد تہذیب الاخلاق کے لٹریچر اس کے مضامین کے تنوع، مقاصد کی اہمیت، اس کے علمی معیار اور اس کی ترتیب و تہذیب سے متاثر نہ ہوتے۔ حالانکہ تہذیب الاخلاق اور اس کی خدمات کے بارے میں مولانا کی رائے آخر تک بہت اچھی رہی تھی، جب کہ تعلیم اور سیاست کے میدان وہ سرسید کی آراء سے اختلاف کر چکے تھے۔ تہذیب الاخلاق کے بارے میں مولانا فرماتے ہیں:

”ہندوستان کے کسی موقت الشیوخ رسالے نے شاید ایسے اثرات وقت کی دماغی رفتار پر نہ ڈالے ہوں گے، جیسے تہذیب الاخلاق سے مرتب ہوئے۔۔۔۔۔ فی الحقیقت جدید اردو علم و ادب کی بنیادیں اسی رسالے نے استوار کیں۔۔۔۔۔ جدید ہندوستان کے بہترین مسلمان مصنف اس حلقے کے زیر اثر پیدا ہوئے اور یہیں نئے قسم کی اسلامی تحقیق و تصنیف کی راہیں پہلے پہل کھولی گئیں۔“ لے

تہذیب الاخلاق کے اس کارنامے پر نظر ڈالنے اور پھر لسان الصدق کے مقاصد و خصائص کی بحث (شمارہ اول ۳، ۴ اور شمارہ آخر ۵، ۶) کو پڑھیے تو لسان الصدق کے باب میں مولانا کے عزائم اور تہذیب الاخلاق کے کارنامے میں بہت تھوڑا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر لسان الصدق کے مقاصد و معیار کے بارے میں مولانا کا عزم یہ ہے کہ اسے تہذیب الاخلاق بنا دیا جائے۔ پھر مولانا کی کم عمری، علمی صحافت کے آغاز، تجربہ کار کا اور سرسید کی عمر، ذہن و فکر کی چٹنگی، ان کے علم اور تجربے کا لحاظ کیا جائے تو یہ فرق بالکل مٹ جاتا ہے آخر سترہ برس کی عمر میں وہ پختہ کار سرسید تو نہیں بن سکتے تھے۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے سرسید کی صحافت سے مولانا آزاد کے متاثر ہونے میں پہلی مثال لسان الصدق ہی کی دی ہے۔ نظامی صاحب لکھتے ہیں،

”سرسید کی صحافتی زندگی اور اس کی روایات سے مولانا آزاد نے پورا پورا

اثر قبول کیا۔ لسان الصدق اور اہللال دونوں میں تہذیب الاخلاق کی صدائے بازگشت سنائی دیتی ہے۔

سرسید نے ۹ جنوری ۱۸۵۷ء کے تہذیب الاخلاق میں اپنے رسالے کے جن مقاصد کی وضاحت کی ہے، بالکل اسی انداز میں اور اسی خطوط پر مولانا آزاد نے ۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء کے لسان الصدق میں اپنے مقاصد کا اعلان کیا ہے۔ مولانا آزاد جب ان مقاصد کی تفصیل بیان کرتے ہیں تو ان کا ذہن محمد بن ایجوکیشنل کانفرنس، اس کے شعبہ اصلاح تمدن، سرسید اور ان کے حلقے کی طرف جاتا ہے۔ وہ بنگال کو زندہ دلان پنجاب کی مثال دے کر ابھارتے ہیں۔

اردو زبان کی اہمیت اور اس میں علوم و فنون کی اشاعت، اصلاح رسوم و عوام اور علمی و تحقیقی مضامین کی اشاعت سے علمی ذوق کی تربیت اور مسلمانوں کو توہمات کی زندگی سے نکالنے کے لیے مولانا کے پیش نظر ٹھیک ٹھیک وہی مقاصد تھے جو سرسید کی علمی و تعلیمی تحریک کے تھے۔ جس طرح سرسید نے تہذیب الاخلاق کے صفات کو شاعر کی سے بچا یا تھا، لسان الصدق میں مولانا آزاد کا یہی اہتمام نظر آتا ہے۔ لسان الصدق میں مولوی احمد حسن کے قطعہ تاریخ انتقال (دسمبر ۱۸۷۰ء) یا لسان الصدق کے قطعہ تاریخ اشاعت (نومبر ۱۸۷۰ء) یا پھر خواجہ الطاف حسین حالی کو شمس العلماء کا خطاب ملنے کا قطعہ تاریخ ہے (جون ۱۸۷۰ء)۔ ان کے سوا کوئی نظم، غزل وغیرہ نظر نہیں آتی۔ یہ تینوں قطعہ مولوی محمد یوسف جعفری رنجور عظیم آبادی کی جودت طبع کا نتیجہ ہیں۔

حشر میں جب مولانا لسان الصدق کے نئے دور کا آغاز کر رہے تھے تو مختلف احباب اور قارئین نے انہیں اپنی آراء سے استفادے کا موقع دیا تھا کہ آئندہ لسان الصدق کو کیا اور کس قسم کا ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں بعضوں نے رائے دی تھی کہ اس میں ”اس قسم کے مضامین بھی شائع کیے جائیں، جن میں کسی مذہبی اصول کی تحقیق کی گئی ہو۔ کیوں کہ مرحوم تہذیب الاخلاق کے بعد اب اور کوئی رسالہ

اس رنگ کا نظر نہیں آتا (لسان الصدق - اپریل و مئی ۱۹۰۵ء)

تعجب نہیں کہ مولانا اس رسالے سے متاثر ہوئے ہوں۔ اس لیے کہ یہ کوئی ایک رائے نہ تھی بلکہ بعضوں کی رائے تھی۔ اور شاید اسی کا اثر ہو کہ مولانا نے لسان الصدق کے لیے جو تین علوم، سائنس، تاریخ اور اخلاق، منتخب کیے تھے ان میں مذہبی تحقیق کا اضافہ کر کے انہیں تین سے چار کر دیا گیا تھا۔ (ایضاً)

لسان الصدق کی اہمیت — معاصر صحافت کا اعتراف:

لسان الصدق پر پہلا تبصرہ جو اس میں نقل کیا گیا ہے، شیخ عبد القادر ایڈیٹر مخزن لاہور کا ہے۔ یہ تبصرہ لسان الصدق کے پہلے پہچے کو دیکھ کر لکھا گیا تھا اور مخزن کے شمارہ دسمبر ۱۹۰۶ء میں چھپا تھا۔ ایڈیٹر مخزن لکھتے ہیں:

”الہو الکلام مولوی محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے جو عمر سے مکتبہ میں مقیم ہیں، لسان الصدق نام کا ایک ماہوار رسالہ جاری کر کے ایک بڑی کمی کو پورا کیا ہے اور وہ کمی یہ تھی کہ دارالسلطنت ہند میں اس وقت ہندوستان کی مشہور علمی زبان اردو میں کوئی رسالہ نہیں نکلتا تھا۔ اس رسالے کے مقاصد بہت مفید ہیں“

اس کے بعد ایڈیٹر مخزن نے مقاصد کی افادیت اور ضرورت پر تبصرہ کیا ہے اور توقع ظاہر کی ہے:

”مولوی صاحب (ایڈیٹر لسان الصدق) کے نام سے ہمارے ناظرین خوب واقف ہیں۔ مخزن کے اوراق میں ان کے متعدد مضامین نکل چکے ہیں۔ اس کے سوا انہیں ایڈیٹری سے بھی تعلق رہا ہے۔ مکتبہ کے ایک ہفتہ وار اخبار اور لکھنؤ کے مشہور رسالے کی ترتیب کی خدمت دیر تک ان کے سپرد رہی ہے۔ ان کی ذاتی خدا داد لیاقت اور واقفیت فن سے امید پڑتی ہے کہ یہ رسالہ اپنے مقاصد کو پورا کر سکے گا۔ ہماری دعا ہے کہ ایسا ہو“

مولانا ظفر علی خاں نے اپنے رسالے ”اضانہ“ کے شمارہ فروری ۱۹۰۷ء میں لسان الصدق پر تبصرہ شائع فرمایا۔ ان کے سامنے لسان الصدق کے دو نمبر تھے۔ مولانا ظفر علی خاں رسالے کے اجراء ایڈیٹر کے نام کی مراحت اور مقاصد اجراء کے تعارف کے بعد لکھتے ہیں:

”اس رسالے کے دو نمبر ہم نے دیکھے، جن سے ہمارے اس حسنِ ظن کی تصدیق ہو گئی، جو ہم کو مولانا ابوالکلام کی نسبت پہلے سے تھا۔ پرچہ کا نام ایسے زمانہ میں جب کہ کثیر التعداد رسالہ جات و اخبارات کی اشاعت سے عمدہ ناموں کا کال پڑ گیا ہے، ایڈیٹر کے حسن انتخاب کا شاہد ہے۔“
یعنی الاخبار، مراد آباد کے ایڈیٹر نے بھی لسان الصدق کا پہلا شمارہ دیکھنے کے بعد جو تبصرہ شائع کیا تھا، اس میں وہ کہتے ہیں:

”لسان الصدق؛ یہ اردو رسالہ ابوالکلام آزاد دہلوی کی ایڈیٹری میں ہندوستان کے دارالسلطنت شہر کلکتہ سے ماہوار شائع ہوتا ہے۔ اس کا پہلا نمبر، جس کو دیکھ کر ہم یہ تنقید لکھ رہے ہیں۔ باعتبار چھپائی و لکھائی اچھی ہے۔ مضامین کے بارے میں یہ عرض کرنا کچھ بے جا نہ ہو گا کہ اس کے ایڈیٹر کے خیالات ایسے ہی پاکیزہ ہیں جیسے ایک خیر خواہ مذہب کے ہونے چاہئیں۔“
آخر میں لکھتے ہیں:

”مگر افسوس کہ کلکتہ کے عظیم شہر ہونے کے باوجود بھی اس کی اشاعت، هنوز بہت محدود ہے، جو لائق ایڈیٹر کی ہمت کو توڑنے کی دھمکی دے رہی ہے۔ قدر دان پہلے کو چاہیے کہ ایسے ایاب رسالے کی خریداری میں کوشش کر کے ایڈیٹر کی ہمت بڑھائیں۔“
یہ تینوں تبصرے لسان الصدق کے فروری ۴۰ء کے شمارے سے نقل کیے گئے ہیں۔
رسالہ ”دلچسپ“ کے شمارہ دسمبر ۱۹۰۳ء میں لسان الصدق پر جو تبصرہ کیا گیا تھا، اس کے خاص جملے یہ ہیں:

”کلکتہ سے ایک ماہوار رسالہ جاری ہوا ہے، جس کے مہتمم اور ایڈیٹر مولوی ابوالکلام محی الدین صاحب دہلوی ہیں جو ہندوستان کے مشہور انشا پرداز ہیں اور عمر و دراز سے ملک و قوم کو اپنے مفید اور برجستہ خیالات سے مستفید کر رہے ہیں۔ یہ رسالہ صرف قومی خدمت کے جوش میں جاری کیا گیا ہے۔۔۔“
قابل ایڈیٹر صاحب کا خیال ہے کہ رسالے کی خدمات کی پسندیدگی اہل ملک سے خود اس کی ترقی کا سامان مہیا کرائے گا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو اور یہ امر

مولانا ابوالکلام آزاد جیسے قادر الکلام انشا پرداز کی قلم زوریوں کے سامنے کچھ مشکل نہیں۔

ایڈورڈ گزٹ۔ شاہجہان پور نے اپنی ۲۹ جنوری ۴۰ء کی اشاعت میں لسان الصدق پر مفصل تبصرہ شائع کیا تھا۔ ایڈیٹر لکھتا ہے:

”ہمارے لائق مہربان ابوالکلام محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے ”لسان الصدق“ نام کا ایک ماہوار رسالہ کلکتہ سے جاری فرمایا ہے۔ اس کے مقاصد نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔“

اس کے بعد اس کے مقاصد اجراء کا تعارف کرایا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں:

”ہماری دلی تمنا ہے کہ لسان الصدق جلد جلد ترقی کے زینے طے کرے اور ملک کے واسطے ایک مفید پرچہ ثابت ہو۔ لسان الصدق علاوہ مضامین کی عمدگی کے لکھائی، پھپھائی اور کاغذ کے اعتبار سے بھی بہت اچھی حالت میں ہے۔“

لسان الصدق کے ایک شمارے میں یہ تذکرہ بھی آیا ہے کہ مولانا آزاد کچھ عرصے ایڈورڈ گزٹ کے ایڈیٹر بھی رہے تھے۔

ان رسائل کے علاوہ نظام الملک، مراد آباد نے اپنے ۱۶ مارچ ۴۰ء کے شمارے میں لسان الصدق کے اجراء اور ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد کے عزائم کے بارے میں ان الفاظ میں اظہار خیال کیا ہے:

”لسان الصدق ایک رسالہ ہے جو کلکتہ سے ابوالکلام محی الدین صاحب آزاد دہلوی نے ماہوار شائع کیا۔ اس رسالے کا دوسرا نمبر اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں۔ اس نمبر کو دیکھتے ہوئے ہم ضرور یہ کہیں گے کہ ہمارے آزاد دہلوی نے ایک بہت بڑے کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اگرچہ یہ رسالہ مسلمانوں سے مخصوص ہے لیکن جس وقت آپ کے مفید مضامین کے مقاصد پر نظر ڈالی جاتی ہے تو بے ساختہ یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ ذرا ہلک اس کی قدر دانی کر کے دیکھ تو لے کہ ہمارے آزاد صاحب کس آزاد کی سے اس کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔“

اگرچہ اس کی لکھائی چھپائی بہت عمدہ ہے لیکن اس کی لکھائی چھپائی کی تعریف کرنا اس رسالے کی صورت کی تعریف کرنا ہے اور ہم اس کی صورت سے بہت زیادہ اس کی سیرت کی تعریف کرتے ہیں۔ ہندوستان کے دارالسلطنت یعنی کلکتہ میں ایسے رسالے کے شائع ہونے کی بہت ضرورت تھی۔
 یہ تینوں تبصرے لسان الصدق کے اپریل ۴۰ء کے شمارے میں نقل کیے گئے ہیں۔

لسان الصدق کے طایع و مقام اشاعت:

لسان الصدق کلکتہ سے جاری ہوا تھا۔ اس کے ابتدائی پرچے ہادی پریس۔ کلکتہ میں چھپے تھے۔ لیکن سنہ ۱۹۰۷ء کے وسط سے مولانا آزاد کا قیام زیادہ تر بمبئی میں رہنے لگا، اس لیے جون جولائی سنہ ۱۹۰۷ء سے ایڈیٹر سے مراسلت اور مضامین بھیجنے کا پتا ”۱۳۔ بلاس روڈ۔ پوسٹ آفس بمبائی کلا، بمبئی“ ہو گیا تھا۔ البتہ رسالے کی خریداری کی درخواستوں اور ترمیموں کا پتا حسب سابق ”مینبر دفتر لسان الصدق۔ تارا چند دت اسٹریٹ نمبر ۱۶، کلکتہ“ تھا۔
 اگست و ستمبر ۴۰ء (ج ۲ ش ۹، ۸) کا شمارہ ”مطلع فیض رساں، بمبئی“ میں چھپا اور وہیں سے شائع بھی ہوا۔ لسان الصدق کا آخری پرچہ جو جلد نمبر ۲ کا شمارہ نمبر ۲، ۱۹۰۷ء عام پریس۔ آگرہ“ میں چھپا تھا اور ۱۳۔ بلاس روڈ۔ پوسٹ آفس بمبائی کلا۔ بمبئی“ سے شائع ہوا تھا۔

قیمت:

لسان الصدق کا پہلا پرچہ سولہ صفحات (ایک جز) پر مشتمل شائع ہوا تھا اور اس کی قیمت ہند (ایک روپیہ چھ آنے) سالانہ مقرر کی گئی تھی۔ ۱۹۰۷ء کے آخری پرچے تک اس کی یہی قیمت رہی۔ اگرچہ صفحات ۱۶ سے ۲۲، ۲۲ اور ۲۴ تک ہو گئے اور ایسا بھی ہوا کہ کئی اشاعتیں دو دو ماہ کی مشترکہ نکلیں، لیکن قیمت کم یا زیادہ نہیں کی گئی۔ البتہ ۱۹۰۵ء سے جب نئے دور میں کتابت و طباعت میں معیار کے اہتمام، تصاویر کی شمولیت اور ضخامت میں دو جز (بتیس صفحے) سے لے کر تین جز (اڑتالیس صفحے) تک اضافے کا فیصلہ کیا گیا تو اس کی سالانہ قیمت میں بھی ایک روپیہ اضافے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس طرح جنوری ۰۵ء سے ۰۶ء (دو روپے چھ آنے) سالانہ قیمت کا اعلان کیا گیا۔ لیکن اعلان کے مطابق پرچہ جنوری ۰۵ء سے نہ نکل سکا بلکہ تین ماہ کی تاخیر سے اور وہ بھی دو ماہ (اپریل و مئی) کا مشترکہ شمارہ نکلا جو

آخری شمارہ بھی ثابت ہوا۔

لسان الصدق کے لکھنے والے:

لسان الصدق کی تاریخ اس اعتبار سے بھی نہایت شاندار ہے کہ اس کے اہل قلم میں وقت کی کئی بڑی شخصیتیں شامل تھیں جن کا قلمی تعاون اسے حاصل رہا۔

لسان الصدق کے معاونین میں پہلا نام شمس العلماء مولوی محمد یوسف جعفری رنجورہ عظیم آبادی کا آنا چاہیے۔ لسان الصدق کو شروع ہی سے نہ صرف ان کا قلمی تعاون حاصل تھا بلکہ وہ اس کے اجرا کے فیصلے میں شامل تھے۔ اس کے نظام کو چلانے کی ذمہ داری انھی پر تھی اور جیسا کہ رنجورہ مرحوم کے نام مولانا آزاد کے خطوط (مطبوعہ جرنل خدا بخش لائبریری پٹنہ۔ شمارہ ۷۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ ایڈیٹر کی عدم موجودگی میں جو دنوں اور ہفتوں کی نہیں سہ ماہیوں اور شش ماہیوں تک طویل ہوتی تھی، لسان الصدق کے انتظام کا کل ذمہ داری رنجورہ مرحوم ہی کے کاندھوں پر آ پڑتی تھی۔

شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی کی علمی سرپرستی لسان الصدق کو شروع ہی میں حاصل ہو گئی تھی اور آخر تک حاصل رہی۔ مولوی ابوالنصر آدہ لوی شروع ہی سے لسان الصدق کے قلمی معاونوں، مشیروں اور مددگاروں میں ایڈیٹر کے ساتھ تھے۔ محسن الملک اس کے لکھنے والوں اور قدر دانوں میں تھے۔ علامہ رضا علی وحشت، سید محمد سعید بلگرامی، علی محمود (باکپی پور) کا شمار اس وقت کے مشہور ادیبوں اور اہل قلم میں ہوتا ہے۔ ان حضرات کے علاوہ ایس ایم شفیع اور سید شاہ حسین انیم امرہوی ہیں، جن کے رشحات فکر و قلم کے نمونے لسان الصدق کے صفحات کی زینت بنے ہیں۔

۱۹۵۰ء سے جب مولانا آزاد نے لسان الصدق کے دوسرے دور کے آغاز کا فیصلہ کیا تھا تو اس کا یہ پہلو بھی ان کی توجہ فرمائی سے محروم نہ رہا تھا کہ مضامین کی ترتیب و تہذیب، حسن کتابت، تصویروں کی شمولیت سے اسے حسین و مفید بنانے کے ساتھ وقت کے اہل قلم اور بہترین لکھنے والوں کا تعاون بھی حاصل کیا جائے۔ اس سلسلے میں علامہ شبلی اور رنجورہ مرحوم کے علاوہ جن اہل علم نے ایڈیٹر کو اپنے قلمی تعاون کا یقین دلایا تھا ان میں شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ، مولوی عبدالمحیم ٹٹرا، ایڈیٹر و نگہدار اتحاد، مولوی محمد عبدالرزاق کانپوری، وحید الدین سلیم (پانی پتی) اور مولوی امجد علی اشہری جیسے کہنہ مشق اہل قلم اور

مشاہیر علم و ادب شامل ہیں۔

کسی رسالے کو وقت کے اتنے بڑے بڑے اہل علم اور اصحاب قلم کا تعاون حاصل ہو جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔

لسان الصدق میں ایڈیٹر کا تحریری حصہ:

لسان الصدق کی تین جلدیں ہیں۔ شماروں کے لحاظ سے تیرہ اور اشاعتوں کے شمار سے کل دس نمبر نکلے۔ سات اشاعتیں الگ الگ ماہانہ اشاعتوں کی صورت میں ہیں اور آخر کی تین اشاعتیں دو دو شماروں کی مشترکہ اشاعتیں ہیں۔

تمام شماروں یا اشاعتوں کے تقریباً تین سو صفحات ہیں۔ ان میں سے تقریباً ایک سو ستر صفحے ایڈیٹر کی تحریروں سے پُر ہیں۔ ان تحریروں میں تقریباً ہر علم و فن کی ہلکی پھلکی اور بعض بھاری بھر کم تحریریں شامل ہیں۔ علوم و فنون کے لحاظ سے تاریخ، تعلیم، مذہب، سیاست، صحافت، تمدن، معاشرت، سماجیات، سوانح، سفرنامہ، ادب وغیرہ ہیں اور نوعیت کے لحاظ سے ان تحریروں کو شذرات، تبصرے، تعارف، علمی ادبی جائزے، علمی مقالات، مفید معلومات، اور دوسرے اہل قلم کے مضامین پر تہئیدی، تعارفی، تنقیدی نوٹس وغیرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

لسان الصدق — ایڈیٹر کے بعض کمالات کا منظر:

لسان الصدق کے مطالعے سے ہمیں دو باتوں کا شدت سے احساس ہوتا ہے:

- ۱۔ علم و عمل کے مختلف علوم و فنون پر مولانا آزاد کی نظر اور زندگی کے مسائل کا شعور
- ۲۔ ہر معاملے اور گوشہ علم و فن میں مولانا کی آزادانہ رائے اور اس کا بے باکانہ اظہار

لسان الصدق میں مولانا کی جو تحریریں مستقل مضامین، شذرات اور انتقاد کے ذیل میں یا مختلف اہل قلم کے مضامین پر اجنادی نوٹس اور تہئیدی عبارتوں کی صورت میں ہمارے سامنے آئی ہیں، ان سے فکر و عمل اور علوم و فنون اور ان کے اصول و فروغ پر مولانا کی نظر، ان سے مولانا کی دلچسپی اور ان میں اصلاح و ترقی کی ہر ضرورت سے ان کی واقفیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُس عمر (۱۵، ۱۶ سال) اور اُس دور (۳۰، ۴۰ء) میں مطالعہ کا اس وسعت اور فکر و نظر کی ہمہ جہتی کے ساتھ مولانا مقلدانہ ذوق بھی رکھتے تو تعجب نہ ہونا چاہیے تھا لیکن مولانا نے تو اس وقت کے اکابر علامہ شبلی، نواب صدر یار جنگ

سر عبد القادر، محسن الملک وغیرہ کے انکار اور اداروں میں ایجوکیشنل کانفرنس، انجمن ترقی اردو، انجمن حمایت اسلام کے کاموں اور تعلیم، مذہبی و معاشرتی اصلاح، ادب، تنقید زبان کی ترقی کے مختلف پہلو، علمی ترقی، پریس کی ضرورت، اہمیت، مصافحت، سیاست، تعلیم نسواں وغیرہ مسائل کے بارے میں کسی شخص، جماعت یا مکتبہ فکر کا اثر بیسے بغیر اپنی قطعی اور آزادانہ رائے کا اظہار کیا ہے۔

محض ان ایجوکیشنل کانفرنس کے تعلیمی و اصلاحی معاشرتی کاموں سے وہ نہ صرف متفق تھے بلکہ ان کے مقاصد کو مولانا نے اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا۔ کانفرنس کے شعبہ علمی (انجمن ترقی اردو) کا لسان الصدق ترجمان تھا، زبان و ادب کی ترقی اور اردو کو ایک زندہ و علمی زبان بنانا ان کا مشن تھا۔ ملک کی دوسری تعلیمی و اصلاحی تحریکات مثلاً ندوۃ العلماء (لکھنؤ) اور انجمن حمایت اسلام (لاہور) کی سرگرمیوں کو مسلمانوں کی سماجی زندگی کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور ان کے مداح تھے۔ ملک میں علمی زندگی کے فروغ کو وہ ملک کی ترقی اور قوم کا ذہنی و فکری تربیت کے لیے نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء میں بھی ان کی نظر اپنے ملک سے لے کر اسلامی ممالک کی علمی تحریکات و ترقیات تک وسیع تھی۔

معاشرتی ترقی اور حالات کی اصلاح کے لیے بے جا عوائد اور غلط رسوم سے قوم کو حجات دلانے اور اس کے لیے بھرپور کوشش کرنے کو وہ نہایت ضروری سمجھتے تھے۔ باطل عقائد اور توہمات کو وہ اصلاح معاشرت کی راہ کا سنگ گراں خیال کرتے تھے اور اسی لیے عوائد و رسوم کی اصلاح سے بھی قبل وہ اصلاح خیال کی مہم کو سر کرنا چاہتے تھے۔

ملکی اور سماجی حالات کی اصلاح میں مصافحت کے کردار کی اہمیت کے وہ لسان الصدق کے اجرا سے بھی پہلے قائل ہو چکے تھے اور پریس کی آزادی کے مسئلے کی اہمیت سے ۱۹۳۷ء، ۱۹۳۸ء ہی میں ان کا ذہن آشنا ہو چکا تھا۔

مسلمانوں کی مذہبی زندگی میں خرابیوں ہی پر ان کی نظر نہ تھی بلکہ وہ ان خرابیوں کے سرچشموں سے بھی واقف تھے۔ مثلاً تصوف کے ذوق نے مسلمانوں کی علمی زندگی کو جس طرح متاثر اور مفلوج کر دیا تھا۔ اس کا انہیں پورا ادراک تھا (دیکھیے ”اعتراف“ پر مولانا کا تبصرہ)۔ اپریل ۱۹۵۵ء اور وہ اس کی اصلاح کے خواہاں تھے۔

سماجی اور معاشرتی زندگی میں خرابیوں کی اصل وجہ اور اصلاح کے عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ مولانا کے نزدیک عورتوں کی جہالت تھی۔ اس لیے سوشل ریفارم کی تحریک کے ساتھ عورتوں کی تعلیم کی تحریک کو مولانا بہت اہمیت دیتے تھے اور اُسے وقت کی ایک بڑی ضرورت سمجھتے تھے۔

لسان الصدق ایک علمی، تنقیدی پرچہ تھا۔ یا مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح کا داعی رسالہ تھا بلکہ اس کے ایڈیٹر کے الفاظ میں تو ”دارالسلطنت مکتبہ کا ایک علمی ماہوار رسالہ“ تھا۔ (اپریل ۱۹۰۴ء تا اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ اول پر لسان الصدق کے نیچے) اس کے تعارف میں بھی جملہ درج ہوتا رہا۔ سیاست سے اس کا تعلق نہ تھا، لیکن کانگریس (ہندوستان) اور برل پارٹی اور کنزرویٹو پارٹی (انگلستان) پر تبصروں سے تو ان کے سیاسی ذوق کا پتا بھی چلتا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ سنسہ اور سنسہ میں بھی ایڈیٹر کی نظر نہ صرف ملکی سیاست پر تھی بلکہ انٹرنیشنل پالیٹکس اور اس کے مسائل سے بھی ان کا ذوق نا آشنا نہیں تھا۔ ان نام خصائص کا اظہار لسان الصدق میں مولانا آزاد کے مضامین، شذرات ”تبعروا“ تنقیدوں اور دوسرے اہل قلم کے مضامین پر ان کے ابتدائی تعارفی نوٹس اور تمہید کا عبارتوں سے ہوتا ہے۔

ایک تاریخی واقعہ:

لسان الصدق کے ابھی چند ہی پرچے شائع ہوئے تھے کہ مولانا آزاد کی شہرت شرق سے مغرب تک ملک کے علمی، ادبی اور قومی حلقوں تک پہنچ گئی۔ معلوم نہیں انجمن حمایت اسلام (لاہور) نے انہیں دعوت دی تھی یا نہیں لیکن سنسہ ۱۹۰۴ء میں مولانا نے انجمن کے سالانہ جلسے میں شرکت ضرور کی تھی اور تقریر بھی فرمائی تھی۔ چونکہ اس حلقے سے تعارف کا وسیلہ لسان الصدق بنا تھا اور مولانا کی زندگی کا یہ ایک اہم واقعہ ہے جس نے ملک کے شمال مغربی علاقے میں دینی و قومی، اور علمی و تعلیمی حلقوں میں متعارف کرایا تھا۔ اس کے بعد لاہور کے علاوہ امرتسر اور بعض دوسرے شہروں میں بھی انہیں مدعو کیا گیا تھا اور تقریریں کروائی گئیں تھیں۔ اتنی کم عمری میں علمی و دینی موضوعات پر تقریریں کرنا ایک محبوبہ سمجھا جاتا تھا۔ لوگ عقیدت اور محبت سے انہیں فرس راہ کرتے تھے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ ۱۹۰۴ء میں پنجاب میں مولانا کے غلموں اور عقیدت مندوں کا ایک حلقہ پیدا

ہونا شروع ہو گیا تھا جو آئندہ ان کی قومی و سیاسی زندگی میں ہلچل اٹانے کا عمدہ معاون اور ان کے علمی کاموں کا قدر دان رہا۔

مولانا غلام رسول مہر نے ۱۹۰۴ء اور ۱۹۰۵ء میں مولانا کے سفر لاہور انجمن حمایت اسلام کے اجلاسوں میں شرکت کے بارے میں لکھا ہے کہ مولانا نے پہلی مرتبہ انجمن کے سالانہ اجلاس میں تقریر فرمائی تھی تو وہ عمر کی سوٹھویں منزل میں تھے۔ اس زمانے میں انجمن کے ایسیج پر ممتاز اصحابِ علم و فن کو بھی بہ مشکل بار ملتا تھا۔ یہ تقریر اتنی مسلسل مربوط، مدلل اور عام تقریروں سے یہ ہر لحاظ اتنی مختلف تھی کہ مولانا شائع اللہ مرحوم و مغفور نے فرمایا: ”ہم تو تھے پیسفر ٹرین ہمارے بعد کلکتہ میل آرہی ہے“

اس زمانے میں کلکتہ میل کو رفتار کی تیزی اور ہنگامہ خیزی کے باعث تمام ٹرینوں پر یہ درجہ فوقیت حاصل تھی۔ مولانا آزاد کے وطن کی نسبت سے ”کلکتہ میل“ کے ساتھ تشبیہ میں جو لطف تھا، وہ تفریح سے بے نیاز ہے۔

یہ ۱۹۰۴ء کا واقعہ تھا۔ آئندہ سال مولانا دوسری مرتبہ انجمن کے سالانہ اجلاس منعقدہ اپریل ۱۹۰۵ء میں شریک ہوئے۔ ۲۲ اپریل کو انھوں نے تقریر فرمائی۔ اس کا موضوع تھا ”اسلام زمانہ آئندہ میں“ اس وقت مولانا تیرھویں سال میں تھے۔ یہ تقریر اس قدر پسند کی گئی کہ صدر اجلاس نے حاضرین کو خوش خبری سنائی: ”آزاد کل پھر تقریر کریں گے“ چنانچہ ۲۳ اپریل کو مولانا نے دوبارہ تقریر کی۔ انجمن کی روداد منظر ہے کہ تقریر پر صدر اجلاس نے ”نیچر“ کی خوش بیانی کی داد دی اور ان کی دراز کی عمر کے لیے دعا کی ۱۱

خواجہ الطاف حسین حالی سے مولانا کی ملاقات:

اپریل ۱۹۰۴ء میں لاہور کے سفر میں خواجہ الطاف حسین حالی سے مولانا آزاد کی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ اس ملاقات کا حال مولانا نے خود بیان فرمایا:

”لسان الصدق کے تنویرے عرصے کے بعد ہی میں نے پہلی مرتبہ شوقیہ سفر کیا اور لاہور کی انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں شریک ہوا۔ یہ ۱۹۰۴ء

لے آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی، ۱۹۰۱ء سے جو درست نہیں۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

کی بات ہے۔ اس جلسے میں مولانا حالی مرحوم بھی تشریف لائے تھے اور یہ آخری مجلس تھی جس میں مولانا نے نظم پڑھی تھی۔
مولانا وحید الدین سلیم نے جب میری مولانا سے تعریف کی اور انہیں معلوم ہوا کہ لسان الصدق کا ایڈیٹر میں ہی ہوں تو انہیں اس قدر تعجب ہوا کہ کمر رسہ کر در یافت فرمایا۔

یہ صورت مولوی وحید الدین سے ملنے ہوئے بھی پیش آچکی تھی۔۔۔
انجن (حمایت اسلام) میں مولوی وحید الدین سے ملا تھا۔ میں انہیں ”مناظر“ (علی گڑھ) کی وجہ سے بھی جانتا تھا۔ انہوں نے ایک تحریر کی لیکچر بھی پڑھا تھا۔ علی گڑھ کانفرنس کے آخری جلسوں کی رپورٹوں میں ان کی تقریر کا ذکر بھی موجود ہے۔ یہ سب میں پڑھ چکا تھا۔ لیکن میری عمر چودہ پندرہ برس سے زیادہ نہ تھی اور ہر شخص سے ملنے ہوئے قدرتی طور پر جھجکتی تھی۔ میں نے لسان الصدق کا اپنے کواڈریٹر ظاہر کیا تو ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی۔

بہر حال جب انہیں یقین ہو گیا تو اصرار کیا کہ چلو مولانا حالی سے ملیں۔ مولانا کی قیام گاہ پر آئے۔ آتے ہی انہوں نے مولانا سے میری طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ آپ کے خیال میں ان کی عمر کیا ہوگی؟ مولانا نے بے انتہا سنجیدہ لہجے میں بہت کچھ تائیل کر کے کہا، ابھی بہت کم سن ہیں۔ انہوں نے پھر زور دیا کہ انہیں بتلائیے عمر کتنی ہے؟ مولانا نے کہا پندرہ سولہ برس کا ہوگا۔ انہوں نے کہا لسان الصدق کے بھی ایڈیٹر ہیں! مولانا نے کہا جو کلکتہ سے نکلتا ہے؟ میں نے کہا ہاں!

یہ غلطی یا تو راوی (مولانا عبدالرزاق بلخ آبادی) سے روایت کے سوء سماعت کی وجہ سے ہوئی یا فہم و تحفظ میں ہوئی یا سہو قلم ہے۔ یا پھر کتابت کے مرحلے میں واقع ہوئی اور پروف ریڈر کی نظر بھی چوک گئی۔ لیکن اسی زمانے میں سفر بمبئی اور مولانا شبلی سے ملاقات کے ذکر میں سنہ ۱۹۰۴ء ہی آیا ہے۔ اسی لیے یہاں بھی ۱۹۰۴ء بنا دیا ہے۔

لیکن انھیں اطمینان نہ ہوا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ معاملے کی کوئی پیچیدگی
سی محسوس کرتے ہیں۔ جب مولوی وحید الدین نے اپنے تعجب کا اظہار
کر کے انھیں یقین دلادیا کہ یہی ایڈیٹر لسان الصدق ہیں۔ یہ مجرد اس یقین
کے وہ بہت ہی خوش ہوئے۔ کہا ابھی آپ پڑھتے ہیں؟ میں نے کہا، میں
اپنی تعلیم ختم کر چکا ہوں۔ کہنے لگے، کتنا عمر رہا؟ میں نے دو تین سال۔
اس پر انھیں اور بھی تعجب ہوا۔ اس دن سے وفات تک برابر شفقت
فرماتے رہے اور ہمیشہ ان کے خطوط آتے رہے، لے

پنجاب کے سفر، انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں شرکت، جلسے کی روداد، لاہور
کی سیر اور پنجاب کے بعض شہروں کی سیاحت کی کیفیت مولانا نے اپنے قلم سے
لسان الصدق میں بیان کیا ہے۔ اپنی شرکت اور انجمن کے جلسے کے بارے میں لکھتے ہیں:
”اس سال انجمن کے سالانہ جلسے میں، میں بھی شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔
جب کہ جلسہ پچھلے سال کے جلسوں سے اکثر باتوں میں فوقیت رکھتا تھا۔ مجمع
کے لحاظ سے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ کانفرنس اور ندوۃ العلماء کے مال بھی اتنے
لوگوں کو نہیں سیٹھ سکتے۔ گو یہ بیچ ہے کہ حمایت اسلام ایک عام جلسہ
ہے اور کانفرنس وغیرہ میں صرف ممبر شریک ہو سکتے ہیں“

مولانا نے جلسے کے پروگرام پر تبصرہ بھی کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کا پر لطف لکچر، ہمارے مہترم دوست مولوی
وحید الدین صاحب سلیم پانی پتی کا عالمانہ مضمون، حضرت حالی کی پُر درد نظم
پر ایسی چیزیں ہیں جو کانفرنس کا اصلی عنصر اور روح رواں سمجھی جاتی ہیں“

انجمن کی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”اب انجمن حمایت اسلام نے اپنے غلغلہ ترقی سے تمام عناصر جمع کر لیے ہیں اور
ان کی مجموعی حالت نے جو صورت قائم کر دی ہے، وہ دل کشی، دل چسپی میں
کسی سے کم نہیں ہے۔۔۔۔۔ انجمن کی طرف تمام پنجاب کی نگاہیں اٹھی

لے آزاد کا کافی خود آزاد کی زبانی، محلہ بالا، ص ۱۰-۸-۳

ہوئی ہیں اور اس کی ترقی کے سبب دلی خواستگار ہیں۔ ہم نواب محسن الملک بہادر کے ہم زبان ہو کر کہتے ہیں کہ یہی ایک ایسا انجن ہے جو ابھی تک ایک عمدہ فائدے پر کام چلا رہی ہے اور یورپین اثر سے محفوظ ہے۔ آج اسلامیہ کالج کو کوئی یہ کہہ کر ڈرانے والا نہیں کہ اگر ہماری اسکیم پر عمل نہ کیا جائے گا تو ہم فوراً استعفا دے دیں گے۔

اس مضمون میں مولانا نے جلسے کے متعلق اپنا تاثر اور سفر پنجاب کی تاریخ بھی بیان کر دی ہے :

”غرض ہم انجن کے پر لطف جلسے میں شریک ہوئے اور اچھے تاثرات لے کر وہاں سے واپس ہوئے۔ ہمارا یہ مختصر سفر ۳ مارچ سے شروع ہو کر ۳ مئی کو ختم ہوا۔“

اس سفر میں مولانا نے لاہور کے علاوہ پنجاب کے بعض دوسرے شہروں کی سیاحت بھی کی تھی اور اس مضمون میں انھوں نے اس کی مختصر روداد بھی بیان کر دی ہے کہتے ہیں:

”اس عرصے میں ہم نے پنجاب کے بعض مشہور مقامات کی سیر کی اور ہر جگہ زندہ دلی کا عمدہ ثبوت پایا۔۔۔۔۔ ہم پنجاب کے جس شہر میں گئے، زندہ دلی تلاش کرتے رہے۔ کیوں کہ ہمیں اس امر کا یقینی اندازہ کرنا تھا کہ زندہ دلی کے خطاب کا پنجاب کہاں تک مستحق ہے۔ ہم نے ہر جگہ زندہ دلی دیکھی۔ اسی سلسلہ بیان میں وہ پنجاب کی مہمان نوازی کے بارے میں فرماتے ہیں:

”اس مختصر سفر میں ہمیں پنجاب کی مہمان نوازی کے کچھ ونوں کے لیے تاریخ عرب کے صفحات فراموش کرنا پڑے۔ ہم ان معزز دوستوں کے نہایت ممنون ہیں، جنھوں نے پنجاب کی خوبی اخلاق کا ہمیں کافی ثبوت دیا۔ بالخصوص جناب حافظ عبدالرحمن صاحب سیاح ممالک اسلامیہ اور شیخ عبدالقادر صاحب بی اے مولانا غلام رسول صاحب سیاح ایران اور مولوی شبیر محمد صاحب اور سید حاکم شاہ صاحب کی عنایتوں کے شکر گزار ہیں۔

آخر میں ہم اپنے مکرم مہربان شیخ غلام محمد صاحب (منشی فاضل) ایڈیٹر و پرنسپل اخبار وکیل کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جن کی نوازشوں سے امرتسر میں ہمارے دن

نہایت دل چسپی سے بسر ہوئے یہ (لسان الصدق۔ مئی ۱۹۰۴ء)
لاہور امرتسر وغیرہ کی سیر و سیاحت کے بعد مولانا آزاد (یعنی تشریف لے گئے تو وہاں
مولانا شبلی سے ملاقات کی خوش وقتی حاصل ہوئی۔ آزاد کی کہانی میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ایک موقع
پر فرماتے ہیں:

”مولانا شبلی نعمانی سے ۱۹۰۴ء میں سب سے پہلے بمبئی ملا۔ جب میں نے
اپنا نام لاہر کیا تو اس کے بعد آدھ گھنٹے ٹھیک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی ہیں
اور چلتے وقت انھوں نے مجھ سے کہا، تو ابوالکلام آپ کے والد ہیں؟
میں نے کہا نہیں، میں خود ہوں، اللہ

دوسرے موقع پر اسی ملاقات کے سلسلے میں فرماتے ہیں:

”دربمبئی میں مولانا شبلی مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ یہ پہلی ملاقات تھی۔۔۔
تقریباً پانچ سال سے میری خط و کتابت ان سے جاری تھی۔۔۔ میں چونکہ
ان کی تصنیفات کا مطالعہ کر چکا تھا۔ اس لیے ان کی اپنے دل میں بڑی عزت
اور وقعت رکھتا تھا اور طبیعت میں شوق تھا کہ ایسے لوگوں کی معیت و
صحبت کا موقع حاصل ہو۔

مولانا مرحوم دو تین ہفتے رہے اور اکثر اوقات میں ان کے ساتھ رہا۔۔۔۔
جب چند دنوں میں گفتگو اور صحبت سے انھیں میرے علمی شوق کا خوب اندازہ
ہو گیا تو وہ بڑی محبت کرنے لگے۔ ایک دن میرے یہاں بیٹھے تھے اور کتابوں
کی الماریوں سے کتابیں نکال کر دیکھ رہے تھے۔ اس میں خدنگ نظر کا ایک مجید
نکل آیا۔ اس میں میرے مضامین بھی تھے۔۔۔۔ ایک مضمون ایکس ریڑ کی
ابجا و حقیقت پر تھا۔ انھوں نے کہا، جب تم ایسے مضامین لکھ سکتے ہو تو
کیوں اس طرح بلا کسی مشغلے کے ہو؟ کم از کم ایک مضمون المذوہ کے ہر نہر کے
لیے لکھ دیا کرو۔

سب سے زیادہ مولانا شبلی پر میرے شوق مطالعہ اور وسعت مطالعہ کا

اثر پڑا۔ اس وقت تک میرا مطالعہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ عربی کی تمام نئی مطبوعات اور نئی تصنیفات تقریباً میری نظر سے گزر چکی تھیں اور پتیری کتا ہیں ایسی بھی تھیں کہ مولانا ان کے شائق تھے اور انہیں معلوم نہ تھا کہ چھپ گئی ہیں، مثلاً تھقل امام رازسی“

اسی سلسلہ بیان میں ایک دن کا واقعہ نقل فرماتے ہیں:

بیٹے کے ایک شخص علی محمود جن کا انتقال ہو چکا ہے، اس وقت بیٹی میں تھے اور وہ بھی برابر مولانا (شبلی) سے ملنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ ایک دن میں اس ہوٹل میں گیا، جہاں مولانا ٹھہرے ہوئے تھے، تو دیکھا کہ ایک بحث بڑی سرگرمی سے ہو رہی ہے۔ علی محمود سے شاید مولانا نے کہا تھا کہ فی منظرہ کی ناواقفیت کی وجہ سے لوگوں کی گفتگو کس قدر بے اسلوب ہوتی ہے اور انہوں نے بتلایا کہ ”رشیدیہ“ اس میں اچھا متن ہے، وہ اسے لے کر آتے تھے۔ ایک اور مولوی نظام الدین پنجاب کے تھے، وہ بھی بیچ گئے تھے اور اس بارے میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میں جب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ”رشیدیہ“ کے بعض مطالب مولانا، علی محمود کو سمجھانا چاہتے ہیں، لیکن مولوی مذکور بار بار الجھ پڑتا ہے اور ہر چند وہ سمجھاتے ہیں لیکن کچھ بھٹی بڑھتی جاتی ہے۔ میں بھی ایک دو موقع پر بول اٹھا اور پھر مولوی نظام الدین کو مخاطب کر کے میں نے بعض باتیں جو ماہہ النزاع ہو رہی تھیں، کہیں، اس پر مولانا شبلی میری طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ اپنی تقریر پر پوری کرو۔ میں نے اس حصہ کتاب پر ایک اچھی خاصی بسیط تقریر کر ڈالی۔ اس وقت مجھے درسیات خوب متحضر تھیں۔ نیا نیا پڑھنے پڑھانے سے فارغ ہوا تھا۔ اعتراضات اور ان کی بحثیں بھی خوب سمجھ چکی تھیں۔ میں نے بڑی زوردار تقریر کی اور اگرچہ بات کچھ بھی نہ تھی، لیکن مولانا شبلی مرحوم اس درجہ متاثر ہوئے کہ بار بار تعریف کرتے اور کہتے تھے کہ تمہارا ذہن و دماغ عجائب روزگار میں سے ہے۔ تمہیں تو کسی علمی نمائش گاہ میں بہ طور ایک اعجوبے کے پیش کرنا چاہیے۔

لسان الصدق کی بدولت نہ صرف مولانا وحید الدین سلیم، خواجہ الطاف حسین حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولوی غلام محمد (مالک اخبار وکیل امرتسر)، شیخ سر عبد القادر وغیرہم سے تعلقات استوار ہوئے بلکہ ملک کی متعدد علمی، ادبی شخصیات اور اداروں سے تعارف کا وسیلہ بھی لسان الصدق بنا تھا اور اسی کی بدولت ان کے علم و نظر، اسابتِ رائے، فہم کی پختگی اور کسی بیگزین کی ترتیب و تدوین کی صلاحیتوں پر اعتماد کیا جانے لگا۔ یہیں سے اندوہ (کھنور) اور وکیل (امرتسر) کی ادارت کے لیے راہ ہموار ہوئی تھی۔ الہلال کے علمی معیار، مضامین کے تنوع، ترتیب و تہذیب کے سلیقے اور ظاہری خوش نمائی و زیبائی کے لیے جو اہتمام کیا گیا تھا اس کی نگرانی بنیادیں اور ذوق کا پس منظر بھی یہیں لسان الصدق کے صفحات میں مولانا کے پیچھے ہوئے افکار میں تلاش کرنا چاہیے۔

لسان الصدق اور الہلال:

۵ معاشرتی اور مذہبی اصلاح اور تحقیق کے بارے میں لسان الصدق میں مولانا آزاد نے جو خیالات پیش کیے تھے، الہلال ان کا نقش کامل تھا۔

۵ اردو زبان کی ترقی اور لسانیات و اصطلاحات کے بارے میں لسان الصدق نے جن خیالات کا اظہار کیا تھا اور جس تعبیر کی بنیاد ڈالی تھی، اس پر عمارت الہلال نے کھڑی کی۔ اس بارے میں لسان الصدق اور الہلال ایک تحریک کے دو ادارے کے جلی عنوان ہیں۔

۵ اردو میں تنقید کی روایت اور حقیقت تنقید کے بارے میں مولانا نے لسان الصدق کے صفحات میں جو کچھ فکر، اور نمونہ پیش کیا تھا وہ خود ایک معیار تھا لیکن الہلال کے بعض تبصروں میں بھی مولانا نے ٹھیک ٹھیک انہیں خیالات کا اظہار کیا اور تبصرے یا ریویو بھی انہیں اصولوں پر کیے جو اصول لسان الصدق میں پیش کیے تھے۔ اس تنقید اور اصول تنقید کے باب میں لسان الصدق الہلال کا پیش رو ہے۔

۵ نیز ہنگامہ میں علمی مذاق کی ترقی کے لیے لسان الصدق نے جس تحریک کا آغاز کیا تھا، الہلال سے اس تحریک کا دوسرا دور شروع ہوا۔

۵ الہلال کو مولانا نے با تصویر بنکالا تھا۔ شاید الہلال میں تصویریری اشاعت کے فلسفہ پر روشنی نہیں ڈالی گئی یا اسے گرفت میں لانے سے میری نظر معذور رہی ہے۔ لیکن اگر لسان الصدق میں تصویروں کی شمولیت کے فیصلے اور اس کی مصلحت پر نظر ڈالی جائے، جس کا ذکر اس مضمون

میں بھی آپ کا ہے، تو اہل مال میں تصویروں کی اشاعت کا پس منظر اور اس کی مصلحت بہ خوبی سمجھ میں آجاتی ہے۔
آخری نظر:

لسان الصدق مولانا آزاد کی ادارت میں نکلنے والا پہلا رسالہ تھا جو علمی، ادبی، تعلیمی اور معاشرتی اصلاح اور ترقی کے اہم مقاصد کے تحت جاری کیا گیا تھا۔ اور پہلے پرچے سے لے کر آخری پرچے تک اس کے تمام مضامین اور ان کا ایک ایک لفظ ان مقاصد کا ترجمان اور ان کے حصول کا محرک ثابت ہوا۔

اس کے مقاصد کی اہمیت کے اعتراف سے اس وقت کی ادب و صحافت کی پوری دنیا گونج اٹھی تھی۔ اس کے موضوعات کی اہمیت، مضامین کی افادیت، اسلوب کی دل ربائی اور ترتیب و تدوین کے حسن نے وقت کے تمام اہل ذوق کو اپنی طرف متوجہ کر لیا تھا۔ لسان الصدق کے اجرا سے مولانا کے پیش نظر زبان و ادب اور تنقید میں ذوق کی تسکین و تربیت اور معاشرتی اصلاح کے جن مقاصد کا حصول تھا، ان کا ہر جز جس طرح اس وقت لائق توجہ تھا، اسی طرح آج بھی ان کی اہمیت اور افادیت مسلم ہے۔ لسان الصدق میں علمی شان نظر آتی ہے۔ اس کے مشمولات کی ترتیب و تہذیب و وقت کی معیاری علمی صحافت کے مطابق ہے۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

”یہ گویا مولانا کی اب تک کی صحافتی ریاضت کا پہلا حاصل اور پہلا قاعدہ رسالہ تھا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت کے چند گئے چنے معیاری پرچوں میں سے ایک تھا۔ اچھا کاغذ، خوبصورت کتابت۔۔۔ اس نے علمی دنیائیں اپنا وقار پیدا کر لیا۔“

جناب مالک رام کے بقول اس کی اشاعت سے علم و صحافت کی دنیائیں ”دھوم مچ گئی“ وہ یہ بھی لکھتے ہیں:

”لسان الصدق جاری ہوا تو مدیر محترم کی عمر پندرہ برس سے کچھ ہی زیادہ تھی۔“

لے مولانا ابوالکلام آزاد از ڈاکٹر عابد رضا بیدار، رام پور،

۲۷ تحریر، دہلی، ۱۹۶۱ء، ج ۲، صفحہ ۱

یہ عمر اور پرچے کے یہ مجاری بھر کم مقاصد پھر یہ محض دعاوی ہی نہیں رہے، انھوں نے لسان الصدق کو واقعی اسم باسٹی بنا دیا۔ اس کے مضامین کا معیار اتنا معتبر اور بلند تھا اور تحریر کا انداز ایسا دل کش تھا کہ اس نے فوراً صفت اول کے پرچوں میں جگہ حاصل کر لی۔

ستارہ درخشید و ماہ کامل شد

اُس پر اُس دور کے بعض پرانے اور مشہور جرائد میں بہت اچھے تبصرے شائع ہوئے۔ اس کے مضامین میں پیچے کی متانت اور اسلوب کا نفاہت سے بیشتر پڑھنے والوں کو خیال ہوا کہ مدیر کوئی معتمد، سال خوردہ اور تجربہ کار بزرگ ہیں۔ اس رسالے نے ملک گیر شہرت حاصل کی۔

لسان الصدق نے اپنے پہلے پرچے میں جن مقاصد کا اعلان کیا تھا اور اپنے لیے جو دائرہ کار مقرر کیا تھا، اس میں اس نے بہترین خدمات انجام دیں۔

۱۔ سوشل ریفارم اور تمدنی معاشرتی اصلاح کی تحریک کے سلسلے میں اپنے صفحات میں بہترین لٹریچر کو جگہ دی۔

۲۔ اردو زبان کی ترقی کے لیے ایک باقاعدہ اور منظم تحریک پیدا کر دی۔ انجمن ترقی اردو کی ترجمانی کا حق لیا۔ اردو کی ترقی، توسیع اور اسے مقبول بنانے کے لیے منصوبے بنائے، تجویزیں پیش کیں، مشورے دیے اور دو مخالف تحریک کا سد باب کیا۔

۳۔ بنگالہ میں علمی مذاق پیدا کرنے کے لیے معنایں کی اشاعت سے لے کر انجمن ترقی اردو کی شاخ کے قیام کی کوشش تک زبان، قلم اور عمل سے ان حالات میں جو کچھ کیا جاسکتا تھا، اس سے دریغ نہیں کیا۔ ملک سے لسان الصدق کا اجرا بذات خود بنگالہ میں علمی مذاق پیدا کرنے کی منظم سعی اور مستقل تحریک کا جلی عنوان ہے۔

۴۔ تنقید کے مقصد کے سلسلے میں، اردو کتب و رسائل پر عمدہ تنقید کے بہترین نمونے پیش کیے۔ بلکہ ایک تنقید تو ایسی ہے کہ اس قسم کی مثال شاید ہی کوئی دوسری پیش کی جاسکے۔

لے مولانا آزاد بحیثیت ادیب و صحافی و مقالہ مشہور مولانا ابوالکلام آزاد ایک مطالعہ، مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۶۱ء، ص ۶۱

میرا اشارہ مولوی وحید الدین سلیم، نواب صدر بار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی اور شیخ عبدالقادر کی جیات جاوید پر تنقیدوں کے اس جائزے اور تعاقب کی طرف ہے جو لسان الصدق میں مولانا کے قلم سے یادگار ہے۔

۵۔ اور لسان الصدق کے آخری پرچے میں مذہبی اصلاح و تحقیق کے بارے میں نہایت اہم اور فکر انگیز خیالات پیش کئے۔

نومبر ۱۹۰۲ء میں مولانا آزاد نے لسان الصدق جاری کیا تھا تو انھوں نے عمر کی سوجھ بوجھ منزل میں قدم رکھا تھا اور جب اپریل مئی ۱۹۰۵ء میں اس کا آخری پرچہ شائع ہوا تو اس کی صرف دس اشاعتیں منعہ شہر و پیرا سکی تھیں جن کے صفحات کی تعداد تین سو سے زیادہ نہ تھی، اس وقت مولانا کی عمر اٹھارہ برس کی بھی نہ ہوئی تھی۔ اس عمر کے ایڈیٹر، صرف دس اشاعتوں اور تقریباً تین سو صفحات کے مجموعے کی کامیابی کا جو زیادہ سے زیادہ تصور کیا جاسکتا ہے، تاریخ مصافت میں لسان الصدق کا مقام اس سے بہت بلند، اس کی علمی و ادبی اہمیت اس سے کہیں زیادہ قابل قدر اور اس کے اثرات اس سے کہیں زیادہ وسیع ہیں۔

لسان الصدق (ایک نظریں)

سلسلہ اشاعت	جلد	شمارہ	بابت ماہ و سال	تعداد صفحات
۱	۱	۱	۲۰ نومبر ۱۹۰۳ء	۱۶
۲	۱	۲	۲۰ دسمبر	"
۳	۲	۱	۲۰ جنوری ۱۹۰۴ء	"
۴	۲	۲	۲۰ فروری	۲۴
۵	۲	۳	۲۰ مارچ	"
۶	۲	۴	۲۰ اپریل	"
۷	۲	۵	۲۰ مئی	۳۲
			ضمیمہ	۸
۸	۲	۷۴	جون و جولائی	۴۲
			ضمیمہ	۱۶
۹	۲	۹۵۸	اگست و ستمبر	۴۳۲ (بہ شمول سرورق)
۱۰	۳	۲۱۱	اپریل و مئی ۱۹۰۵ء	۴۵۱ (سرورق)

اردو زبان اور اس کی ترقی کے مسائل

الدو :

ج ۲ ش ۲ ص ۱۵

آه دلیوی مولوی ابوالنضر اردو کا دھڑا اور بنگالہ
 علی محمود دیکھی پورہ ولایتی اور دیسی الفاظ

اردو میں انگریزی الفاظ کے استعمال کا جواز و عدم جواز اور اس کی حد اس بحث میں مضمون کے شروع میں ایڈیٹر کے قلم سے ایک مفصل نوٹ ہے

اردو و شارٹ ہیمنڈ:

ایڈیٹر، اردو شدارٹ پینڈ
منشی غلام رسول ایڈیٹر انقلاب بمبئی کے ایجاد کردہ اصول و قواعد مختصر نویسی کی خبر اور قلم
سے الہ کے کام کی قدر دانی کی توقع

استعداد

زمانہ، کان پورا بیڈ پیئر منشی دیبا نرا شن نگم ج ۲ ص ۳ ص ۲۱

پہلے پیر زمانہ کان پور ایڈیٹر مشتق دیانراٹھن نگم

” قوم جے پورا ایڈیٹر مولوی اساس الدین نسیم

مسند سقیس از مولوی حکیم غمیر الحق قیس آدمی

” میجا، امرتسر“

معلم النسوال از خان بہادر میرزا شجاعت علی

نامی جنتری از منشی رحمت اللہ رحہ

نہوذج الخطیب الزبید عبد الحق بغدادی

اللو (مصر) سرگزشت از موسیو لیورش

اور اسی پر تبصرہ۔

ایڈیٹر (شذرہ: کان پھیدنے کی رسم پر بے جا اسراف)

آہدہ ہوی، ابو النضر، نوہا، تہا کی زندگی

” شادی (بہ سلسلہ رسوم پے جا)

(" ") " " نگون

رنجور عظیم آبادی، محمد یوسف جعفری، اسلام آباد رسوم

(P) // // //

سعید بگرامی، مولوی سید محمد حقوقی نسواں اور اس کے متعلق ایک بڑی

غلط فہمی کی اصلاح

تعلیم نسواں کی ضرورت اصلاح معاشرت کے نقطہ نظر سے ۔ ایڈیٹر کے نوٹ

کے ساتھ

حقوق نسواں (۲) شادی خانہ آبادی

ادارے (تعلیمی، علمی و ادبی اور سیاسی)

ادارے (تعلیمی)

ایڈیٹر، انجمن حمایت اسلام (دور زندہ دلوں کا وطن) ج ۲ ش ۵ ص ۲
سر سید کی تحریک کے اثرات، انجمن کے مقاصد قیام، پنجاب میں عمل و تہذیبی سرگرمیوں
انجمن کے سالانہ اجلاس اپریل ۲۰۱۹ء میں شرکت، جلسے کی کارروائی اسی کے اثرات و
فیضان، پرتمبرہ اور بعض شہروں کی سیاحت کے حالات وغیرہ

” زماں بے مہر و گیتی دشمن و دلدلار مستغنی

مرا، کما کر زوہائے شنائی خندہ می آید
ج ۲ ش ۵ ص ۱۷
بنگال پراونشل ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس پرتمبرہ اور توقعات سے مایوسی۔
یہ ایڈیٹر مولانا ابوالکلام آزاد کا وہ طویل و مفصل نوٹ ہے جو انھوں نے نواب محسن الملک
کے مضمون پر تحریر فرمایا ہے۔

” محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس لکھنؤ (دسمبر ۱۹۰۴ء) ج ۳ ش ۲ ص ۱۱

” محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس بمبئی کی تیاریاں ج ۱ ش ۲ ص ۳

” محمدن ایجوکیشنل کانفرنس علاقہ بمبئی اور مرحوم سر سید احمد خاں ج ۲ ش ۸ ص ۶۹

بنگال یونیورسٹی کا ایک ایم اے مسلمانان بنگال کی پنچسالہ تعلیمی رپورٹ ج ۲ ش ۴ ص ۲

ڈاکٹر کٹر سررشتہ تعلیم بنگال کی رپورٹ پرتمبرہ اور مسلمانوں کے لیے لمحہ فکرمیر۔ ایڈیٹر
کے نوٹ کے ساتھ۔

محسن الملک بہادر، نواب پراونشل محمدن ایجوکیشنل کانفرنس بنگال اور مسئلہ

محمدن یونیورسٹی ج ۲ ش ۵ ص ۱۹

ہماری تعلیمی کانفرنسیں۔ اجلاس رام پور ج ۲ ش ۵ ص ۵

ندوۃ العلماء۔ اجلاس بمبئی ج ۲ ش ۵ ص ۵

ادارے (علمی و ادبی)

- ایڈیٹر انجمن ترقی اردو کے لیے کلکتہ میں ایک کوشش
ج ۲ ش ۲ ص ۲۰
- انجمن ترقی اردو کی تاسیس کے لیے کمیٹی کے قیام کا اعلان اور انجمن کی شاخ کے قیام کی تجویز۔
ج ۱ ش ۱ ص ۱۲
- ایڈیٹر، انجمن ترقی اردو
ترجمہ و اشاعت کتب کے پروگرام پر تبصرہ
- انجمن ترقی اردو
ج ۲ ش ۲ ص ۶
- محمد انجو کیشنل کانفرنس بمبئی کے اجلاس میں انجمن کی رپورٹ پیش کردہ سکریٹری انجمن مولانا شبلی نعمانی پر تبصرہ
- ترقی اردو اور تراجم علوم و فنون کا سلسلہ
ج ۲ ش ۲ ص ۱۹
- ج ۲ ش ۱ ص ۳۷ (۲)
- شبلی نعمانی، انجمن ترقی اردو
ج ۲ ش ۲ ص ۱۹
- کانفرنس کے اجلاس بمبئی میں انجمن ترقی اردو کے کاموں کی وسعت کے لیے فنڈ کے قیام سے متعلق قرارداد پر معطلیان کی فہرست
- انجمن ترقی اردو
ج ۲ ش ۳ ص ۲۴
- ۴ فروری ۱۹۰۴ء کے غیر معمولی اجلاس کی کاروائی کی رپورٹ جس میں مسٹر آر نلڈ کی جگہ ڈیوئل کا بہ حیثیت صدر انجمن انتخاب ہوا۔
- مضمون متعلق رپورٹ سالانہ انجمن ترقی اردو
ج ۲ ش ۲ ص ۴
- یہ رپورٹ محمد انجو کیشنل کانفرنس کے اجلاس بمبئی ۱۹۰۳ء میں پیش کی گئی تھی۔ اس کے سانحہ انجمن کے قیام کی تاریخ اور اس کے عہدے داروں کی فہرست بھی ہے۔

ادارے (سیاسی)

- ایڈیٹر، شذرہ
ج ۲ ش ۱ ص ۳
- انڈین نیشنل کانگریس کے نام پر سرسید کا اعتراض اور اس کے تیرہ چودہ سال بعد انگریز نندی کے ایک مضمون کے حوالے سے اس اعتراض کی صحت پر تبصرہ
- انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس بمبئی
ج ۲ ش ۵ ص ۵

انگینڈین ہرل پارٹی کی مقبولیت اور ایک حکومتی انقلاب
کی توقع

ج ۳ ش ۲، ص ۲۰

شخصیات

ایڈیٹر، شمس العلماء مولانا الطاف حسین حالی
حالی مرحوم کو شمس العلماء کا خطاب ملنے پر ایڈیٹر کا شذرہ مسرت اور مولوی محمد یوسف
جعفری رنجور کا قطعہ تاریخ عطاءے خطاب

ج ۲ ش ۱، ص ۱۴

قومی اعزاز

خواجہ الطاف حسین حالی کی علمی و قومی خدمات پر تبصرہ اور قوم کی جانب سے کوئی اعزاز
نہ دیے جانے پر اظہارِ افسوس اور رسالہ تالیف و اشاعت (لاہور) کی اس تجویز پر اظہار
رے کہ ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میٹھی سے قبل اس مسئلے پر غور کرنے کی تجویز
کی توثیق۔

شذرات: شیخ محمد عبدہ کی سیاحت انگلستان، جلا وطنی، ان کی شخصیت اور اس کے
اثرات

ج ۱ ش ۱، ص ۱۱

آہ دہلوی، ابو المنعم (مترجم)، دہلی ماس تھینز یونان کا ایک فاضل لیکچرار

ج ۳ ش ۲، ص ۵۰

ابن خلکان، ابو منصور الثعالبی

ثعالبی کی شخصیت اور اس کی تصنیفات اور علمی خدمات پر ابن خلکان کی کشف الظنون

سے ماخوذ معلومات۔

ج ۲ ش ۱، ص ۴۱

رنجور، مولوی محمد یوسف، قطعہ تاریخ

خواجہ حالی کو شمس العلماء کا خطاب ملنے پر

صحافت

ج ۲ ش ۲، ص ۲

ایڈیٹر، دارالسلطنت ہند میں ایک اردو پریس کی کمی

شذرہ: آبرور کی ترقی کے لیے شیخ عید القادر کو نواب بہاول پور کی

ج ۲ ش ۲، ص ۸

امداد پر اظہارِ مسرت

ایڈیٹر، پریس کانفرنس (قیام ۸۹۵ء بہ سنی منشی محبوب عالم) ج ۲ ش ۱، ۲۲ ص ۲۲
پریس کی آزاد کی مسئلے پر نیز محمد ن پریس ایسوسی ایشن کے قیام کی تجویز اور آئینیل سیکرٹری
کی مخالفت کی تحریک پر تبصرہ

۱۹۰۴ء زیر صدارت مولوی بشیر الدین ایڈیٹر البشیر، کارروائی، دستور العمل کانفرنس اور
ج ۳ ش ۱، ۲۲ ص ۲۲ پاس شدہ قراردادیں

ایڈیٹر (مسلم پریس کانفرنس کا دوسرا سالانہ جلسہ بمقام لکھنؤ ۳۰ دسمبر
دہلی سے انگریزی اخبار محمد ن ایڈوکیٹ کے اجراء کی خبر پر تبصرہ اور اس کی مالی امداد کی
ترغیب) ج ۱ ش ۱، ۱۲ ص ۱۲

دل چسپ معلومات (اخبارات کے متعلق) ج ۲ ش ۲، ۲۲ ص ۲۲

لسان الصدق اور معاصرین

ایڈیٹر، ایک ضروری گزارش (لسان الصدق کی خریداری کے متعلق) ج ۲ ش ۳، ۱ ص ۱

، جنوری ۱۹۰۴ء ج ۲ ش ۱، ۱ ص ۱

خریداروں کی سست رفتاری اور ضمانت میں اضافے کے مطالبے پر تبصرہ

، جن ہم عمروں نے۔۔۔ ج ۲ ش ۲، ۱۴ ص ۱۴

معاصرین سے مبادلے اور لسان الصدق پر تبصرے کی درخواست

، خریداران لسان الصدق کی خدمت میں ایک گزارش ج ۳ ش ۲، ۲۲ ص ۲۲

، ریاض الاخبار اور لسان الصدق ج ۲ ش ۳، ۲۲ ص ۲۲

، شکریہ (لسان الصدق کی مالی امداد) ج ۲ ش ۴، ۱ ص ۱

، شکریہ (منشی نواب دین کا شکریہ لسان الصدق کے دس خریدار

مہیا کرنے پر) ج ۲ ش ۵، ۱ ص ۱

ایڈیٹر، شکریہ (مولوی محمد سعید بلگرامی کا رسالے کی اشاعت میں تعاون

کے لیے) ج ۲ ش ۴، ۱ ص ۱

، لسان الصدق

(رسالے کی نوعیت، اجرا کی مشکلات اور اہل قلم سے تعاون کی اپیل) ج ۱ ش ۱ ص ۱۴

، لسان الصدق اور مبادلہ رسائل ج ۲ ش ۱ ص ۲

، لسان الصدق کا دستخط و تعمیل ج ۱ ش ۱ ص ۱

، لسان الصدق ۱۹۰۵ء میں (آئندہ مقاصد و ترتیب و اہتمام کے بارے میں)

، (لسان الصدق کی اشاعت پر رد عمل، مقبولیت و پذیرائی پر شکریہ) ج ۱ ش ۲ ص ۱۳

، مبادلہ سنین اور لسان الصدق ج ۳ ش ۲ ص ۱

، گزشتہ برسوں میں لسان الصدق کی خدمات پر تبصرہ اور آئندہ کے عزائم

، معاصرین اور خریداران سے گزارش (مکمل پتا درج کرنے کی)

(مکمل پتا درج کرنے کی گزارش) ج ۲ ش ۱ ص ۱۹ (حاشیہ)

، معزز ہم عمروں اور خریداران لسان الصدق سے عرض ہے

(خط و کتابت کے وقت مکمل پتا درج کرنے کی درخواست) ج ۲ ش ۲ ص ۱۲

، معزز ہم عمروں سے التماس ج ۱ ش ۱ ص ۱۹

لسان الصدق کے تبادلے اور اس پر تبصرے کی درخواست نیز علمی و تحقیقی کاموں کی

الملاح اور تبصرے کے لیے کتابیں بھیجنے کی درخواست

، (شدہ ہنسی محمد مراد خاں کانپوری کی لسان الصدق کی اشاعت سے دل چسپی اور خریداریوں

کی فراہمی) ج ۲ ش ۱ ص ۳

، ہم اور ہمارے معاصرین

(دکن ریویو، حیدرآباد دکن) میں اصلاح و رسوم پر ایڈیٹر کے مضمون اور اچیلے علوم عربیہ

کی تحریک کے جواب میں علامہ شبلی کے مضمون پر تبصرہ اور تالیف و اشاعت (لاہور)

میں ایڈیٹر کی تجویز متعلق "اردو انسائیکلو پیڈیا" کی تجویز پر تبصرہ (ج ۲ ش ۱ ص ۳۹)

رنجور، مولوی محمد یوسف، قطعہ تاریخ اجراء لسان الصدق ج ۱ ش ۱ ص ۱۱

ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ

یہ لسان الصدق، التماس ج ۲ ش ۲ ص ۵

رسلے کے چندے کی روانگی کی درخواست یا دی پی بھیجنے کے لیے اجازت۔

ایک نہایت ضروری اطلاع ج ۲ ش ۶ ص ۳۶

ایڈیٹر لسان الصدق مولوی ابوالکلام آزاد دہلوی کے ایک مدت تک بیٹی میں قیام کی اطلاع اور ادارت سے متعلق امور، ڈاک، رسائل وغیرہ کے بیٹی کے پتے پر بھیجنے کی درخواست

معاصرین

— لسان الصدق کے بارے میں بعض معزز ہم عمروں کی رائے:

۱۔ شیخ عبدالقادر ایڈیٹر مخزن، لاہور ج ۲ ش ۲ ص ۱۷

۲۔ مولوی ظفر علی خاں ایڈیٹر افسانہ ج ۲ ش ۲ ص ۱۸

۳۔ ایڈیٹر عین الاخبار، مراد آباد ج ۲ ش ۲ ص ۱۸

— لسان الصدق کے متعلق بعض معزز ہم عمروں کی رائے:

۱۔ دلچسپ کلکتہ ج ۲ ش ۴ ص ۲۰

۲۔ ایڈیٹر وگنڈ شاہجہان پور " "

۳۔ نظام الملک مراد آباد " "

علمی خبریں

— البراکہ راز مولوی عبدالرزاق کانپوری (شائع ہوگئی ج ۳ ش ۱ ص ۲۷)

الکلام (از شبلی نعمانی) شائع ہوگئی ج ۳ ش ۱ ص ۲۹

الندوة، شاہجہان پور ج ۲ ش ۹ ص ۱

(جلسہ ندوة العلماء دکن) کے ماہور علمی رسلے الندوة کے اجرا کی خبر اور مقاصد اجرا کا تعارف)

رباعیات حالی (جلد پر انگریزی حروف میں نام پر اعتراض کا جواب) ج ۳ ش ۱ ص ۱۹

زیر تصنیف کتابیں: (کالم کی ضرورت پر ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ) ج ۱ ش ۱ ص ۱۴

شبلی نعمانی علم الکلام کی تاریخ کا دوسرا حصہ

عبدالرزاق کانپوری نظام الملک

زیر طبع کتابیں :
کلام مولانا شبلی نعمانی

سوانح عمری مولانا روم
یہ کتابیں ملک میں عنقریب شائع ہونے والی ہیں :

المعزله ایڈیٹر کی زیر تصنیف کتاب کا تعارف اور اس کا دیباچہ
یہ کتابیں عنقریب ملک میں شائع ہونے والی ہیں :
الف : زیر تصنیف : تذکرۃ تانیث اردو میں ازحالی
میر انیس کے کلام پر تبصرہ از شبلی

سوانح عمری امیر خسرو از خواجہ حسن نظامی
ب : زیر ترجمہ : ہیر و ورشپ از کارلائل ، مترجم عبدالغفور شبہار
ج : زیر طبع : ایجوکیشن از ہربرٹ اسپنسر مترجم غلام المحنین
نامہ دانشوران از علمائے ایران مترجم ریاض الحسن
معارف از ابن قتیبہ مترجم عبداللہ عمادی
لیکچرز از میکس مولر مترجم عبدالقادر

مقالات

ایڈیٹر المعزله (زیر تصنیف کتاب کا پیش لفظ)
تعمیر (لفظی ترجمہ اور مختصر تاریخ)
ریاض الاخبار گورکھپور اور پیسہ اخبار لاہور
مولانا حالی کی شاعری کے متعلق بحث پر تبصرہ
فرسٹ ڈیزر وائنڈ دین ڈیزائر
مسلمانان بنگال کی پچ سالہ تعلیمی رپورٹ (ایک مضمون) پر ایڈیٹر کانوٹ ج ۲ ش ۴ ص ۷
انیم ہوئی ، سید شاہ حسین ، ہندوستان کی اقوام جراثم پیشہ
ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ جراثم پیشہ اقوام کے حالات اور اصلاح کی تجاویز

رنجور، محمد یوسف جعفری السعدیہ والعلوم (ترجمہ)
بحث یہ ہے کہ کون سے علوم انسان کی زیادہ شادمانی کا باعث ہوتے ہیں عربی سے ترجمہ
سید اور شیخ

شیخ، ایس ایم، ہندوستان اور جاپان کے تعلقات — ایشیا — (بیسویں صدی میں)
ج ۲ ش ۵ ص ۶

ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ
علی محمود بانکی پور قسمت (ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ)
وحشت، رضا علی مقدور ہو تو خاک سے ---
ج ۲ ش ۲ ص ۶

متفرقات

آہ دہلوی، ابوالنضر سادہ لوحی (ایک تاریخی واقعہ)
اسپنسر، (ایک قول)
بکسے
تاریخی معلومات، قوموں کی قدامت
قدیم فن عمارت کے دنیا میں پانچ دور
ج ۲ ش ۵ ص ۱۶
ج ۲ ش ۸ ص ۱۷
ج ۲ ش ۸ ص ۲۲
ج ۲ ش ۵ ص ۱۰
ج ۲ ش ۸ ص ۱۷

وفیات

ایڈیٹر، سید احمد حسن اب کہاں ہیں؟
شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی (کچھ اور بیٹی کا انتقال)
ج ۱ ش ۲ ص ۱۵
ج ۳ ش ۲ ص ۱۸

اشتہارات

اجرت طبع اشتہار (لسان الصدق)
اجرت طبع اشتہار (لسان الصدق)
انجیام از ابوالنضر غلام یاسین آہ
اعلان (بہ کفایت ہر طرح کی طباعت کے لیے)
ج ۲ ش ۵ ص ۱
ج ۲ ش ۱۶ ص ۱
ج ۲ ش ۳ ص ۷
ج ۲ ش ۲ ص ۲۲

- الندوة (شاہجہان پوری) ایڈیٹر اشلی نعمانی وحیب الرحمن خان شروانی ج ۲ ش ۱۸، ص ۱
چند نایاب مقدس کتابیں ج ۲ ش ۱۸، ص ۳ (سروق)
حیات جاوید از خواجہ الطاف حسین حالی ج ۱ ش ۱ ص ۱۵
دکن ریویو (جیدر آباد دکن) ج ۲ ش ۱۸، ص ۳ (سروق)
خدیجہ نظر (کھنوا) " " "
خطاب الجواب ج ۲ ش ۱، ص ۲۱ (سروق ص ۲)
زمانہ (بریلی) ج ۲ ش ۱۸، ص ۴ (سروق)
قوم (ریچ پور) ج ۲ ش ۱۸، ص ۴ (سروق)
عیاشی کا نتیجہ (ایک ناول) ج ۲ ش ۲ ص ۱۹
کتاب الصرف و کتاب النحو مصنفہ حافظ عبد الرحمن امرتسری ج ۲ ش ۱۸، ص ۲ (سروق)
کلکتہ کی سیر - تین جلدیں (ناول) ج ۲ ش ۲ ص ۱۹
ہادی المطابع (کلکتہ) کی قابل دید کتابیں ج ۲ ش ۱ ص ۹
ایڈیٹر، عرفت ربی بفتح العزائم (جنوری ۱۹۰۵ء کی اشاعت میں تاخیر مزید پر غدر)
" دربار سید اعظم (قارئین لسان الصدق کے لیے سرسید اور ان کے رفقاء کے ایک گروپ ج ۲ ش ۲، ص ۲۱ (سروق ص ۲)
" فوٹو کے متعلق نوٹ ج ۳ ش ۱، ص ۲ (سروق ص ۲)
" دلچسپ معلومات: فزکس کے متعلق ج ۲ ش ۱، ص ۲۲
" تاریخ کے متعلق " " "
" آتش فشاں پہاڑ " " "

ج ۲ ش ۳ ص ۵

منیر لسان الصدق، التماس

ریویو۔ کلکتہ

اسی زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ”ریویو“ کے نام سے ایک ماہنامہ کلکتہ سے جاری کرنے کا عزم کیا۔ لسان الصدق کے آخری پرچے کے ساتھ اس کے اجرا کے عزم کا اعلان کیا تھا کہ ۲۰ جون (۱۹۰۵ء) سے شائع ہونا شروع ہو جائے گا۔ اس کے تعارف میں مولانا لکھتے ہیں:

اردو میں اپنی ڈھنگ کا پہلا رسالہ

ریویو

جس کا مقصد صرف ریویو ہے

اس کی اہمیت کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں:

”یورپ کی زبانوں میں متعدد رسالے ایسے شائع ہوتے ہیں جن کا مقصد صرف ”ریویو“ ہوتا ہے، وہ ملک کی قابل قدر تصنیفات پر مفصل تنقید کرتے ہیں! مصنفین کو ضروری معلومات سے مدد پہنچاتے ہیں، دوسرے ملکوں سے علمی تعلقات پیدا کر کے علم دوست جماعت کے لیے وہ اسباب مہیا کرتے ہیں، جن سے وہ اپنی علمی ضرورتیں آسانی سے پوری کر سکیں! افسوس ہے کہ اردو میں اس وقت تک کوئی رسالہ اس مقصد سے شائع نہیں ہوا، اور یہ اہم کام نظریری رسائل کا ضمیمہ بن کر ناقابل اور غیر موزوں حالت میں خراب ہوتا رہا! آج لسان الصدق اس کی پورا کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ ۲۰۔ جون ۱۹۰۵ء سے ایک ماہوار رسالہ بالفعل (۱۶) صفحات کی ضخامت پر بطور ضمیمہ لسان الصدق شائع ہونا شروع ہو گا، جس کا نام اور نام کے ساتھ صرف مقصد ریویو ہے“

اس کے مقاصد کی تشریح ان الفاظ میں فرمائی ہے:

(۱) ہندوستان میں جس قدر کتابیں شائع ہوتی رہتی ہیں ان پر مفصل ریویو کرنا اور کوشش کرنی، کہ اس کتاب کی مفصل کیفیت، مصنف کی عمدہ تصویر شائع کی جائے۔

(۲) ممالک اسلامیہ میں عربی کی جو قابل قدر کتابیں شائع ہوتی ہیں ان پر مفصل ریویو کرنا اور

خریداروں کی فرمائش پر اصلی قیمت پر کتاب منگوا دینا، اور کوشش کرنی کہ جن اردو عربی کتابوں پر ریویو کیا جاتا ہے اس کے متعدد نسخے دفتر میں موجود ہوں۔

(۳) ہندوستان میں اس وقت تک کوئی ایسی ایجنسی نہیں ہے جہاں قلیل منفعت پر مصر، شام و قسطنطنیہ کی نادر الوجود کتابیں شایعین کو دستیاب ہو جائیں اگر ایک دو دکانیں ہیں بھی تو وہاں زیادہ تر قدیم مذاق کی تصنیفات، اور ذہنیات کی کتابیں دستیاب ہوتی ہیں اس لیے ریویو کے متعلق ایک ایجنسی قائم کی گئی ہے۔ جہاں تمام جدید کتابیں اور علوم و فنون جدیدہ کے تراجم تقریباً اصلی قیمت پر شایعین کو مل سکتے ہیں۔

(۴) دائرۃ المعارف، جیسی قیمتی کتابیں منگوا کر اس ایجنسی کے ذریعہ ماہوار قسط کے آسان طریقہ پر فروخت ہوں گی۔

اس کی قیمت کے بارے میں مولانا نے یہ فیصلہ فرمایا تھا قیمت سالانہ مع حصول علم مگر خریدارین لسان الصدق کے لیے صرف ۱۲ روپے درخواستیں دفتر لسان الصدق کے پتے سے کی جائیں۔
لیکن جہاں تک میری معلومات ہیں اور ڈاکٹر رضا بیدار نے تحقیق فرمائی ہے مولانا آزاد کا یہ غزم عمل کی شکل اختیار نہیں کر سکا۔ لیکن اس اشتہار و اعلان کی تفصیل سے یہ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کہ ۱۶، ۱۷ سال کی عمر میں بھی مولانا کی نظر علم و ادب اور ان کے مسائل و ضروریات کے ہر پہلو پر تھی۔

الندوہ۔ لکھنؤ

اس زمانے کے بعد مولانا کا زیادہ تر قیام بمبئی میں رہا تھا۔ چنانچہ جون جولائی ۱۹۰۲ء کے بعد سے اپریل مئی ۱۹۰۵ء تک لسان الصدق کے جوڑے شائع ہوئے ان میں مقام اشاعت اور ایڈیٹر کا پتا بمبئی کا درج ہے۔ بمبئی کے اسی دوران قیام میں علامہ شبلی مرحوم سے ان کے روابط بڑھے۔ اگرچہ ان کی پہلی ملاقات ۱۹۰۱ء میں کلکتہ میں ہو چکی تھی اور اس کے بعد مراسلت کا سلسلہ بھی قائم ہو گیا تھا۔ لیکن بمبئی کے اس زمانے کے قیام کے زمانے میں جو ملاقاتیں ہوئیں ان میں حضرت علامہ مرحوم مولانا کے ذوق علمی و وسعت مطالعہ اور ذہنی صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوئے اور لکھنؤ آنے اور ”الندوہ“ کی ادارت میں ان کی معاونت کے لیے اصرار کیا۔ شاید مولانا خود بھی کسی علمی ماحول اور ایسی ہی صحبت و معرفت کے جو یا تھے۔ مولانا نے وعدہ فرمایا یہ حضرت علامہ بمبئی سے حیدر آباد (دکن) گئے اور وہاں سے لکھنؤ پہنچے ہی تھے کہ مولانا بھی لکھنؤ پہنچ گئے۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء سے مارچ ۱۹۰۶ء تک مولانا نے ”الندوہ“ کی ادارت میں علامہ شبلی کی معاونت کی۔

الندوہ ملک کے ایک تاریخی ادارے ندوۃ العلماء (لکھنؤ) کا علمی و تعلیمی ترجمان تھا اور لسان الصدق کے مقاصد کے مقابلے میں اس میں زبان و ادب کا ایک خاص تصور اور معیار تھا بلاشبہ الندوہ میں ادب کا دائرہ وسیع اور علوم و فنون کی تمام شاخوں تک پھیلا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی تعلیم حالات و وقت کے تقاضوں کے امتزاج اور ترقی کے مقاصد اس پر مستزاد تھے۔ اگرچہ لکھنؤ میں مولانا کا قیام پانچ چھ ماہ سے زیادہ نہ رہا اور وہ اس دائرہ فن اور معہد علمی سے جلد ہی نکل گئے لیکن اپنے ذوق و معیار کو دوسروں کے لیے نمونہ چھوڑ گئے۔

الندوہ میں مولانا کے قلم سے کئی بلند پایہ مضمون نکلے مہر کے مشہور عالم فرید وجدی کی کتاب ”المرآۃ المسلمہ“ پر ایک نہایت مفصل ریویو کیا جو الندوہ کے تین ہفت روزوں نومبر و دسمبر ۱۹۰۵ء اور فروری ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا۔ یہ ریویو وکیل امرتسر میں بھی نقل کیا گیا۔ اور بعد میں اسی اخبار کی

طرف سے مطبع روز بازار امرتسر میں چھپوا کر کتابی صورت میں شائع کیا گیا۔ اس کے بعد اب تک اس کے بیسیوں ایڈیشن پاک و ہند سے شائع ہو چکے ہیں۔ اگرچہ مولانا نے دوبارہ اس کی اشاعت کی اجازت نہیں دی اس مسئلے میں بعد میں ان کی راتے بدل گئی تھی۔ بعض باتیں ان کے نزدیک سطحی اور علمی تحقیقات کے خلاف ثابت ہو چکی تھیں، محمد یونس خالدی مرحوم کے نام ایک خط میں مولانا فرماتے ہیں:

”یہ مضامین پندرہ سولہ برس کی عمر میں لکھے گئے تھے۔ ان میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن میں میری راتے بدل گئی ہے اور بہت سی باتیں اب میں صحیح نہیں سمجھتا۔ لہذا ان کے چھپوانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ فرید و جدی نے اس کتاب میں جو کچھ لکھا ہے وہ نہایت سطحی ہے اور علمی تحقیقات کے خلاف ہے۔ مولانا شبلی مرحوم کی فرمائش پر میں نے ریویو لکھ دیا تھا اس وقت میری معلومات محدود تھیں“

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل مضامین مولانا کے قلم سے نکلے اور اندوہ میں شائع ہو کر اہل علم میں مقبول ہوئے:

- ۱۔ القضاۃ فی الاسلام فروری ۱۹۰۶ء
- ۲۔ المرأة المسلمة بمصر نومبر ۱۹۰۵ء
- ۳۔ مبصر دسمبر
- ۴۔ مبصر فروری ۱۹۰۶ء
- ۵۔ مبصر اکتوبر ۱۹۰۵ء
- ۶۔ مسلمانوں کا ذخیرہ علوم و فنون اور یورپ کی سرپرستی
- ۷۔ ندوة العلماء دہلی کا اجلاس اور قوم کی راہ مقصود اپریل ۱۹۰۶ء
- ۸۔ ندوة العلماء میں ایک کتب خانے کی ضرورت (بلسلسلہ ایڈیٹوریل نوٹس) فروری ۱۹۰۶ء
- ۹۔ یورپ میں گونگوں کی تعلیم (بلسلسلہ علمی خبریں) مارچ ۱۹۰۶ء

۱۰۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد اور ان کے افادات علمیہ، محمد یونس خالدی ہفتہ وار الکلام۔ پٹنہ ۷، مارچ ۱۹۵۹ء۔ نیز دیکھیے؛ افادات آزاد مرتبہ ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہان پوری، کراچی،

۱۹۸۲ء، ص ۱۲۹

وکیل امرتسر

مولانا مکنو سے نکلے اور بمبئی اور لاہور ہوتے ہوئے امرتسر جا پہنچے۔ السندوہ چھوڑا اور وکیل کی زمام لہارت باقی میں لی گئی۔ السندوہ ماہنامہ تھا، وکیل ہفتے میں دوبارہ شائع ہوتا تھا۔ مولانا نے اسے ہفتے میں تین بار کر دیا۔ السندوہ صرف ایک علمی رسالہ تھا، وکیل ایک مکمل اخبار تھا۔ السندوہ کی فضا محدود تھی، وکیل میں مضامین و موضوعات کی کوئی حد نہ تھی۔ وکیل میں مولانا کو ہر قسم کی مضمون نگاری کا موقع ملا اور ہر موضوع پر طبع آزمائی کی۔ وکیل کی اشاعت میں باقاعدگی نہ تھی، صفحات محدود تھے، ضابطہ کیا گیا۔ مولانا کی محنت و مہارت رنگ لائی۔ اس کی شہرت ملک کے کونے میں جا پہنچی۔ مقبولیت آسمان سے باتیں کرنے لگی اور اشاعت سیکڑوں سے ہزاروں میں بدل گئی۔ وکیل میں رہ کر مولانا کا ذہن پوری طرح مکمل چکا تھا اور وقت کے مسائل میں مولانا کے شعور نے پختگی حاصل کر لی تھی۔

وکیل میں مولانا کی ادارت کے دو دور ہیں۔ پہلا دور تھا جو متی ۱۹۰۶ء سے نومبر ۱۹۰۶ء تک تقریباً سات ماہ کی مدت پر محیط تھا۔

اس دوران میں مولانا کے بڑے بھائی مولوی غلام یسین آہ جوا اسلامی ممالک کی سیاحت کرنے گئے ہوتے تھے، بیمار ہو کر وطن واپس لوٹے۔ لیکن وہ اس بیماری سے جاں بر نہ ہو سکے۔ غالباً ستمبر ۱۹۰۶ء میں کلکتہ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس واقعے سے مولانا کا دل اچاٹ ہو گیا۔ والد کلکتہ واپس آنے کے لیے پہلے سے مرتھے پیرامیوں نے مولانا کو کلکتہ واپس لانے کے لیے آدمی بھیج دیا۔ چنانچہ نومبر کی کسی تاریخ کو مولانا کلکتہ کے لیے روانہ ہو گئے۔

وکیل، امرتسر (دو شامانی)

دارالسلطنت سے ملاحدگی کے کچھ دنوں بعد مولانا دوبارہ امرتسر چلے گئے اور اٹھ نو ماہ کے وقفے کے بعد وکیل کو دوبارہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ پہلی بار وکیل میں جانے کے بعد وکیل ہفتے میں تین بار شائع ہونے لگا تھا، لیکن اب پھر اسے ہفتے میں دوبارہ نکالنے کا فیصلہ کیا گیا۔ مولانا فرماتے ہیں:

”اس مرتبہ میں نے محسوس کیا کہ اخبار کا ہفتے میں تین مرتبہ نکلنا تقریباً بے سود ہے۔ روزانہ کا وہ کام دے نہیں سکتا، اور تین ٹکڑے ہو جاتے کی وجہ سے محنت بے کار منقسم ہو جاتی ہے۔ شیخ غلام محمد نے بھی اتفاق کیا۔ اور اخبار کو باقی ویکی کر دیا۔ مگر دو مرتبہ میں ضخامت اس سے کہیں زیادہ تھی جتنی تین مرتبہ میں ہوا کرتی تھی“ اے

اس مرتبہ وکیل سے مولانا کا تعلق تقریباً ایک سال رہا تھا۔ وہ وسط ۱۹۰۸ء میں امرتسر پہنچے اور آخر جولائی ۱۹۰۸ء عزمگ دہاں رہے۔ پھر بھوپال ہوتے ہوئے والد کے اصرار پر کلکتہ چلے گئے۔ اگست ۱۹۰۸ء میں مولانا کے والد مولوی خیر الدین کا انتقال ہوا اور اس کے ساتھ ہی مولانا کی زندگی کا بھی ایک دور ختم ہو گیا۔

وکیل سے تعلق کے بارے میں یہ بات ضرور ذہن میں رہنی چاہیے کہ توں کہ اس پر مدبر کی حیثیت سے مولانا کا نام نہیں چھپتا تھا اور اداریوں اور مضامین و شذرات وغیرہ پر بھی مدیر کے نام کی مراحت نہ ہوتی تھی اس لیے تاریخ کے تعین کے ساتھ مولانا آزاد کی ادارت کا زمانہ بنایا نہیں جاسکتا۔ اسی طرح مولانا کے قلم سے نکلنے والے اداریوں، مضمونوں وغیرہ کے بارے میں بھی یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہی جاسکتی، لیکن اگر وکیل کی اس زمانے کی جلدیں دستیاب ہوں تو ان کے زمانہ ادارت کے تعین میں بھی مدد مل سکتی ہے۔ اور ایسے شواہد بھی موجود ہیں جن سے ان کے بہت سے مضامین کی نشان دہی کی جاسکتی ہے۔ مثلاً

”پیشی نذیر احمد دہلوی کی کتاب ”الحقوق والفراتع“، پرتھرہ جونو ۱۹۰۷ء تا جنوری ۱۹۰۸ء کے کس بنز میں ہونا چاہیے اے اسی طرح بھوپال کے محمد یوسف قیصر کی ایک نظم ماہنامہ خاتون، علی گڑھ میں چھپی تھی۔ اس پر مولانا نے وکیل کے شذرات میں تنقید کی تھی۔ قیصر صاحب کی طرف سے اس کا جواب پیسہ اخبار لاہور کے ذریعے دیا گیا۔ مولانا نے جواب الجواب وکیل میں دیا۔ کچھ دنوں تک یہ بحث چلتی رہی پھر ختم ہو گئی اے اسی طرح ایک مضمون ”دن کا دربار“ کے عنوان سے چھپا تھا ”یا بھائی (غلام یسین آہ) کے انتقال پر مولانا کا پُر سوز ادائیہ وغیرہ“

اے آزادی کہانی خود آزادی کی زبانی ص ۲۳۲-۲۳۳ اے ایضاً ص ۳۱۸ اے مولانا ابوالکلام آزاد اور بھوپال، محمد یوسف قیصر، ماہنامہ آج کل دہلی ستمبر ۱۹۰۷ء اے مولانا ابوالکلام آزاد، عابد رضا بیاد ص ۲۱۹

اس کے علاوہ مولانا کے اسلوب کی روشنی میں بھی یہ سفر طے کیا جاسکتا ہے نیز اس زمانے میں چونکہ مولانا کے قومی خیالات میں بھی تبدیلی آگئی تھی، جس کی طرف مولانا نے خود اشارہ فرمایا ہے۔ اس لیے غور و فکر سے مولانا کی تحریرات کی نشان دہی ناممکن نہیں۔

سان الصدق کے اجراء کے وقت مولانا کے پیش نظر زبان و ادب اور تنقید و اصلاح معاشرہ کے جو مقاصد تھے اور اندوہ کی ناتب ادارت کے زمانے میں اسلامی تہذیب و تمدن، علوم و فنون اور تعلیم و ترقی کی جن ضرورتوں کو ان کے ذہن و دماغ نے محسوس کیا تھا اور خدمات ملی و قومی کے جو میدان نمایاں ہوئے تھے، ان میں فتوحات کا موثر ترین ذریعہ وکیل ہی بنا تھا۔

تاریخ صحافت میں وکیل کا جو نمایاں مقام ہے، اس کی تعبیر میں مولانا کا حصہ قابل قدر ہے۔ وکیل نے ملک و قوم کی جو سہ چہرے اور زندگی کے مختلف گوشوں میں خدمات انجام دی ہیں ان کی تحسین میں مولانا آزاد شریک ہیں۔ وکیل کے ذریعے ہیں مولانا آزاد کی قومی، ملی، ادبی اور صحافتی خدمات کا اعتراف کرنا چاہیے۔

وکیل کی ادارت کے دوسرے دور میں مولانا آزاد کو احساس ہوا کہ ملک میں اصلاح و بیداری کی کوئی تحریک اس وقت تک پیدا نہیں کی جاسکتی، جب تک ایڈیٹر کا قلم اخبار کے مالک کی مداخلت کے خطرے سے پوری طرح مطمئن نہ ہو۔ ملک کی آزادی اور قوم کی اصلاح و بہبود کی ہر تحریک کے آغاز، ترقی و فروغ اور انقلابی افکار کی تخم ریزی کے لیے سب سے پہلے ایڈیٹر کے قلم کو مصلحتوں سے بے نیاز اور کپڑے جانے کے ہر قسم کے خطروں اور غدشوں سے بے پروا ہونا چاہیے۔ لیکن یہ بات اس کے بغیر ممکن نہ تھی کہ اخبارات کی ادارت ہی نہیں ملکیت کی زمام بھی ایک ہی ہاتھ میں ہو۔

جولائی ۱۹۱۲ء میں الہلال کا اجرا اسی انداز فکر کی کار فرمائی کا نتیجہ تھا۔

دار السلطنت، کلکتہ

مولانا کے والد مولوی خیر الدین مرحوم کی خواہش تھی اب وہ کلکتہ سے باہر جائیں۔ بڑے بیٹے کے انتقال کے بعد اب وہی ان کی امیدوں کا آخری سہارا تھے۔ کلکتہ کے اجاب کا اصرار بھی یہی تھا کہ اب مولانا کلکتہ میں مستقل قیام کریں لیکن والد کی جانشینی اور پیری مریدی کی زندگی ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ ان کا شاہین فکر علم و محافت کی وسیع فضاؤں میں پرواز کا عادی تھا۔ زندگی کا کوئی محدود دائرہ اور رسم و رواج کی بندشوں کو ان کا ذہن قبول ہی نہ کر سکتا تھا۔ مولوی محمد یوسف جعفری بخیر جن سے مولانا کے قدیم سے مراسم تھے انھوں نے مولوی عید اللطیف ناچر چرم کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ اپنے والد مولوی عید الباری کی یادگار دار السلطنت کو جو ان کی وفات کے بعد بند ہو گیا تھا دوبارہ جاری کریں اور مولانا آزاد اس کے مدیر مقرر ہوں۔ مولانا کے لیے یہ ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ مولانا نے اس ذمے داری کو بخوشی قبول کر لیا۔ دار السلطنت ہفتہ وار اخبار تھا اور چھپائی اور کتابت کا اچھا انتظام کیا گیا تھا۔ جنوری ۱۹۰۷ء سے چند ماہ تک مولانا اس کی ادارت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ لیکن مولوی عید اللطیف جو نہ تو محافت کے آداب سے واقف تھے اور نہ علم و ادب کا ذوق رکھتے تھے اخبار کی پالیسی اور وقت کے مسائل کی نسبت دغل دیتے تھے۔ مولانا ان کے اس رویے سے دل برداشتہ ہو کر اخبار سے الگ ہو گئے اور پھر اخبار بھی بند ہو گیا۔

الہلال - کلکتہ

اردو صحافت کی تاریخ میں الہلال وہ رسالہ ہے جو اپنی تمام ظاہری اور باطنی خصوصیات میں ایک ”انقلاب آفریں دعوت“ تھا۔ اس نے ملک کے سیاسی، علمی ادبی اور دینی اذکار و عقائد پر جو انقلاب انگیز اثرات ڈالے، ان پر مستقبل کا مورخ بحث کرے گا اور وہ عناصر و مبادیات ڈھونڈے گا جن سے پاک و ہند میں بعد کی اسلامی و اجتماعی ڈھنڈھ ظہور پذیر ہوئی ہے۔

الہلال کا اجرا مولانا ابوالکلام آزاد کے مدنفوں کے غمزدہ فکر کا نتیجہ تھا۔ اس کے اجرا کا خیال انہیں امرتسر میں اس وقت آیا تھا جب وہ وکیل کے ایڈیٹر تھے۔ الہلال کے پہلے شمارے ہی میں مولانا فرماتے ہیں:

”۱۹۰۷ء کے موسم سرما کی آخری راتیں تھیں جب امرتسر میں میری چشم بیداری نے ایک خواب دیکھا تھا۔ انسان کے ارادوں اور منصوبوں کو جب تک ذہن و تخیل میں ہیں، عالم بیداری کا ایک خواب ہی سمجھنا چاہیے۔ کامل چھ برس اس کی تعبیر کی عشق آئیز جستجو میں صرف ہو گئے۔ امیدوں کی غلش اور دلولوں کی شورش نے ہمیشہ مضطرب رکھا اور یاس و قنوط کا جھوم بار ہا حوصلہ و عزم پر غالب آ گیا لیکن الحمد للہ کہ ارادے کا استحکام اور توفیق الہی کا اعتماد ہر حال میں طمانیت بخش تھا۔ یہاں تک کہ آج اس خواب عزیز کی تعبیر عالم وجود نبی پیش نظر ہے۔۔۔“

”الہلال کی اشاعت ہمارے قدیمی ارادوں کے سفر کا آغاز ہے اور فضل الہی سے امید ہے کہ اب بہت جلد اپنے ارادے کے اعمال مہم میں مصروف ہو سکیں گے۔ ایک اردو ہفتہ وار رسالے کی اشاعت کے لیے برقی طاقت سے چلنے والی مشینوں کی ضرورت نہ تھی اور نہ کسی وسیع پریس کے متعلقات و آلات کی۔ اور نہ ایک اردو کا ہفتہ وار اخبار ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے اتنی حیثیت پیدا کر سکتا ہے کہ کسی بڑے پریس کو اپنے اعتماد پر قائم رکھ سکے پھر وہ خواہ مخواہ ہی وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے، لیکن کوئی ایسا مقصد زندگی نہیں ہو سکتا جس

کا انتظار غلبہ ہے امید کی بے چینیوں اور روزِ بارے اضطراب کا حق دار ہو، خدا کے بخشے ہوئے دل و دماغ کی یہ ناقدری و تحقیر ہے، اگر اس کے مقاصد کا سدقہ الہی اس سے زیادہ بلند نہ ہو سکے۔ پس یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ درحقیقت چند عزائم

عظیم ہیں، جن کی طرف بتدریج متوجہ ہونا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ کل کیا ہو گا؟ وما تشاؤون الا ان يشاء الله، ان الله كان عليماً حكيماً (الاحزاب - ج ۱ ص ۲، ۳)

الہلال اگرچہ ایک حقہ دار مہرور رسالہ تھا لیکن چونکہ وہ اردو صحافت کی مختلف شاخوں میں اجتہاد و فکر و نظر کی نئی روح پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس کا ہر نمبر اپنے صفحات میں مختلف اذواق کی تسکین کا سرو سامان رکھتا تھا۔ اس کے ہر شمارے میں مختلف ابواب مذہب، سیاست، ادبیات، علوم و فنون اور معلومات عامہ کے ہوتے تھے اور اس کا ہر صفحہ اپنی خصوصیات کے لحاظ سے اپنی نظیر آپ ہوتا تھا۔

اس پر اس کی ظاہری خوبیاں اردو صحافت میں اعلیٰ طباعت و ترتیب کا پہلا نمونہ تھیں۔ اردو کا وہ پہلا ہفتہ وار رسالہ تھا جس میں ہاف ٹون تصاویر کے اندراج کا انتظام کیا گیا تھا اور سائپ میں چھپنے کی وجہ سے بہت سی ایسی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں جو پھر (لیتھو) کی چھپائی میں ممکن نہ تھیں۔

اس کی جلد میں جدید اردو علم و ادب کے علمی مذہبی سیاسی اور اجتماعی مواد و مباحث کا بہترین مجموعہ ہیں۔ الہلال کی خصوصیات کے ظاہری و باطنی کئی پہلو ہیں۔

اس کی ظاہری خصوصیات میں عمدہ کاغذ بہترین ٹائپ کی چھپائی، اعلیٰ درجے کی ہاف ٹون تصویروں کا اہتمام اور دیدہ زیب گٹ آپ شامل ہیں۔

اس کی باطنی و معنوی خصوصیات پر بھی ایک نظر ڈال لینی چاہیے۔

(۱) الہلال ہندوستان کا پہلا اردو ہفت روزہ تھا جس نے ایشیا اور یورپ کے اہم ممالک میں اپنے نمائندے مقرر کیے جو اس کے لیے اپنے اپنے مراکز سے علمی ادبی اور سیاسی خبریں اور تبصرے جمعیتے تھے۔

(۲) الہلال نے بین الاقوامی خبروں کے معیار سے اردو صحافت میں حصہ لیا۔

(۳) الہلال نے پہلی بار اردو قارئین کا بین الاقوامی، عالمی سیاسی تحریکات اور تاریخی شخصیات سے تعارف کرایا۔

(۴) الہلال نے تازہ بہ تازہ اور نوع بہ نوع علمی تحقیقات، انٹری انکشافات، سائنسی ایجادات وقت کے اہم علمی مباحث اور عالمی ادب اور خطابت کے شہ پاروں سے اپنے قارئین کو روشناس کرایا۔
(۵) اسلامی ممالک کی سیاست میں اس نے براہ راست حصہ لیا اور مسلمانوں کی اس دلچسپی کی ٹھوس بنیادیں فراہم کیں۔

(۶) الہلال انقلاب ذہن و فکر کا نقیب اور ملی صورت تھا، وہ قیام ملت کا داعی اور وقت کی ہمہ جہت اسلامی دعوت کا پیغام بر تھا۔

(۷) معلومات و افکار کی اشاعت کے ساتھ ذہن و فکر کی تشکیل اور سیرت کی تعمیر اس کا خاص مقصد تھا۔

(۸) الہلال اپنی ترتیب و تدوین، تقسیم ابواب و تالیف مباحث میں اپنی مثال آپ تھا۔

(۹) الہلال عالمی، ملکی، قومی اور بلی خبروں، مضمونوں اور تمام اجزائے صحیفہ نگاری میں بے مثال توازن کا نمونہ تھا۔

(۱۰) الہلال کے سامنے تجارتی و کاروباری عزم نہ تھی بلکہ اس کے سامنے خدمت ملک و وطن اور تالیف قوم ملت کے متعلیٰ مقاصد تھے۔ وہ دینی دعوت اصلاح کی ایک تحریک تھا اور مسلمانوں کے افکار و اعمال دینی و سیاسی میں تغیر و انقلاب پیدا کرنا چاہتا تھا۔ اور اس لحاظ سے اردو صحافت کی تاریخ میں وہ ایک منفرد اخبار تھا۔ ڈاکٹر عابد رضا بیدار نے لکھا ہے کہ زمیندار (لاہور) ہمدرد (دہلی) اور الہلال (کلکتہ) اس دور صحافت کے اہم ترین نمائندے تھے اور شاید معنی میں اردو میں باقاعدہ اور ساقی ٹی ٹک صحافت کے بانی بھی۔ الہلال اس تشبیت کا سب سے ممتاز رکن تھا۔ اس نے صحافت کے فن کو فنی حیثیت سے صیب سے زیادہ سیلف سے بڑا اور ایڈیٹر اور اخبار دونوں کی کم عمری کے باوجود سب سے زیادہ دیر پا اثر چھوڑا ہے۔

مقاصد و خدمات:

الہلال نکلا تھا تو اس کے پیش نظر دو قسم کے مقاصد تھے،
الف؛ عام مقاصد کا تعلق علم و ادب اور سیاست و صحافت کے عام مباحث سے تھا اور مقصود یہ تھا کہ اردو زبان میں ہر اعتبار سے ایک ایسا بلند پایا رسالہ وجود میں آجائے جو زمانے کی رفتار ترقی کا ساتھ دے سکے اور فکر و نگارش کے ہر میدان میں ایک نئی قسم کی بلندی پیدا کر دے۔

بے مولانا ابوالکلام آزاد، ص ۱۳

ب؛ خاص مقصد کا تعلق اس کی ”دعوت“ سے تھا۔ وہ دعوت جو مذہب میں مجتہدانہ نظر و فکر کا ایک نیا دروازہ کھولتی تھی اور سیاست میں آزادی فکر و عمل اور علوی نظرو رائے کی طرف مسلمانوں کو لے جانا چاہتی تھی۔ اس مقصد کی بابت خود مولانا آزاد لکھتے ہیں؛

(۱) اہلال کا مقصد اصلی اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ وہ مسلمانوں کو ان کے اعمال و معتقدات میں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور خواہ تعلیمی مسائل ہوں، خواہ تمدنی، سیاسی ہوں خواہ اور کچھ۔ وہ ہر جگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان دیکھنا چاہتا ہے۔

(اہلال ۸ ستمبر ۱۹۱۲ء، ص ۶)

(۲) فی الحقیقت اہلال اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اسلام کی قدیمی دعوت کا احیاء کرنا چاہتا ہے۔

(صدائے ملت۔ اہلال کی دعوت کی نسبت۔ ۹ اکتوبر ۱۹۱۲ء، ص الف)

(۳) اہلال بھی ایک دعوت ہے، جس کے تمام اغراض و مقاصد اور اصول و فروع کا نقطہ و جید صرف اس دین الہی کی دعوت کی تجدید اور اس کے اصول بنیادی؛ الام بال معروف والہی عن المنکر کو زندہ کرنا ہے۔

(فاتحہ جلد اول۔ ۸ جنوری ۱۹۱۳ء، ص ۴)

(۴) اہلال صرف خبروں کا ایک ہفتہ وار اخبار اور دل چسپ مقالات و رسائل کے کسی مجموعے کا نام نہیں ہے، بلکہ وہ ایک دعوت ہے جو قوم کو بلاتی ہے اور ایک تحریک ہے جو جماعتوں میں انقلاب و تغیر دیکھنا چاہتی ہے

(فاتحہ السنتہ الثانیہ ۹ جولائی ۱۹۱۳ء، ص ۲۵)

اہلال کے مقاصد اصلی کا یہی وہ حصہ ہے جسے مولانا نے اہلال کی خاص دعوت قرار دیا ہے۔ مقاصد کا دوسرا حصہ علم و ادب اور صحافت و کتابت کے اعلیٰ نمونوں پر مشتمل تھا اور یہ عام تھا۔ اس کی دعوت نے اگر ایک طرف قوم کی سیاسی و دینی ذہنیت میں ایک انقلاب پیدا کرنا چاہا تھا تو دوسری طرف تحریر و کتابت نے اردو ادبیات کی رفتار بدل دینی چاہی تھی۔

الہلال کی کامیابیاں

الہلال کو اس کے خاص و عام مقاصد میں کس حد تک کامیابی حاصل ہوئی۔ اس پر ایک سرسری نظر ڈال لینی چاہیے۔

(۱) الہلال نے مسلمانوں میں دینی شعور اور مطالعہ قرآن و تمسک بالکتاب کا ذوق پیدا کیا حضرت علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں:

”اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ نوجوان مسلمانوں میں قرآن پاک کا ذوق ابوالکلام کے الہلال و البلاغ نے پیدا کیا اور جس اسلوب بلاغت، کمال انشا پر دازی اور زور تحریر کے ساتھ انھوں نے انگریزی خواں نوجوانوں کے سامنے قرآن پاک کی ہر آیت کو پیش کیا، اس نے ان کے لیے ایمان و یقین کے نئے نئے دروازے کھول دیے، اور ان کے دلوں میں قرآن پاک کے معانی و مطالب کی بلند سی اور وسعت کو پوری طرح نمایاں کر دیا۔“

الہلال کی اس خدمت کا وقت کے تمام اہل علم اور اصحاب فکر و نظر نے اعتراف کیا ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی لکھتے ہیں:

”آج جس قدر بولنے والی زبانیں، خود دارانہ انداز ہیں سوچتے والے دماغ اور اسلامیات پر لکھنے والے قلم ہیں، ان سب کی تعبیر و تربیت میں الہلال نے بڑا حصہ لیا ہے۔“

(۲) ہندوستان کے مسلمان جنہیں ایک پیش رو تحریک نے انگریزی حکومت سے وفاداری اور غلامانہ اطاعت کی لوریاں دے کر گہری نیغذ سلادیا تھا، الہلال نے انہیں نہ صرف جگایا اور حریت کی حالت سے نکالا بلکہ شعور و احساسات کی ایک نئی زندگی دے کر آزادی کی تحریک میں برادران وطن کے شانہ بہ شانہ لا کھڑا کیا۔

(۳) ہندوستان کے مسلمانوں کو ملک میں ان کی قومی، ملی دینی اور بیرون ملک اسلامی، ملی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور کوشش کی کہ اجتماع قومی و ملی اور آزادی ملک وطن کا وہ تمام ذہنی و فکری سروسامان مہیا کر دیا جائے جو ایک آزاد اور خود دار قوم کے لیے ضروری ہوتا ہے۔

(۴) عالمی سیاسی اور اسلامی دنیا کی تحریکات سے مسلمانانِ ہند کا رشتہ استوار کیا اور برٹش حکومت کے مصالح کے نقطہ نظر کے برخلاف آزادانہ غور و فکر کی دعوت دی۔

(۵) الہلال نے قومی مسائل میں جو آواز دے حق بلند کیا تھا وہ اگرچہ شروع شروع میں ناگوار سی کے ساتھ ستا گیا لیکن بہت جلد وہ تمام مسلم پریس کی دعوت اور اعلان بن گیا۔ چنانچہ کامریڈ اور معاصر اخبارات کو اپنی پرانی روش ترک کرنی پڑی۔ اگرچہ یہ تہذیبی اتنی آہستگی سے آئی جس پر تعجب اور سابقہ روش کے ترک کا گمان نہ ہو مولا نا آزاد لکھتے ہیں:

سب سے پہلے کامریڈ کا ذکر کرنا چاہیے۔ جس نے گو قدیمی اصطلاحات و اسما کو ہمیشہ قائم رکھنے کی سعی حاصل کی۔۔۔ تاہم معانی بہت کچھ بدل دیے اور گونگنری رقتار مصلحت سست رکھی مگر پچھلی منزل سے آگے بڑھتا رہا اور مسلمانوں میں بتدریج ملکی معاملات سے دل چسپی لینے کے مذاق اور ہر پوٹشیکل مسئلے میں لیڈروں کے فتوؤں کی جگہ قومی آواز کے ظہور و نشو و نما کا ایک موثر محرک ہوا۔ اصلاح و تغیر کے مختلف طرق میں سے ہر بھی ایک بے خطر اور آسان تر طریقہ ہے۔

کامریڈ کے ساتھ ہی مسلم گزٹ لکھنؤ اور زمیندار کے نام نظر آتے ہیں جن کی آزادانہ پالیسی کو فی الحقیقت اس نئی بیداری کے ظہور میں نمایاں دخل ہے پرانے اخباروں میں وکیل امر نسر بھی قابلِ تذکرہ ہے۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں خاص طور پر البشیر کا بھی ذکر کرنا چاہیے جس نے سچائی اور قابلِ تعریف دلیری سے نئے تغیرات کا ساتھ دیا ہے۔ اور پچھلی پالیسی سے دست بردار ہو جانے کا اعلان کر دیا ہے۔ یونیورسٹی کمیٹی کی نسبت بھی جو مضامین اس کی وکھ رہا ہے، وہ آزادی اور راست بیانی سے خالی نہیں۔۔۔۔۔ ان کے علاوہ اب تو عام طور پر اکثر معاصرین کو اس تغیر سے متاثر وہ راہ حق کوئی و آزادی کے قریب قریب پاتے ہیں۔ نئے نئے پرچے بھی جو نکال رہے ہیں، وہ بھی الحمد للہ نئے خیالات لے کر نکلتے ہیں پرانے طریق کو چھوڑ رہے ہیں۔ اکثر صاحبوں نے تو علانیہ نئے خیالات کا اظہار شروع کر دیا ہے اور بعض مصلحتاً صرف تغیر لب و لہجہ سے نئی پالیسی کی ابتدا کرنی چاہتے ہیں اور نتیجہ دونوں کا لیک ہے۔

(الہلال۔ ۲۹ ستمبر ۱۹۱۲ء ص ۶۶)

مولانا نے رہنمائی قوم کے خیالات میں بھی انقلاب و تغیر کی نشان دہی کی ہے۔ درحقیقت اصل انقلاب یہی تھا جو رفتہ رفتہ وقت کے تمام اخبارات و مجلہ میں نمایاں ہوا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں، ”اس سلسلے میں اس تغیر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جو آج کل خود کار فرمایاں ملت کے خیالات میں بھی صاف صاف نظر آ رہا ہے اور اگر یہ تغیر محض مصالح وقت اور اضطرار حالات کی بنا پر نہیں، بلکہ سچے طور پر دل اور دل کے اندر پہنچا ہوا ہے تو فی الحقیقت اس کو ایک بڑی قابل نیک سمجھنا چاہیے۔“

(ابلاغ ص ۷)

(۶) مسلمانوں کو سیاسی فکر اور آزادی کا نصب العین دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر الہلال کے الفاظ میں:

”دہلیک و انسانیت کی خدمت، آزادی حیات سیاسی و ملی کا حصول، جدوجہد حریت اور خود مختارانہ حکومت کے حاصل کرنے کے لیے باقاعدہ مساعی۔ یہ تمام مقاصد صالحہ اگر دوسری قوموں کو بر بنائے جذبہ قومیت و وطنیت عزیز ہیں تو ہر قائل کلمہ توحید کو مذہباً و دیناً محبوب ہونا چاہئیں۔ پس عزت و مجد اسلامی کا مقتضی یہ ہے کہ ان تمام میدانوں میں مسلمان سب سے آگے ہوں، نہ کہ سب سے پیچھے اور غیروں کے خوشنہیں۔“

(۷) ملک کی آزادی کی تحریک میں مسلمانوں کا اعتماد پیدا کیا اور آزادی کی تحریک کو قوت بہم پہنچائی۔

(۸) مولانا ابوالکلام آزاد نے الہلال کی تحریک کو آخری اسلامی تحریک قرار دیا ہے اور اس کی کامیابی کے بارے میں اپنے مشہور عدالتی بیان ”قول فیصل“ (۱۹۲۱ء) میں یہ اس الفاظ ذکر فرمایا ہے:

”میں جرم سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں جب کہ میں ہندوستان کی اس آخری اسلامی تحریک کا داعی ہوں جس نے مسلمانان ہند کے پولیٹیکل مسلک میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا اور بالآخر وہاں تک پہنچا دیا جہاں آج نظر آ رہے ہیں۔ یعنی ان میں سے ہر فرد میرے اس جرم میں شریک ہو گیا ہے۔“

میں نے ۱۹۱۲ء میں ایک اردو جرنل الہلال جاری کیا، جو اس تحریک کا آرگن تھا اور جس کی اشاعت کا تمام ترمقصد وہی تھا جو اوپر ظاہر کر چکا ہوں۔ یہ امر واقعہ ہے کہ الہلال نے تین سال کے اندر مسلمانان ہند کی مذہبی اور سیاسی حالت میں ایک بالکل

نئی حرکت پیدا کر دی، پہلے وہ اپنے ہندو مجاہدوں کی پولیٹیکل سرگرمیوں سے نہ صرف الگ تھے بلکہ اس کی مخالفت کے لیے سیورہ کر لیس کے ہاتھ میں ایک ہتھیار کی طرح کام دیتے تھے گورنمنٹ کی تفرقہ انداز پالیسی نے انہیں اس قریب میں مبتلا کر رکھا تھا کہ ملک میں ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہندوستان اگر آزاد ہو گیا تو ہندو گورنمنٹ قائم ہو جائے گی، مگر اہللال نے مسلمانوں کو تعداد کی جگہ ایمان پر اعتماد کرنے کی تلقین کی اور بے خوف ہو کر ہندوؤں کے ساتھ مل جلنے کی دعوت دی۔ اسی سے وہ تبدیلیاں رونما ہوئیں جن کا نتیجہ آج متحدہ تحریک خلافت و سوراج ہے۔ سیورہ کر لیس ایک ایسی تحریک کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے پہلے اہللال کی ضمانت ضبط کی گئی۔ پھر حجب البلاغ کے نام سے دوبارہ جاری کیا گیا تو ۱۹۱۴ء میں گورنمنٹ آف انڈیا نے مجھے نظر بند کر دیا۔

میں بتلانا چاہتا ہوں کہ اہللال تمام تر آزادی یا موت کی دعوت تھی۔ اسلام کی مذہبی تعلیمات کے متعلق اس نے جس مسلک بحث و نظر کی بنیاد ڈالی، اس کا ذریعہ یہاں غیر فوری ہے۔ صرف اس قدر اشارہ کروں گا کہ ہندوؤں میں آج مہاتما گاندھی مذہبی زندگی کی جو روح پیدا کر رہے ہیں، اہللال اس کام سے ۱۹۱۴ء میں فارغ ہو چکا تھا۔ یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں دونوں کی نئی اور طاقت ور سرگرمی اسی وقت شروع ہوتی جب دونوں ہی مغربی تہذیب کی جگہ مذہبی تعلیم کی تحریکوں نے پوری طرح فروغ پالیا۔

اہللال کی زبان اور اس کے اسالیب بیان

اہللال نے اردو کو ایک نیا ذخیرہ الفاظ دیا تھا اور زبانی کو ایک تو انا لہجے اور خطیبا نہ آہنگ سے آشنا کیا۔ عام طور پر اہللال کا ایک خاص اسلوب سمجھا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اہللال کئی اسالیب بیان اور ان کے خصائص کا مجموعہ تھا۔ نیز اس کے اثرات کا دائرہ اس سے زیادہ وسیع ہے جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر عابد رضا بییدار لکھتے ہیں:

”اردو ادب پر اور ہندوستان کی قومی اور ملی تحریکوں پر اہللال کے اثرات کا اجماع تک باقاعدہ اعتراف نہیں کیا گیا ہے۔ سرسید اور ان کے ساتھیوں نے اردو نثر کو ایک

سنجیدہ اور صاف ستھرا لب و لہجہ دیا۔ اسے تاریخ ادب کا معجزہ ہی کہیے گا اردو شاعری نے انیسویں صدی میں ایک ۲۵ سالہ نوجوان کے ہاتھوں جو بزرگ زید گیل حاصل کر لی تھی، اردو نثر نے ویسی ہی عظمت بیسویں صدی میں ایک اور ۲۵ سالہ نوجوان کی بدولت حاصل کی۔ نسخہ جمید یہ کا غالب اور الہلال کا آزاد۔ ان دو شخصیتوں نے شعر اور نثر کو جنم دیا اور انہیں پروانی چڑھایا، نئی توانائیوں کے ساتھ ۷۰ الہلال کے ذریعے اگرچہ مولانا آزاد نے مسلمانوں کو ایک ایسے اسلوب میں مخاطب کیا تھا، جس کا غیر عربی اور فارسی کے خاص ذوق سے اٹھایا گیا تھا۔

ایک ادیب اور صاحب طرز کی حیثیت سے ان کی شہرت کی بنیاد بھی ان کا وہی اسلوب نگارش تھا جو انھوں نے الہلال میں اختیار فرمایا تھا، جو مذکورہ میں نمایاں ہوا اور جس کا آخری مظاہرہ غبارِ خاطر میں ہوا، لیکن ان کا صرف یہی ایک اسلوب نہ تھا۔ ان کے ہاں کئی اسلوب ملتے ہیں۔ ہر طرح کے مضامین کے لیے کوئی ایک اسلوب مناسب بھی نہیں ہوتا۔ ہر مضمون ایک جدا اسلوب کا متقاضی ہوتا ہے۔

الہلال ایک دینی اور اصلاحی دعوت کا ترجمان تھا، مسلمانوں کے تمام افکار و اعمال دینی و سیاسی میں انقلاب کا خواہاں تھا۔ وہ ملک کی آزادی کے لیے ایک دعوتِ انقلاب تھا، پس الاسلامی اور بین المذاہبی اتحاد کی پکار تھا۔ وہ ایک ادبی، تنقیدی اور تحقیقی جملہ بھی تھا۔ ضروری تھا کہ وہ پیش نظر مقاصد کے لیے کوئی ایک اسلوب ہی نہ رکھتا ہو۔ موضوع اور موقع و محل کی مناسبت سے اس کی نواسنجی کے کئی اسلوب ہونا ناگزیر تھا اور بلاشبہ الہلال کے مختلف مضامین الگ الگ اسالیب میں ملتے ہیں، ان اسالیب کا دائرہ الہلال سے لے کر مولانا کی کتب و رسائل اور تقاریر کے حوالے سے ان کی زندگی کے آخری دور تک پھیلا ہوا ہے۔ مولانا کی تحریر و نگارش کے بنیادی اسالیب یہ ہیں:

۱۔ دعوتی: الہلال اور ابلاغ مولانا کی دعوت کے ترجمان تھے۔ وہ دعوت جس کے مخاطب صرف مسلمان تھے اور ان میں بھی خاص طور پر علمائے دین اور جدید تعلیم یافتہ طبقہ۔ اس لیے انھیں ایک خاص زبان میں مخاطب کیا گیا تھا۔ اور اس مخاطب میں ایک ایسا اسلوب اختیار کیا گیا تھا جو ان طبقات کے لیے اپنے اندر دل کشی کا ہر سامان رکھتا ہو اور جو مولانا کی دعوتِ عزیمت و استقلال کی دل نشینی کا ذریعہ بن سکے۔

۲۔ علمی: مولانا کے علمی اسلوب کے نمونے الہلال کے دور سے لے کر آخری دور تک ملتے ہیں۔ ان نمونوں میں رسالہ جامع الشواہد فی دخول غیر المسلمین فی المساجد، مسئلہ خلافت و جبر مرقۃ العرب اور

بہت سے مقالات ہیں، لیکن اس اسلوب کا سب سے بڑا اظہار، ترجمان القرآن میں ہوا ہے۔ یہ رسائل و تصانیف علمی اسلوب ہی کا نہیں تحقیق کا بھی شاہکار ہیں۔ اول الذکر دونوں کتابوں میں چونکہ ایک علمی مسئلہ کی محض تحقیق ہی مقصود نہ تھی بلکہ تذکیر و تبلیغ بھی پیش نظر تھی، اور یہی کچھ مقصود ترجمان القرآن میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر اور بعض سورتوں کے اہم مقامات و مباحث کی توضیح میں پیش نظر تھا۔ اس لیے ان میں تفصیل کا عنصر نمایاں ہے۔ ترجمان القرآن ہی کا ایک حصہ ایسا ہے جہاں مولانا کے اسلوب تحریر کے نظرات میں سمندر کی وسعتوں اور گہرائیوں کا گمان ہوتا ہے۔ یہ حصہ ترجمان القرآن کے دو نوٹس ہیں جو ترجمہ قرآن کے ساتھ ساتھ مضامین کی جامعیت کی نشان دہی کے لیے سورت کے آغاز سے اختتام تک بنائیاں ہوتے رہتے ہیں اور ہر سورت کی بنیادی فکر و تعلیم کو جامعیت کے ساتھ پیش کر دیتے ہیں۔ مطالب قرآن کے فہم و دل نشینی میں ان نوٹس کا ایک خاص مقام ہے۔ یہ نوٹس اجمال تحریر اور اعجاز بیان کا شاہکار ہیں اور جامعیت کی ایسی مثال ہیں کہ ان میں نہ کوئی لفظ کم کیا جا سکتا ہے اور نہ عبارت کا حسن کسی ایک لفظ کے اضافے کا متحمل ہو سکتا ہے۔ مولانا نے خود ان کے مطالب کی جامعیت اور اجمال کی خوبی کی طرف ترجمان القرآن کے قارئین کی توجہ مبذول کرائی ہے۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ترجمان القرآن کا بنیادی اسلوب اگرچہ علمی ہے، لیکن اس کی خوبی میں تفصیل و اجمال کے دونوں رنگ پائے جاتے ہیں۔ تفصیل کی خوبی تذکیر و تبلیغ کی ضرورت سے ہے اور اجمال کی خوبی مطالب پر عبور اور ان کی دل نشینی کے لیے ہے۔ ان دونوں خوبیوں سے ترجمان کے خاص عام دونوں طرح کے قاری اپنے ذوق کے مطابق لطف اندوز ہوتے ہیں۔ الہلال کے صفحات میں اس اسلوب تحریر کے بہترین نمونے موجود ہیں۔

۳۔ ادبی: اگرچہ الہلال و البلاغ اور تذکرہ و ترجمان القرآن کے اسالیب میں ادبیت کوٹ کوٹ کر جھری ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ مولانا کے ادبی اسلوب کا شاہکار غبار خاطر ہے۔ مولانا کے اسلوب کی تلاش میں اصحاب نقد و نظر نے الہلال اور تذکرہ کے بعد سب سے زیادہ غبار خاطر ہی کو موضع بنایا ہے۔ غبار خاطر کا اسلوب ایک خاص ماحول کی پیدوار ہے۔

مولانا آزاد احمد نگر کے قلعے میں قید تھے اور اس کی سنگی دیواروں نے انہیں مرنے چند گز کی وسعت عطا کی تھی ہو کسی طرح بھی ذوق و دشتِ نوردی و بادِ بہرِ پیمانی کا بدل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس لیے مولانا کو لامحالہ ایسے ہی ذہن و فکر کے لالہ زار کو سبنا پڑا۔ اسی لالہ زار کے نظاروں کی معجزاتیوں کا نام غبار خاطر ہے۔ الہلال کے بے شمار مضامین اس اسلوب نگارش کے شاہکار ہیں۔

۴۔ بنیادی مولانا آزاد کا اسلوب وہ ہے جو اردو کا عام اسلوب ہے اور یہی اردو کا حقیقی اور بنیادی اسلوب ہے۔ یہ اسلوب دعوت و تبلیغ اور علم و تحقیق کے اسلوب سے بالکل الگ اور ادبی اسلوب سے جدا اور نمایاں ہے۔ اردو کی ترقی، اس کی وسعت و مقبولیت اور رواج عام کا دار و مدار اسی اسلوب پر ہے۔ مولانا کے کئی مضامین اور ۱۹۷۷ء کے بعد کی پارلیمانی تقریریں اسی اسلوب میں ہیں۔ اہلال کے متعدد مضامین و مقالات میں یہ اسلوب نمایاں ہوا ہے۔

بعض ضمنی و ذیلی حصّاتص کی بنا پر اہلال کے اسالیب بیان کو اس سے زیادہ قسموں میں بیان کیا جاسکتا ہے۔ لیکن بنیادی طور پر یہی چار اسلوب ہیں جو مولانا آزاد کی تحریروں میں اور اہلال میں نمایاں ہوتے ہیں۔

زبان کی بنیادی خوبی بلاشبہ اس کا سادہ و عام فہم ہوتا ہے، اور یہی خوبی کسی اسلوب کی ہے کہ وہ مشکل، پیچیدہ اور دیر فہم نہ ہو، لیکن بعض مضمون اور مطالب ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بیانی کے لیے دقیق زبان اور علمی اصطلاحات کا استعمال ناگزیر ہوتا ہے۔ ایسے مضامین و مطالب کے لیے اسلوب بیان عام فہم اور سہل نہیں ہو سکتا۔ مولانا کی اس حقیقت پر نظر تھی۔ ۱۹۷۷ء میں اہلال کا اجراء دوبارہ عمل میں آیا تو اس کے پہلے نمبر ہی میں لکھتے ہیں:

”ایک اہم سوال آئندہ اہلال کے مضامین اور ان کے طرز بیان کا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اہلال کے خاتمہ عام نہیں ہو سکتے، جب تک کہ اس کا دائرہ بحث و نظر عام فہم نہ ہو۔ اور عام فہم جیسی ہو سکتا ہے، جب مطالب کے سہل ہونے کے ساتھ، ان کا اسلوب بیان اور زبان بھی سہل ہو۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ ہر طرح کے مطالب کا عام فہم طریقہ پر بیان کرنا، آسان نہیں۔ بعض دقیق اور علمی مطالب ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں اتنا ہی گھٹا کر بیان کیا جاتے، ایک حد تک مشکل اور گراں ضرورتوں سے۔ اس مشکل کا ہم نے یہ حل سوچا ہے کہ آئندہ اہلال میں دونوں قسم کے مضامین درج کیے جائیں۔ بڑا حصّہ تو سہل و عام فہم ہو، لیکن کچھ حصّہ بلند اور خاص قسم کا بھی ہو۔ اس طرح عوام و خواص، دونوں کے ذوق و نظر کا سامان مہیا ہو جاتے گا۔ باقی رہا زبان کا معاملہ تو وہ ہر حال میں حتی الوسع سہل اور صاف اختیار کیا جاتے گی۔ کسی درجے کا موضوع ہو، لیکن اسلوب بیان مشکل اور دیر فہم نہ ہوگا۔

(اہلال، ۱۰ جون ۱۹۷۷ء، ج ۱، صفحہ ۱)

ایک ادیب اور صاحب قلم کے لیے یہ صورت حال ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ مولانا نے اسی چیلنج کو قبول کیا، اور اپنی تحریروں میں اور اہلال میں اسالیب بیان کا ایک غلابا مار سجا دیا، اور جب بھی کسی موضوع پر قلم اٹھایا تو خواہ وہ موضوع فلسفے کے بے نمک اور غیر دل چسپ عوام مباحث ہوں، یا تاریخ کے خشک واقعات و مضامین ہوں، اپنے دل چسپ و دل نشیں اسلوب سے دنیا کا حسین اور دل آویز ترین موضوع اور اسلوب کے حسن و دلربائی کا تاج محل بنا دیا۔

پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم نے مولانا آزاد کی صحافت، اس کے خصائص، اہلال کی ادبی خدمات اور اُس کے اسلوب کی دل ربا تئوں کے بارے میں لکھا ہے:

”صحافت کو ادب میں جگہ نہیں دی گئی ہے۔ اس کی سرگرمیاں بالعموم روزمرہ کے حالات و حوادث پر راتے راتے زنی تک محدود ہوتی ہیں ہمساتر حاضرہ پر تبصرہ اور خبریں پڑھ کر ہم دوبارہ اخبار کی طرف التفات نہیں کرتے اخبار کے بارے میں کبھی کبھی ایک کہادت بھی سننے میں آجاتی ہے یعنی اتنا باسی جتنا کہ گزرے ہوتے دن کا اخبار ہمارے بعض بڑے اچھے شاعر اور نثر نگار صحافت کے نشے یا طاسم ہیں ایسے اسیر ہوئے کہ آخر تک نکل نہ پائے اور ان کی تحریریں صحافتی قرار پاتی ہیں۔

مولانا کا ابتدائی عہد جنگ بلاقان سے پہلی جنگ عظیم تک (اردو صحافت کا زریں دور تھا۔ گزشتہ پچاس سال میں اردو کے اچھے سے اچھے اخبار اور ان کے مدیر و قلم اور ملک سے روشناس ہوئے جنہوں نے اردو جبر و غم کو بڑی ترقی دی، لیکن سوائے مولانا کے کسی اور کو ایڈیٹر کی حیثیت سے ادب کی صف اول میں جگہ نہ ملی اور صرف اہلال اور البلاغ کے مضامین کو علمی اور ادبی درجہ نصیب ہوا۔

بذات خود میں نہ مولانا کو متعدد اول معنوں میں صحافتی سمجھتا ہوں نہ اہلال اور البلاغ کو صرف اخبار۔ مولانا کسی مسئلہ پر نہ سرسری طور سے غور کرتے تھے نہ اظہار خیال۔ بلکہ اس کا التزام رکھتے تھے کہ جو بات کہی جائے وہ مستحکم کی روشنی کی تاب لاسکے، کسی بڑی حقیقت سے رشتہ رکھتی ہو اور علمی و ادبی معیار پر صحیح اترے۔ ادارت کے مصروف پروگرام اور گریز یا لحاظ میں اس التزام کا نبیابنا تقریباً ناممکن ہے، صرف مولانا ایسا کر سکتے تھے۔ اردو صحافت کو مولانا

نے کلاسکس کا درجہ عطا کیا۔ مولانا کی تحریر صحافتی نہیں تصنیفی ہوتی تھی۔ نظر حکیمانہ، انداز خطیبانہ اور آہنگ لہمانہ! ان کی تحریروں، تقریروں، نثران کے سراپا کا جیب کبھی خیال آتا ہے تو ایسا محسوس ہونے لگتا ہے جیسے ازمنہ قدیمہ میں یونان کے زندہ جاوید رزمیہ نگار معروف کارہوں، اپنے زمانے اور اپنے دیار میں مولانا یونانی دیوتاؤں سے کم نہ تھے!

مولانا کے یہاں انشا پردازی کے ایک سے زیادہ اسالیب ملتے ہیں، الہلال میں دعوت دارورس ہے، تذکرے میں دعوت دید و شنید، غبار خاطر میں دعوت نوش و نشید، تفسیر قرآن کالب و لہجہ علمی اور عالمانہ ہے،

ہے رنگ لالہ و گل و سرب جدا جدا؛

اسی مضمون میں پروفیسر رشید احمد صدیقی مرحوم مولانا کے اسلوب کے بارے میں لکھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ ان کے پیش نظر مولانا کا الہلال اور اسی کے خالص ہیں:

”درسید، شبلی، حالی، نذیر احمد، محمد حسین آزاد سب کے انداز میں لکھنے والے ہمارے یہاں مل جاتیں گے لیکن مولانا کا پیرو ایک نہ ملے گا، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ پیرو کا نہ ملنا مولانا کی بڑائی میں کوئی اضافہ ہے اگر کوئی یہ کہے کہ مولانا کا اسٹائل ادب اردو کے لیے کچھ زیادہ مفید نہیں یا اس کی فائدہ رسانی کی عمر ختم ہو چکی یا مولانا کے مضامین کا ترجمہ کسی ایسی زبان میں، جو عربی فارسی کی جینیس (GENIUS) سے نا آشنا ہو، کامیاب نہ ہوگا تو میں اس سے جدال سعدی، قسم کی تفریح پر بھی آمادہ نہ ہوں گا لیکن یہ مزور کہوں گا کہ یہ بے مثل اسلوب جس میں ”عجم کا حسن طبیعت اور عرب کے سوز و رول“ کے ساتھ ”شکوہ ترکمانی، ذہن ہندی، نفق اعرابی“ بھی ملتا ہے، مولانا پر ختم ہو گیا، ایک جگہ عربی نے اپنے انداز خاص سے ماتم کیا ہے کہ تمام شہر و دیار چان ڈالے لیکن نیا فتم کہ فرزند بخت در بازار“؛ نصیب کی طرح اسٹائل کا بھی یہی حال ہے بالخصوص مولانا کے اسٹائل کا!“

الہلال نے اردو میں سیکڑوں نئے الفاظ و ترکیب کا اضافہ کیا، علمی اصطلاحات کے اصول کی نشان دہی کی اور اصطلاحات وضع بھی کیں۔ زبان کو وسعت دی اور بیان اور اسلوب تحریر و خطاب میں اپنا انداز پیدا کیا بلکہ اس کی یہ خوبی اتنی نمایاں اور ایسی ممتاز ہوئی کہ الہلالی انداز

تحریر اور اہلالی بیان واسلوب کا ایک اسکول قائم ہو گیا۔
الہلال نے ہندوستان کے اسلامی ادبی دبستان کے قیام میں اہم حصہ لیا اور مولانا سید
ابوالحسن علی ندوی کے بقول اردو ادب میں اسلامی قرآنی اسکول کی بنیاد ڈالی۔ مولانا سے موصوف
فرماتے ہیں:

”پہلی جنگ عظیم، مغربی اتحادیوں کے حملے اور خلافت عثمانیہ کے زوال کا عالم
اسلام خصوصاً اسلامی ہندوستان پر بہت برا اثر پڑا، جہاں کے مسلمان خلافت
عثمانیہ کی تائید و حمایت اور اسے اپنے لیے موت و حیات کا اور سب سے
بڑا مسئلہ بنائینے کے سلسلے میں ہم خیال و ہم زبان ہو گئے تھے۔ خلافت عثمانیہ
جا رہا نہ اتحادی حملوں کے آگے شکست کے قریب تھی۔ اس صورت حال سے
مسلمانان ہند کے دلوں میں بڑا جوش و جذبہ پیدا ہو گیا تھا اور عام طور پر اسلامی
جذبات اور ایمانی احساسات بھرپور اٹھ اٹھے تھے۔ ایسے وقت میں اسلامی محافت
بلکہ اسلامی قیادت کے افق پر ایک ہلال نو طلع ہوا، جو تھوڑی ہی مدت میں بدر
کامل بن گیا۔ وہ خلافت ترکیک کے رہنما کانگریس کے سابق صدر، آزاد ہندوستان
کے پہلے وزیر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد کا جریدہ ”الہلال“ تھا۔ جس میں ان کے
مقالات انتہائی ادبی قوت و بلاغت کے حامل ہوتے تھے۔ گویا وہ کسی آتشیں
قلم سے لکھے جاتے تھے۔ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اردو میں قرآنی کلمات و
محاورات داخل کیے جو اس میں مل کر زبان و بیان کی تقویت کا باعث ہوئے اور
ادبا اور اہل قلم نے اسے پسند کیا۔ اس لیے یہ کہنا صحیح ہو گا کہ اس طرح اردو میں
ایک ”اسلامی قرآنی اسکول“ کا اضافہ کیا۔ الہلال کا ادب ایک سحر حلال اور آب نلال
تھا اور اپنی قوت و شوکت کے لحاظ سے کسی بلند آبشار کی مانند تھا۔“

الہلال کی ادبی، اسلامی دینی سیاسی تحریک اور اس کی دعوت نے افراد اور تحریکات،
دونوں کو متاثر کیا۔ اس کے دائرہ اثر میں، بزرگوں میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندؒ
نواب وقار الملک، حکیم اجل خان، معاصرین میں مولانا محمد علی، علامہ اقبال اور خردوں میں ڈاکٹر ذاکر
حسین، علامہ نیاز فتح پوری، مولانا مودودی وغیرہ شامل ہیں۔ تحریکوں میں وقت کی کئی اسلامی
اور تبلیغی جماعتوں کے نظم و دعوت پر اس کے اثرات کا اعتراف کیا گیا ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے جدید دور کے علم میں سیاست کا جو ذوق اور عمل کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ اس کے پس منظر میں اہلال کی خدمات کو واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ علم میں خدمت ملک و قوم کے جذبے کی تاریخ کا سرا اہلال کے آغاز سے ملتا ہے۔

۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۶ء تک مولانا آزاد ان تمام مقاصد میں بے مثال کامیابی حاصل کر چکے تھے اور اسلامی ہند ایک دینی و فکری انقلاب سے گزر چکا تھا۔

مناسب ہو گا کہ اس مقام پر البلاغ اور اہلال کے ۱۹۲۷ء کے ان امتیازات کے بارے میں بھی چند اشارے کر دیے جاتیں جو اسے اہلال (دور اول) سے میز کرتے ہیں۔

البلاغ؛

البلاغ پر علمی و دعوتی رنگ غالب رہا۔ اس میں وقت کی سیاسیات اور دیگر حالات و مسائل پر بہت کم مواد ہے۔ ایسے مضامین جن کا تعلق گرد و پیش کے حالات سے ہو اس میں بہت زیادہ نہیں۔ چند مضامین یہ ہیں۔

۱۔ مرحوم مولانا شبلی نعمانی۔ حیات علمی و ادبی پر ایک سرسری نظر۔ یہ ۱۹۱۲ء کے ادبی مہینے اسلام انسٹی ٹیوٹ ہال کلکتہ میں کی گئی ایک تقریر کے وہ سرسری نوٹس ہیں جو مولوی محمد یعقوب نے لیے تھے۔ اس کے باوجود کہ مولانا شبلی مرحوم اس عہد کی ایک عظیم شخصیت تھے اور ان کی سیاسی نظریات بہت اہم اور دعوت اہلال کے سلسلے ہی کی چیز تھیں لیکن اس تقریر میں ان کے سیاسی فکر کے پہلو سے بحث نہیں کی گئی ہے۔ مولانا آزاد کے لیے تقریر کا یہ موضوع شگلیں جلسہ نے پہلے سے مقرر کر دیا تھا اور اس کا اعلان بھی کر دیا گیا تھا۔ شاید اس میں شگلیں کی یہ مصلحت پوشیدہ ہو کر جنگ عظیم کے چرچ جانے سے ملک جن حالات سے دوچار ہے اس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو ان کے مشکلات پیدا کرے۔

۲۔ آل انڈیا محمدان کانفرنس اور دعوت اسلامی۔ اس عنوان کے تحت کانفرنس کی سرکھیری مابین آفتاب احمد خاں کا ایک خط جو مولانا آزاد کے ایک خط کے جواب میں لکھا گیا تھا اور اس پر مولانا آزاد کا تبصرہ ہے۔ اس میں کانفرنس کے دائرہ مقاصد سے بحث کی گئی ہے۔ اور بلاشبہ اس کا تعلق مسلمانوں کی تعلیمی تحریک اور ان کی اصلاح سے ہے لیکن یہ ایک اصولی بحث ہے اور وقت کی سیاسیات سے اس کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

۳۔ مسلم لیگ کے عنوان سے "مشذرات" کے صفحے پر ایک مضمون ہے جس میں مسلم لیگ کے اجلاس بمبئی ۱۹۱۵ء کی کاروائی اور اس کی قراردادوں پر تبصرہ ہے۔

۴۔ مجوزہ فیئعہ کالج کے قیام و مسائل پر تین ہزاروں میں نمبر ہے۔

اسی طرح کے چند مضامین و مباحث اور یہی۔ بلاشبہ ملکی سیاسی زندگی سے ان کا کسی نہ کسی درجے میں تعلق ہے لیکن محض چند مضامین کی وجہ سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ البلاغ سیاسی رسالہ تھا اور اس نے ملک کی سیاسی زندگی میں کوئی کارنامہ انجام دیا تھا۔ البلاغ ایک علمی، ادبی، مذہبی، اصلاحی اور دعوتی مجلہ تھا اور اس میدان میں اس کا کارنامہ بے شک و شبہ عظیم الشان ہے۔

الہلال (۱۹۲۷ء) ۱

الہلال کے دور اول میں اس کا ادبی، تاریخی اور دینی علمی اور اصلاحی پہلو نمایاں تھا لیکن اس میں ملکی سیاسی تعلیمیں تحریکات کا پہلو بھی کچھ کم اہم نہیں تھا۔ الہلال کی روشنی میں ملک کے سیاسی رجحان، تحریکات اور قائدین سیاست کے افکار و اعمال کی تصویر کشی کی جاسکتی ہے۔ اس کے ساتھ اس میں وقت کی عالمی سیاست کے بارے میں بھی بے حساب مواد موجود ہے۔ جب ہم الہلال کے دور ثالث (۱۹۲۷ء) پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک خالص علمی مجلہ ادبی صحیفہ اور تاریخی رسالہ ہے۔ عالمی اور اسلامی ممالک کی شخصیات، تحریکات، سیاسیات کے بارے میں نواس میں بہت سا مواد مل جاتا ہے لیکن ملکی سیاست، تحریکات، جماعتات قومی و محلی اور علمی و عملی شخصیات علمی و عملی کارناموں اور ان کے مشاغل کے بارے میں کچھ پتا نہیں چلتا۔ یہ ضرور ہے کہ ۱۹۲۷ء کے نصف ثانی میں سیاست کی گوم بازاری نہ تھی لیکن ملک میں مختلف سیاسی جماعتیں تھیں، علمی و تعلیمی ادارے تھے اور زندگی کے مختلف گوشوں میں رہنما شخصیات تھیں اور وہ سب مشاغل میں مصروف تھیں لیکن الہلال کے صفحات سے ان کے علمی و عملی اور تعلیمی و سیاسی و اصلاحی کاموں پر کوئی روشنی نہیں پڑتی۔

الہلال کے شذرات اس کے دوازل میں جاذب توجہ تھے، مقالات اختیاجیہ وقت کے سیاسی، تعلیمی اور فکری مسائل کے بارے میں فکر انگیز ہوتے تھے اس کے علاوہ مختلف ابواب و عناوین کے تحت بھی ملکی سیاست میں رہنمائی کا سرو سامان کم نہ تھا لیکن ۱۹۲۷ء کے الہلال کا دامن اس وقت کے مسائل و مباحث سے بالکل خالی ہے۔ اس کے ابواب و عناوین پر نظر ڈالیے کوئی ملکی مسئلہ خورہ تعلیمی و اصلاحی کیوں نہ ہو نظر نہیں آتا اس میں نہ شذرات ہیں نہ مقالات اختیاجیہ چند مسائل و شخصیات جو بظاہر نظر آتی ہیں ان کی اہمیت بھی وقتی سیاسی کے بجائے تاریخی یا علمی و فکری ہے۔ مثلاً؛

۱۔ ایک مضمون جناب سی آر داس پر ہے لیکن وہ اس سے دو سال قبل ۱۹۲۵ء میں وفات پا چکے تھے۔ ان کی شخصیت اور ان کے افکار و سیرت اور کارناموں سے متعارف کراتے کی یہ ظاہر کوئی ضرورت نہ تھی۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ابوالکلام کے مضامین کے شائقین کے ذوق کی تسکین کے لیے اسے شامل کیا گیا تھا۔ ویسے یہ مولانا کا بہت اہم مضمون ہے۔ مولانا نے کسی معاصر شخصیت کے بارے میں جی کہ گاندھی جی کے بارے میں اتنے شاندار الفاظ استعمال نہیں کیے اور جو کچھ لکھا ہے وہ ان کے بعض خیالات سے اختلاف کے تذکرے کے ساتھ ہے۔ سی آر داس کے بارے میں جو کچھ ہے وہ ان کے فکر کی بلندی اور سہ کی فراخی اور سیرت کی پختگی کی بنا پر ہے۔

۲۔ دوسرا مقالہ ”اسلام اور سزائے قتل“ کے موضوع پر ہے۔ کتاب ”زیگنٹا رسول“ کی اشاعت اور سوامی شروحات کے قتل اور بعد میں مقدمہ قتل کے فیصلے نے جو سوالات پیدا کر دیے تھے ان میں ایک سوال یہ تھا کہ آیا یہ اسلام کا حکم ہے کہ جو کوئی بھی توہین رسول کا مرتکب ہو اسے قتل کر دیا جاتے اور یہ فرض کوئی مسلمان بھی کسی حالت میں ادا کر دے سکتا ہے؟ مولانا نے ایک متفسر کے جواب میں اس مسئلے پر قلم اٹھایا اور واقعہ یہ ہے کہ اپنے مالوہ اہلحدیث پر یہ ایک بے مثال تحریر ہے۔ لیکن مذکورہ کتاب کی اشاعت اور قتل ۱۹۲۶ء کا واقعہ تھا اگست ستمبر ۱۹۲۷ء کا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ پھر اس میں بھی مذکورہ کتاب کی اشاعت سے پیدا ہونے والے مسلمانوں کے غم و غصہ اور قتل سے پیدا ہونے والی بے چینی میں مسلمانوں کے لیے کسی راہ عمل کی نشاندہی مقصود نہیں اس کا وقت تو گزر چکا تھا۔ یہ ایک خالص علمی تحریر ہے۔

۳۔ مولانا آزاد کا ایک اہم مقالہ ”اسلام اور تشطرم“ کے عنوان سے ہے لیکن یہ بھی وقت کا کوئی سیاسی مسئلہ نہ تھا ایک خالص علمی اور فکری مسئلہ تھا۔ اس کی اہمیت جتنی اس وقت تھی اتنی ہی اہمیت آج بھی ہے۔

اہلال کے دور اشاعت

مولانا ابوالکلام آزاد کے اہلال کی زندگی تین ادوار پر مشتمل ہے۔ پہلا دور جولائی ۱۹۱۲ء سے شروع ہوتا ہے اور نومبر ۱۹۱۴ء میں اہلال کی بندش پر اختتام کو پہنچتا ہے۔ دوسرے دور کا آغاز نومبر ۱۹۱۵ء میں ہوتا ہے اور اپریل ۱۹۱۶ء میں مکمل ہوتا ہے۔ اس دور میں اہلال نے ”البلاغ“ کا قالیب اختیار کر لیا تھا۔ اہلال کا تبصرہ اور تقریباً گیارہ سال کے بعد جون ۱۹۲۷ء میں شروع ہو کر اسی سال کے آخری مہینے میں ختم ہوتا ہے۔ پہلا دور چھ ماہ کی پانچ جلدوں پر اور بعد کے دونوں دور تقریباً چھ ماہ کی دو جلدوں پر مشتمل تھے۔ اس طرح اہلال کی کل مدت اشاعت تقریباً ساڑھے تین سال

دور اول: الہلال

جلد دوم پہلا شمارہ ۸، جنوری ۱۹۱۳ء کو اور آخری شمارہ ۱۰ جو اس جلد کا پچیسواں شمارہ تھا ۲۵ جون ۱۹۱۳ء کو نکلا تھا۔ اس جلد کا جو دھواں اور پندرہواں شمارہ چونکہ مشترکہ شمارہ تھا اس لیے علماء اس جلد کے جو بیس شمارے ہی نکلے۔ اس جلد میں تقریباً ساڑھے چار سو صفحات ہیں۔ جلد سوم: اس جلد کا پہلا نمبر ۲ جولائی کو اور آخری نمبر ۲۲ دسمبر ۱۹۱۳ء کو نکلا تھا۔ آخری نمبر پر پچھیسواں نمبر ہے۔ اس جلد میں چونکہ دسواں اور گیارہواں شمارہ اور بیسواں اور اکیسواں شمارہ مشترک تھے اس لیے فی الواقع چوبیس پرچے ہی شائع ہوئے تھے۔ یہ جلد تقریباً ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے۔ جلد چہارم: الهلال کی چوتھی جلد کا آغاز ۱۷ جنوری کو اور اتمام ۲۲ جون ۱۹۱۴ء کو پچیسویں شمارہ پر ہوا۔ لیکن اس جلد کے آٹھ شمارے دو دو شماروں پر مشتمل تھے اس لیے علماء اکیس اشاعتیں ہی سامنے آئیں۔ مشترکہ شمارے یہ تھے۔ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۱۶، ۱۷ اور ۲۰۔ اس جلد کے صفحہ کی تعداد تقریباً پونے چار سو ہے۔

جلد پنجم: دور اول کی پانچویں اور آخری جلد کے یکم جولائی سے ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء تک صرف بیس نمبر نکلے۔ اس میں شمار ۹۰۸ چونکہ مشترکہ شمار ہے اس لیے انیس اشاعتیں ہی شمار کرنا چاہیے۔ اس جلد کے کل صفحات کی تعداد کم و بیش ۳۸۴ ہے۔

الہلال کا ہر شمارہ سولہ صفحے کا ہوتا تھا مشترکہ تمام شماروں میں صفحات کی تعداد دو گنی ہے۔
تصویروں، اشتہاروں اور ہر جلد کے ساتھ فہرست معنیابی کے صفحات زائد ہوتے تھے۔ اس
کے علاوہ بھی متعدد شماروں کے ساتھ اضافی صفحات شامل ہوتے تھے۔ یہ روایت بعد کی
جلدوں میں بھی جاری رہی تھی۔ الہلال کے سرورق کے چار صفحے بھی شمار میں نہیں آتے تھے۔

دور ثانی: البلاغ

الہلال کا دور ثانی البلاغ کے نام سے شروع ہوا تھا۔ ۱۹۱۴ء میں الہلال سے ضمانت طلب کی گئی تھی اور چونکہ اس سے قبل ایک ضمانت ضبط ہو چکی تھی اور حکومت کے عزازم کا پتا چل گیا تھا کہ اب وہ الہلال کو جاری رکھنے کی اجازت دینا نہیں چاہتی اس لیے دوبارہ ضمانت طلب کی گئی تو یہی مناسب خیال کیا گیا کہ الہلال کو فی الحال بند کر دینا جائے۔ تقریباً ایک سال کے التوا کے بعد الہلال کا ”البلاغ“ کے نام سے اجراء عمل میں آیا۔ اگرچہ پیش نظر مقاصد وہی تھے لیکن لب و لہجہ کسی قدر نرم اور براہ راست دار و رس کی دعوت نہ تھی۔ لیکن جنگ عظیم اول ایسے مرحلے میں داخل تھی اور برطانیہ عظمیٰ ایسے حالات میں گھری ہوئی تھی کہ وہ عموماً ۱۹۱۶ء میں حکومت کے خلاف غصے، اشتعال اور بغاوت کا کوئی خطرہ مول لینا نہ چاہتی تھی اس لیے اس نے نہ صرف البلاغ کو بند کر دینے کا فیصلہ

کیا بلکہ مولانا آزاد کو بھی ان کے مرکز دعوت انقلاب (کلکتہ) سے دور کر دینے کا فیصلہ کر لیا مولانا آزاد کو کلکتہ سے نکلا پڑا چونکہ یوپی، پنجاب اور بمبئی کی حکومتیں پہلے ہی اپنے اپنے صوبوں میں مولانا کے داخلے کو ممنوع قرار دے چکی تھیں اس لیے انہیں ہمارے ایک مقام مانچی جانا پڑا کچھ عرصہ بعد وہیں انہیں قید کر دیا گیا۔ کلکتہ سے مولانا آزاد کے اصرار کے ساتھ ہی البلاغ بند ہو گیا تھا۔

البلاغ کا پہلا پرچہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء کو نکلا تھا اور آخری نمبر ۲۴ مارچ ۱۹۱۶ء کی تین اشاعتوں کا مشترکہ شمارہ نکلا تھا۔ اگرچہ شمارہ میں ستر حوالہ منبر تھا لیکن اس جلد کے آٹھ شمارے دو دو اشاعتوں پر مشتمل تھے اور جنوری شمارہ کا ایک پرچہ ۱۲، ۲۱، ۲۸ کے تین شماروں (نمبر ۷، ۸، ۹) کا اور آخری پرچہ تین شماروں کا مجموعہ تھا۔ اس لیے البلاغ کے فی الواقع صرف گیارہ نمبر نکلے۔ لیکن تعداد صفحات سترہ کے نمبروں کی ہے فی شمارہ سولہ صفحے اور تصویروں کے صفحات کے علاوہ مزید اضافی صفحات بھی ہیں۔ کل تقریباً تین سو صفحات ہیں۔

دور ثالث: الہلال (۱۹۲۷ء)

الہلال کا تیسرا دور ۱۰ جون ۱۹۲۷ء کو شروع ہوا اور اسی سال ۹ دسمبر کو اختتام کو پہنچا۔ یہ الہلال کی اس دور کی پہلی اور آخری جلد ہے جو پچیس شماروں پر مشتمل ہے۔ چونکہ شمارہ ۳، ۴ مطابق یکم و ۸ جولائی مشترکہ شمارہ ہے اس لیے فی الواقع پچیس نمبر نکلے۔ عام طور پر ہر شمارے کے صفحات کی تعداد پچیس ہے۔ بعض شمارے کم و بیش صفحات کے بھی ہیں۔ ان میں اشتہارات کے صفحات اور سرورق کے چار صفحات بھی شمار نہیں کیے گئے ہیں۔ اشتہارات چھوٹے بڑے عام طور پر

چار صفحات کے ہوتے تھے۔

الہلال کے لیے پہلے بھی قاہرہ اور جرمنی سے ٹائپنگ کیا گیا تھا دور اول اور ثانی میں تو تمام پرچہ ٹائپ ہی میں پھینتا تھا لیکن دوز ثالث میں ٹائپنگ ناکافی ہونے کی وجہ سے تقریباً نصف پرچہ لیتھو میں پھینتا تھا۔

تعدادیہ کے لیے دوز ثالث میں بھی کافی اہتمام کیا جاتا تھا۔ پرچہ گائیٹ اپ سادہ مگر دیدہ زیب تھا۔

ضابطے کے مطابق اس دور میں بھی مدیر مسئولی مولانا آزاد ہی تھے لیکن پرچے کی تالیف و تدوین اور عملاً ادارت کی تمام ذمہ داری مولانا عبد الرزاق بیچ آبادی کی تھی۔ مولانا اپنے مضامین ان کے حوالے کر دیتے تھے اور مشورہ طلب امور میں ان کی رہنمائی فرما دیتے تھے۔

جہاں تک اس دور میں الہلال کے مقاصد کا تعلق تھا تو دور اول کے مقابلے میں کوئی خاص فرق نہ تھا۔ لیکن تین موضوع خاص طور پر مولانا کے پیش نظر تھے۔

- (۱) ملک کی موجودہ سیاسی زندگی کے عملی مسائل۔
- (۲) مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا موجودہ ذہنی اور علمی انتشار جو پھیلی حرکت کے رد فعل کی صورت میں نمایاں ہوا تھا، اور اس کے عملی مسائل و مباحث۔
- (۳) مسلمانان ہند کی قومی و اجتماعی ذہنیت کی تشکیل اور اس کے اہم مباحث۔

ان موضوعات کے علاوہ مباحث کی ایک اور قسم بھی بہت اہم تھی اور مولانا اس پر خاص توجہ دینا چاہتے تھے۔ الہلال نے اپنے دینی اور علمی مباحث میں نظروں ثقیبن کا ایک خاص دروازہ کھولا تھا۔ لیکن وہ محض ابتدا تھی۔ ضرورت تھی کہ ان بنیادوں پر عمارتیں اٹھائی جاتی۔ الہلال کے اس دور میں مولانا نے اس پہلو کی طرف بھی توجہ دی اور دعوت اسلامی اور ملت کی اجتماعی تشکیل و تعمیر کے مباحث پر متعدد اہم مقالات تحریر کیے۔ لیکن الہلال کی مدت حیات ۶ ماہ سے زیادہ طویل نہ ہوئی اس لیے اس دور میں جیسے کسی اہم کارنامے اور بڑے تغیر و انقلاب کی توقع نہ رکھنی چاہیے۔

۱۹۲۷ء میں الہلال کا دوز ثالث شروع ہوا تھا تو دنیا ۱۱ برس آگے بڑھ گئی تھی اور ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء کے درمیان تغیر و ترقی کی ایک بڑی مسافت طے ہو گئی تھی لیکن جہاں تک الہلال کے عام و خاص مقاصد کا تعلق ہے، صورت حال میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ اس کے مقاصد کے

دونوں میدان عمل ویسے ہی منتظر و باز رہتے، جیسے ۱۲ اور ۱۶ء میں تھے۔ اس کی دعوت کے لیے وقت کی احتیاج رات تک رہی تھی اور اس کی تحریر و کتابت اور آرائش و مزین کاری کی جگہ بزم سخن میں خالی تھی۔ البتہ اس کا سفر ابتدا کے نقطے سے شروع ہوا تھا تو ۲۷ء میں بعد کی منزلوں سے آگے بڑھتا تھا۔

الہلال کے ابواب

الہلال نے شروع ہی سے مقاصد کے تعین کے ساتھ اپنے افکار و مباحث اور تحریرات و مقالات کے لیے کچھ عنوان مقرر کر لیے تھے۔ یہ عنوانات دو قسم کے تھے۔ اولاً مستقل عنوانات۔ الہلال کے مقاصد کے سلسلے کے تمام عنوانات کو مستقل سمجھنا چاہیے۔ دیگر عنوانات سلسلہ مقاصد کی کوئی نہ تھی بلکہ جب کبھی کسی خاص دائرہ بحث و نظر کی کوئی تحریر آجاتی تھی تو اسے بھی کسی خاص عنوان کے تحت درج کر دیا جاتا تھا۔

شذرات!

سب سے پہلا عنوان تھا جس کے تحت وقت کے مختلف و متفرق مگر قابلِ توجہ مسائل پر الہلال کے ساتھ اظہارِ رائے کیا جاتا ہے۔ الہلال نے ان کے لیے برفیٹ نوٹس کا لفظ استعمال کیا ہے کہ ”آبۂ میں برفیٹ نوٹس“ شذرات کے عنوان سے درج کیے جاتے گئے، مگر ”یونینینڈ“ اور ”مسلم ٹرٹ“ اور ”معاصرین“ کے بارے میں مولانا آزاد کے افکار و خیالات کے لیے یہ اہم باب ہے۔

مقالات اقتتاجیہ

الہلال کے مقاصد اجرا، وقت کے مسائل و مہمات مقاصد کے معرکے کامیابیوں، ناکامیوں اور ان کے بارے میں تفصیل و دلائل اور تجزیہ و تبصرہ کے ساتھ بحث و نظر کی جاتی تھی۔

بھائرو حکم، تاریخ و عمر، وراثت و خالق

یہ تین عنوان قریب قریب دائرہ بحث کے حامل تھے۔ بصائر و حکم میں افکار و افادات سے اور تاریخ و عمر میں واقعات و حوادث سے بھرتوں اور قریبوں کا سامان فراہم کیا جاتا تھا۔ وراثت و خالق دونوں کا جامع عنوان تھا۔ اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک بار اس میں لیلۃ القدر کی برکتوں اور مسعادتوں کے حصول کی دعوت ہے، ایک بار استبداد و آمریت کے نتائج و عمر بیان

کیے گئے ہیں تو ایک بار ایک خاتون کے مسوری میں میونسپل کیٹی کا انتخاب جیتے پر اقتراعیات انگلستان یعنی انگلستان میں حقوق طلب عورتوں کی تحریک کی تاریخ اور تحریک کی کامیابیوں سے بصورتِ ترجمہ کا سامان فراہم کیلئے۔

باب التفسیر:

الہلال کا ایک اہم عنوان تھا جو پہلی جلد سے لے کر دورِ ثالث کے پُرچوں تک میں وقتاً فوقتاً نمایاں ہوتا رہا اور اس کے ذیل میں مختلف تفسیری مباحث پیش کیے جاتے رہے۔

مذکرہ علمیہ:

اس عنوان کے تحت قابلِ بحث و نظر مسائل پیش کیے جاتے تھے۔ پین اینڈ پلٹر کے

ترجمہ و اصطلاح لذت و الم یا حظ و کرب کی بحث جو صاحبِ الہلال اور مولانا عبد المجید دریا بادی میں ہوئی تھی۔ اسی عنوان کے تحت درج ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ نظریہ ارتقاء، نین پرکاشات، حیات کا آغاز، ریڈیو، لاسلکی، عمالین، ذرہ آب، گدہ گر، شست، انسان کی تخلیق و مہمور کا اول محل وغیرہ مباحث و مقالات اس ذیل میں درج ہوئے تھے۔ خود مولانا نے الہلال کے ایک صفحے پر جو اس کے ابواب کے مضامین کا تعارف گرایا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

”اس عنوان کے تحت میں ہمیشہ علمی مضامین، علمی خبریں، جدید اکتشافات، متفرق

ابحاث و افکار علمیہ اور علمی استفسارات کے جوابات درج ہوا کریں گے۔“

مقالات:

یہ عنوان، علمی، تحقیقی مقالات کے لیے وقف تھا لیکن موضوعات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ علمی، ادبی، تاریخی، سائنسی ہر قسم کے موضوعات پر مقلے اس عنوان کے تحت درج ہوتے ہیں۔ اسلام اور نیشیلز مٹے، بحری سہ کا آغاز، جدید مذہب روحی، اسلام اور سرائے قتل، علم اور کلیسا کا معرکہ، مشرقین اور استشرق وغیرہ مقالات (دورِ ثالث کے) اس عنوان کے تحت درج ہوتے ہیں۔ مسید کا مشہور مضمون ”آزادی رائے“ بھی مولانا آزاد کے تعریفی نوٹ کے ساتھ ”مقالات“ کے ذیل

میں درج کیا گیا ہے۔
www.KitaboSunnat.com

آثارِ عتیقہ:

اثری تحقیقات سے مولانا آزاد کو ہمیشہ دلچسپی رہی تھی۔ دنیا کے قدیم آثار کے متعلق تحقیقی مقالات ہر دور میں الہلال میں اسی عنوان کے تحت درج ہوتے تھے۔

احرار اسلام؛

تاریخ اسلام کے اصحاب عزیمت و دعوت کے تذکرے کے لیے یہ عنوان قائم ہوا تھا۔ اہلال کے ابواب کے مضامین کے تعارف میں اس باب کا تعارف مولانا نے ان الفاظ میں کر دیا ہے :

”اس میں بالاتزام تاریخ اسلام کے ان مشہور ناموروں کے حالات درج کیے جائیں گے، جنہوں نے مذہبی، علمی اور سیاسی آزادی کے لیے کوئی جاں فروشی اور قربانی کی ہے۔ نیز زمانہ محال کے نامور احرار کے حالات میں بھی مع تقابیر شائع کیے جائیں گے“

انتقاد؛

اس عنوان سے اہلال کے دور اول میں نئی مطبوعات پر تبصرہ کیا گیا تھا۔ دور ثالث میں اس باب نے ”مطبوعات جدیدہ“ کا عنوان اختیار کر لیا تھا۔

عالم مطبوعات و صحافت؛

اہلال کے دور ثالث کا ایک مستقل عنوان تھا۔ اس عنوان کے تحت دنیا میں شائع ہونے والی کتابوں کے مطالب، عالمی اخبارات و رسائل میں چھپنے والے مقالات، علمی مباحث و مناظرات اور کسی خاص میدان میں ہونے والی علمی، سائنسی، طبی، انجمنی، تاریخی تحقیقات کا ان کی اہمیت اور ان کی قدرت کے پیش نظر تعارف کرایا جاتا تھا۔

برید فرنگ اور برید مشرق؛

اہلال کے دو ابواب تھے۔ برید مشرق کے تحت عالم اسلام، شمالی افریقہ اور مشرق بعید میں چین وغیرہ کی ڈاک درج ہوتی تھی۔ اور برید فرنگ کے ذیل میں اٹلی، ریاست ہائے امریکہ، انگلستان، روس، جرمنی، فرانس اور دیگر مغربی ممالک کی ڈاک درج ہوتی تھی۔ کبھی اسلامی ممالک کے بارے میں بعض مزدوری اور اہم افکار و مباحث برید فرنگ میں بھی آتے ہیں۔ برید مشرق و فرنگ کا دائرہ نہ صرف وقت کے سیاسی، سماجی، علمی، ادبی مسائل، افکار و تحریکات تک وسیع تھا بلکہ تاریخ علمی و ادبی اور سماجی کے گزشتہ افکار و سوانح تک پھیلا ہوا تھا۔

عالم شرق و اسلام؛

یہ عنوانات مسلمان مملکتوں اور ریاستوں کے بارے میں ہمہ قسم کے اخبار اور افکار و حوادث کے لیے قائم تھے۔

مغرب اقصیٰ:

اس کالم کے بارے میں یہ مراحت ملتی ہے کہ یہ باب مراکش سے مخصوص رہے گا۔

افسانہ عجم:

اس کالم میں ایران سے متعلق اخبار و حوادث اور مضامین درج ہوئے ہیں۔

شئون اسلامیہ:

اسلامی ممالک کے بارے میں وقت کے حوادث و واقعات کے لیے شئون اسلامیہ کا

باب مخصوص تھا۔

شئون عثمانیہ:

اس عنوان کے تحت عثمانی ترکی میں پیش آمدہ واقعات اور جنگ بلقان کے حالات درج

ہوتے تھے۔

شئون حربیہ:

کے تحت جنگ طرابلس، بلقان وغیرہ کی خبریں درج ہوتی تھیں۔ ”مکاتیب حربیہ“ بھی اس سلسلے کا عنوان تھا۔ عثمانی ڈاک بھی اسی قسم کا ایک عنوان تھا لیکن اس میں جنگی خبروں کے علاوہ دیگر خبریں بھی ہوتی تھیں۔

ناموران:

غزوہ طرابلس اور ناموران غزوہ بلقان، اہلال کے دو عنوان تھے جو جنگ طرابلس اور جنگ بلقان کے وثائق و حقائق کے ضمن میں نمایاں ہوتے تھے اور جیسا کہ الفاظ عنوان سے ظاہر ہے یہ کالم جنگ کے اکابر و مشاہیر کے تراجم و احوال پر مشتمل ہوتا تھا۔

کارزار طرابلس:

یہ عنوان ۱۹۱۲ء کے اہلال میں نظر آتا ہے۔ جنگ طرابلس کے حالات و واقعات اسی کے تحت درج ہوتے تھے۔

سیر وافی الارض:

دور ثالث کے اہلال کا ایک خاص باب۔ اس کے تحت بعض سیاحوں کے تجربات و مشاہدات اور نتائج و افکار سیر و سیاحت کو مرتب کیا گیا تھا۔

تاریخی شخصیتیں:

مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں، اور مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں، ان دونوں

عنوانوں کے تحت اہلال کے دور ثالث میں مغرب و مشرق کی تاریخی و سیاسی اور فکری و انقلابی شخصیات کا تعارف کرایا گیا ہے۔ یہ تمام ایسی شخصیات ہیں جنہوں نے ایسی تخلیقات، ایسے ملکوں کی آزادی کی تحریک اور قوم کی تعمیر میں اہم حصہ لیا تھا۔

آئینار عالمیہ و خطیبہ

اس عنوان کے تحت نو دریافت علمی ادبی نوادر درج ہوتے تھے۔ بخاری شریف کے ایک ہادر مخطوطے کا ذکر اور غالب کا نو دریافت کلام قصیدہ وغزل (اس ذیل میں درج ہوا تھا۔

ادبیات

اہلال کا ایک خاص عنوان تھا۔ عربی، قدیم مصری، ترکی ادبیات کے تراجم اور اردو منظومات اس عنوان کے تحت درج ہوتے ہیں۔

افسانہ

دور ثالث کے اہلال میں عالمی ادب کے شاہکار کو اسی عنوان کے تحت پیش کیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں مولانا کے آزاد کے قلم سے اپن سباط کی داستان حیات، می ہے جو انھوں نے وکٹر ہیوگو کے افسانے ”بشپ“ سے متاثر ہو کر لکھی تھی۔ اس کا عنوان ہے ”محبت اور قربانی یا سزا اور انتقام“۔

فکات

اردو کی ایسی منظومات جو وقت کے کسی مسئلے کی نسبت ہوتی تھیں اس باب میں جگہ پاتی تھی۔ علامہ شبلی نعمانی کی وہ تمام طنزیہ فکاہیہ نظمیں جو مسلم لیگ، یونیورسٹی، آغا خاں، وغیرہ کے بارے میں تھیں، اسی باب میں درج ہوتی تھیں۔

افکار و حوادث

اہلال کے دور اول میں وقت کے افکار اور مسائل و حوادث کے بارے میں ہلکے چمکے اسلوب میں طنزیہ اور فکاہی کالم تھا۔

فلسفہ

دور اول کے اہلال میں یہ باب قائم کیا گیا تھا۔ اس کے بارے میں مولانا نے لکھا تھا کہ اس باب کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس کے تحت جس قدر مضامین شائع ہوں گے، انہیں ہر طرح کے مذہبی معتقدات و آراء سے الگ رکھا جائے گا اور کوشش کی جائے گی کہ محور فکر و نظرم صرف فلسفہ و اجتماع ہو۔

”مراسلات“ و المراسلۃ و المناظرۃ:

یہ عزومات بھی اہلال کے ہر دور میں نمایاں رہے ہیں۔ اگرچہ یہ ایک ہی سلسلے کے دونوں عنوان ہیں لیکن کسی قدر فرق بھی ہے۔ مراسلات میں قارئین اہلال کے مراسلات۔ صحافت کی روایت کے مطابق درج ہوتے تھے اور المراسلۃ و المناظرۃ میں قارئین اہلال ایک جگہ کے سلسلے میں اپنے اپنے خیالات ظاہر کرتے تھے۔

اسئلۃ و اجواب:

اس میں قارئین اہلال ایڈیٹر سے مختلف مسائل کے بارے میں سوالات کرتے تھے اور صاحب اہلال تفصیل یا اختصار کے ساتھ علمی و تحقیقی یا فکری انداز میں جواب عنایت فرماتے تھے۔ اس باب میں بعض نہایت اہم مسائل زیر بحث آتے ہیں۔

اقتباسات و تراجم اور مختارات:

یہ اہلال دود ثالث کے دو عنوان ہیں۔ اقتباسات و تراجم کے ذیل میں جو چیزیں نقل کی جاتی تھیں ان کی علمی حیثیت ہوتی تھی لیکن اہلال کا ان افکار و خواطر سے اتفاق ضروری نہ تھا۔ اس کے برعکس ”مختارات“ کے ذیل میں جو چیزیں نقل ہوتی تھیں۔ اہلال گویا کہ انہیں اپنا لینا تھا۔ ان دونوں عزومات کے تحت منقولات میں اس فرق کے باوجود اسے مسلمہ اور کلیہ نہ سمجھ لینا چاہیے۔

خبروں کے ابواب:

یہ تین عزومات ہیں۔ تینوں میں کچھ فرق ہے۔ ”الاسبوع“ کے تحت (کبھی کبھی) ہفتہ کی اہم قسم کی خبریں درج ہوتی تھیں۔ ”ہفتہ جنگ“ کے ذیل میں ہفتہ کی صرف جنگی اہم خبریں درج ہوتی تھیں اور ”علمی خبریں“ کے ذیل کی خبروں کی نوعیت اسی عنوان سے ظاہر ہے۔

اقرایات عثمانیہ:

اس عنوان کے تحت ترکی کی حقوق طلب خواتین کی تحریک کا تعارف کرایا گیا ہے۔

تابیخ حمیات اسلامیہ:

مسئلہ قیام اہلال کی بابت تمام مراسلات، افکار و آراء اسی عنوان کے تحت درج ہوتے تھے۔

اسوہء حسنہ:

سیرت نبوی کے سلسلے کے مقالات و مضامین و تحریرات کے لیے عنوان مقرر تھا۔

انتقاد/مطبوعات جدیدہ:

جدید الشیوع کتابوں پر نقد و نظر کے لیے الہلال دور اول میں ”انتقاد“ کا صفحہ مخصوص تھا اور الہلال ۱۹۲۷ء میں ”مطبوعات جدیدہ“ لیکن اس کالم کے لیے نقد و تبصرہ کا روایتی طریقہ اختیار نہیں کیا گیا۔ بلکہ عام طور پر ایسا ہوا ہے کہ ایک دو سطروں میں کتاب کے موضوع اور مصنف کا تعارف کرانے کے بعد کتاب کے کسی اہم حصے کا اقتباس نقل کر دیا گیا۔ کتاب کی اہمیت کا نقش اجاگر کرنے میں یہ طریقہ نہایت مفید معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلے کی اہم بات کتابوں کا انتخاب ہے۔ عام طور پر اخبارات و رسائل میں وہی کتابیں نقد و تبصرہ میں شامل کی جاتی ہیں جو دفتر کو موصل ہوتی ہیں۔ الہلال نے اس روایت کو اختیار نہیں کیا۔ الہلال نے ان کتابوں کو لیا جن کے مطالعے نے اصحاب ذوق و فن کو متاثر کیا تھا۔ ان اصحاب ذوق و فن میں ادارہ الہلال کے اہل علم سے لے کے ملک کے اہل قلم اور اصحاب فن تک شامل تھے۔ کتابوں کے انتخاب کا دائرہ بھی دنیا کی اہم زبانوں، عربی، انگریزی، فرینچ اور جرمن تک پھیلا ہوا تھا۔ خصوصاً عربی میں ترجمہ و اشاعت پذیر ہونے والا عالمی ادب اور اس کے شاہکار۔

تفریح و ترویج فکر:

ہلکے پھلکے اسلوب میں پسندیدہ افکار و خیالات کی تابعیت کا سرعنوان تھا۔

الہلال کے ہر ابواب ہیں جو مختلف ادوار میں الہلال کے صفحات پر نمایاں ہوتے رہے ہیں۔

چند دیگر کالم:

ان کے علاوہ مدارس اسلامیہ، عالم اسلامی، وغیرہ عنوانات تھے۔ ان کے بارے میں کہا گیا ہے

کہ یہ ”چھوٹے کالموں کے عنوانات ہیں“۔ الہلال میں کبھی کبھی یہ نمایاں ہوتے ہیں۔

ادارۃ الہلال

ہر اخبار کی طرح الہلال کے ادارے کی تشکیل میں متعدد اہل علم نے حصہ لیا تھا۔ اگرچہ ارکان ادارہ کے نام اخبار میں نہیں چھپتے تھے لیکن جن لوگوں نے الہلال میں مولانا آزاد کے اسسٹنٹ کی حیثیت سے کام کیا تھا، ان کے نام ایک دو کے سوا، معلوم و معروف ہیں:

(۱) مولانا عبد اللہ العبادی - جون پور کے رہنے والے تھے۔ البیان اور الندوہ لکھنؤ وکیل اور تہذیب الاخلاق امرتسر وغیرہ میں خدمات انجام دے چکے تھے۔ ۱۹۱۳ء میں ستمبر تک چند ماہ کام کیا تھا۔ بعد میں دائرۃ المعارف اور کنت خانہ آصفیہ (دکن) میں کام کیا۔ اگست ۱۹۲۶ء میں دکن ہی میں انتقال ہوا۔

(۲) مولوی عبد الواحد ندوی - کان پور کے رہنے والے تھے۔ الہلال میں ان کے فہم عربی اخبارات سے نقل و اقتباس اور ترجمے کا کام تھا۔ ۱۹۱۳ء میں کچھ عرصہ الہلال میں کام کیا تھا۔ پھر کان پور چلے گئے۔ بعد میں ایم اے کرنے کے بعد کسی کالج میں فارسی کے پروفیسر مقرر ہو گئے تھے۔ ۱۹۶۳ء میں بد مکتوبات سلیمانی کی ترتیب کے وقت زندہ تھے۔

(۳) سید سلیمان ندوی - مئی جون ۱۹۱۳ء میں ادارۃ الہلال سے وابستہ ہوتے اور اکتوبر میں علاحدہ ہو گئے اور پونا کالج میں ملازمت اختیار کر لی۔ سید صاحب مرحوم چارپانچ مہینے الہلال سے وابستہ رہے تھے۔

(۴) مولانا عبد السلام ندوی - الہلال کے دور اول کا اختتام نومبر ۱۹۱۴ء میں ہوا تھا، مولانا عبد اللہ اس سے قبل چارپانچ مہینے الہلال سے وابستہ رہے تھے۔

(۵) مولانا رکن الدین و آنا سہرامی - سید سلیمان ندوی مرحوم کے مطابق کچھ دنوں تک الہلال میں گئے تھے۔ یہ مدت اکتوبر اور دسمبر ۱۹۱۳ء کے مابین کچھ دنوں کی تعداد میں شمار کرنے کے لائق ہے۔

(۶) مولانا عبد الماجد دریا بادی نے ایک خط (بنام ڈاکٹر عابد رضا بیدار) میں مولوی حامد علی صدیقی کی الہلال کے اسٹاف سے وابستگی کا ذکر کیا ہے ان کی اس وابستگی کا ثبوت کسی اور بیان واقعہ سے نہیں ملتا۔ مولانا دریا بادی نے بھی متعدد جگہ دیگر حضرات کی الہلال سے وابستگی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن حامد علی صدیقی کا ذکر دوسری جگہ انہوں نے بھی نہیں کیا۔ صدیقی صاحب بہ قول مولانا دریا بادی دو مشہور صحافی تھے۔

یہ تمام حضرات دور اول کے الہلال سے مختلف اوقات میں تقوڑی تقوڑی مدت وابستہ رہے تھے۔

(۷) ایم اے یو زکریا - جھانگل پور کے ایک صاحب استعداد شخص تھے۔ مولانا آزاد سے زمانہ طالب علمی سے تعلقات تھے۔ مولانا کے ساتھ شریک درس بھی رہے تھے اور مولانا سے بڑے معاصر

تھا۔ مولانا نے انہیں اہلال میں اپنے پاس بلا لیا تھا۔ لیکن اہلال سے وابستگی کی نوعیت کا علم نہیں ہو سکا۔ البلاغ میں بھی مولانا کے ساتھ تھے۔ کلکتہ سے مولانا کے اخراج کے بعد یہ بھی راجی میں مولانا کے پاس چلے گئے تھے۔ بعد میں علامہ ٹیکور کے ادارہ شانتی کمیتن میں پروفیسر بھی رہے تھے۔

(۱) اہلال کے دور ثالث (۱۹۲۷ء) میں اہلال کا سارا کام مولانا عبد الرزاق ملیح آبادی کرتے تھے اس دور میں بھی اہلال کے ایڈیٹر اگرچہ مولانا آزاد ہی تھے لیکن مولانا کی نگرانی میں تمام کام مولانا ملیح آبادی انجام دیتے تھے۔ مولانا ملیح آبادی ندوہ دمر کے فارغ التحصیل تھے۔ مولانا آزاد کے عقیدت مند اور ان کے ہم خیال تھے۔ زندگی بھر مولانا سے تعلق رہا۔

اہلال نام اگرچہ مولانا آزاد کی ذات، ان کی دعوت اور تحریک کا تھا لیکن اہلال کو بلند پایہ علمی تاریخ اور یادگار صحیفہ بنانے میں ان تمام حضرات کا حصہ ہے خواہ وہ تھوڑے تھوڑے عرصے ہی کے لیے اہلال سے وابستہ رہے ہوں۔

اہلال کی قیمت

اہلال شائع ہونا شروع ہوا تھا تو اسی کی سالانہ قیمت آٹھ روپے ہشتما ہی چار روپے بارہ آنے اور فی پرچہ ساڑھے تین آنے تھی۔ جلد ۵ کے شمارہ ۶ سے اس کی سالانہ ہشتما ہی اور فی پرچہ قیمت کا از سر نو تعین کیا گیا اور بالترتیب ۱۲ روپے ۶ روپے بارہ آنے اور چار آنے قیمت قرار پائی۔ یہی شرح قیمت دودنائی میں بھی برقرار رہی البتہ ۱۹۲۷ء میں جب اس کا دور ثالث شروع ہوا تو جنگ عظیم کے بعد چونکہ اشیاء کی قیمتوں اور محنت کی اجرتوں میں زمین آسمان کا فرق پڑ چکا تھا اس لیے اہلال کی قیمت میں بھی اضافہ ناگزیر ہوا۔ اس دور میں اس کی قیمت سالانہ بارہ روپے، ہشتما ہی سات روپے اور فی پرچہ پانچ آنے تھی۔ بیرون ملک کے خریدار کے لیے بطور بدل اشتراک سولہ روپے مقرر تھے۔

روزانہ الہلال کلکتہ (ضمیمہ الہلال)

ہفتہ وار الہلال کا پہلا پرچہ ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ء کو شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد جلد ہی روزانہ اخبار کی ضرورت محسوس کی گئی اور جنگ یمن کے دوران ہی میں نومبر ۱۹۱۲ء سے اس کی اشاعت بھی عمل میں آگئی تھی۔ اس کا پتا ہے کہ ہفتہ وار الہلال کے مطالعے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ ۲۰ نومبر ۱۹۱۲ء کو ”شذرات“ کے صفحہ پر براہ راست تاروں انتظام“ کے عنوان سے یہ چھپا ہوا ملتا ہے:

”آغاز جنگ سے ہم نہایت مضطرب ہیں کہ صحیح حالات معلوم کرنے کا کوئی انتظام کر سکیں۔ وزراءے قسطنطنیہ کی حالت اس اعتبار سے واقعی قابل شکایت ہے کہ جو تار صحیح جاتے ہیں، وہ باوجود اس علم کے کہ قسطنطنیہ تک مزور پہنچ گئے ہیں، عموماً جواب سے محروم رہتے ہیں۔ آغاز جنگ سے اس وقت مختلف وزراء کے نام متعدد تار جا چکے ہیں، مگر سوائے ایک تار کے کسی تار کا جواب نہیں ملا۔ بالآخر ہم نے ترکی کے بعض احباب کو خطوط لکھے اور تار کے ذریعے اہم واقعات کی تفصیل چاہی۔ سر دست اس قدر انتظام تو ہم نے کر لیا ہے کہ ہر منگل یا بدھ کو بالالتزام ایک تار ہفتے بھر کے اہم واقعات کی نسبت براہ راست ہمارے پاس آجائے اور وہ علاوہ روزانہ ضمیمے کے دجو محض لوکل اشاعت و واقعات کے لیے شائع کیا جاتا ہے۔) بدھ کے ہفتہ وار پرچے میں بھی درج ہو سکے۔ اس کے علاوہ اگر ہفتے کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے گا تو اس کی اطلاع بھی بردقت مل جائے گی۔ اور بصورت اہمیت الہلال کے خریداروں میں بذریعہ مطبوعہ کارڈ یا روزانہ ضمیمے کے کسی نہ کسی طرح شائع کر دیں گے۔

ہم نے الموبید فاہرہ کے نامہ نگار سے بھی استظام کرنا چاہا ہے، جو آج کل اڈریانوپل میں موجود ہے اور امید ہے کہ عن قریب منظوری کا آخری جواب مع خبر کے پہلے تار کے آجائے گا۔ (ص ۴۲ ک ۲)

اس شذرے کے مطالعے سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ نومبر ۱۹۱۲ء میں الہلال کا ضمیمہ روزانہ اخبار کی صورت میں نکلنا شروع ہو گیا تھا۔ اگرچہ اس سے قبل ۱۴ اکتوبر کے شمارے میں چند سطروں کے مطالعے نے بھی اسی نتیجے تک پہنچا یا تھا۔ صفحہ اول ہی پر مومٹے حروفوں میں چھپا تھا:

”روزانہ اور ہفتہ وار الہلال نیز ماہوار رسالے کے لیے ہر شہر میں ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ شرائط نہایت نفع بخش اور آسان ہوں گے۔ درخواستیں جلد آنا چاہئیں۔“

البتہ ان سطروں سے یہ قطعی نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ روزانہ الہلال شائع ہونا شروع بھی ہو گیا تھا۔ اس لیے اس اعلان میں ماہوار رسالے کا بھی ذکر ہے جو کبھی نہیں نکلا۔ البتہ ۲۰ نومبر ۱۹۱۲ء کے شذرہ سے یقین ہو جاتا ہے کہ روزانہ الہلال، الہلال کے ضمیمے کی صورت میں نکلنے لگا تھا۔ لیکن اس کے ٹھیک ایک مہینے کے بعد ایک مراسلہ ہماری نظر سے گزرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک یہ صرف ایک تجویز تھی اور روزانہ اخبار کے احساس ضرورت کے باوجود یہ تجویز غور و فکر کے مرحلے سے فیصلے یا عمل تک آگے نہ بڑھی تھی۔ مراسلہ نگار ابو الاعجاز عرشی، اس مراسلے کا عنوان ”الہلال روزانہ“ ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”آپ خیال فرمائیں کہ پبلک کا مذاق اخبار میں آج کل کس قدر بڑھ گیا ہے۔ ہفتہ وار اخباروں سے (گو وہ کیسے ہی اچھے ہوں) ان کی پیاس نہیں بجھتی۔

ہندوستان میں مسلمانوں کے روزانہ اخبارات کا وجود و عدم وجود برابر۔ چند اردو روزانہ نکل رہے ہیں، ان کی بھی جو کیفیت ہے، آپ سے چھی نہیں۔ روزانہ زمیندار نے البتہ کچھ اولوالعزمی دکھائی ہے کہ ہمراہ راست ریلوے سے برقی پیامات وصول کرنے کا سلسلہ قائم کیا ہے۔

امید تھی کہ مشہور ہمدرد قوم سٹر محمد علی صاحب کا روزانہ ہمدرد مستقل و اعلیٰ پیمانے پر نکل کے پبلک کی پیاس کو بجھائے گا۔ مگر ہنوز روزاول کا مضمون ہے۔

آپ نے روزانہ الہلال شائع کرنے کی تجویز سے پبلک کو روشناس کیا ہے۔ مگر یہ ترمیم میرے ذہن ناقص میں آئی ہے اور میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ غالباً آپ اور آپ کے ناظرین اس سے اتفاق کریں گے۔

آپ کی تجویز سے معلوم ہوتا ہے کہ ہفتہ وار الہلال بدستور جاری رہے اور ”دوروزانہ“ علاحدہ شائع کیا جائے اور ماہوار البیان بھی علاحدہ شائع ہو۔

میں تجویز اول و دوم کو ایک کر دینا زیادہ پسند کرتا ہوں کہ روزانہ الہلال پوری آب و تاب سے شائع کیا جائے اور ہفتہ وار بند کر دیا جائے۔

بجائے ہفتہ وار الہلال کے اسی صورتی و معنوی خصوصیات کے ساتھ چار پانچ جز کی ضخامت میں رسالہ البیان ماہوار شائع کیجیے۔

یہاں کہ آپ کے بیش بہا مضامین کی پبلک زیادہ قدر دال ہے۔ اس لیے آپ کو مجی پبلک کے مذاق کی قدر کرنی چاہیے۔

میرے اس عریضے کو عام رائے کے اتفاق کے لیے الہلال کے کسی گوشے میں جگہ دے کر منون کیجیے۔

اس مراسلے پر ایڈیٹر الہلال کا یہ نوٹ ہے :

”دیشک میرا ارادہ تو یہی ہے کہ ہفتہ وار جنرل جاری رہے اور روزانہ الگ شائع ہو۔ لیکن اگر ناظرین ہفتہ وار کے استوا کو منظور فرمائیں اور اس کی جگہ روزانہ

اور ماہوار شائع ہو تو مجھے کوئی عذر نہیں کہ اور بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔ باقی ”ہمدرد“ کی نسبت جو آپ نے لکھا ہے، تو آپ کو کامریڈ پریس کی مشکلات کا علم نہیں۔

ساری دقت بیروت کے ٹائپ کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ تاہم امید ہے کہ ہمدرد جلد شائع ہو اور ملک کی تو تغات کا اپنے تئیں پورا مستحق ثابت

کرے۔ (۱۸ دسمبر ۱۹۱۲ء ص ۱۳)

معلوم ہوتا ہے کہ جناب ابوالاعجاز عرشی کے مراسلے سے عام طور پر اتفاق نہیں کیا

گیا۔ اس رائے سے اختلاف میں کئی مراسلے شائع ہوئے۔ محمد احمد اللہ صاحب حیدرآباد سے لکھتے ہیں :

”اخبار الہلال کی روزانہ اشاعت کے باب میں ابوالاعجاز صاحب عرشی کی

جائے ۷ (۱۰ جنوری ۱۹۱۳ء ص ۱۱)

خان پیر (بہاول پور) کے مشہور طبیب مدحکم غلام غوثؒ لکھتے ہیں:

”نیزرو زبانیہ الہلال کے ارادے کو سر دست ملتوی کر دیا جائے“

(۱۴، مئی ۱۹۱۳ء ص ۲۰)

ان مراسلات کے مطالعے نے اس حقیقت کو بھی واضح کر دیا کہ ۱۹۱۳ء کے تقریباً وسط تک روزانہ الہلال شائع ہونا شروع نہیں ہوا تھا۔ بلکہ اسی کے ٹھیک ایک سال کے بعد جب ہماری ایک اشتہار پر پڑتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ۷ جون اور ۱۵ جولائی ۱۹۱۴ء تک بھی روزانہ الہلال کی اشاعت کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اشتہار کا عنوان ”روزانہ الہلال ہے اور آغاز اس جملے سے ہوتا ہے:

”روزانہ اہلال چوں کہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔ اس لیے بذریعہ ہفتہ وار

مستھر کیا جاتا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۷ جولائی ۱۹۳۳ء، ص ۱۴)

یہی اشتہار ۱۵ جولائی کو بھی چھپا ہے (ص ۱۶)

لیکن اجماعی اس واقعے پر پورا ایک ہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ الہلال کاروانہ فیضیہ شائع ہونے لگا۔ ۱۲ اگست ۱۹۱۲ء کا سرورق ایشیائی مضمون ایک پر ہماری نظر روشنی دلایا کرتی ہے۔ پہلا شمارہ ”اعتذار“ کے عنوان سے ہے۔ اس میں ہفتہ وار رسائل کے دائرہ کاری و خاصیت کی گئی ہے اور اس سلسلے میں الہلال کی خدمات و خاصائص پر توجہ دلائی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

”الہلال اردو پریس کا پہلا رسالہ ہے جو ہفتہ وار رسائل کا مجمع نمونہ پیش کرنا چاہتا ہے۔ ایک ایسے جرمز کے فرائض صالحہ میں یہ داخل نہیں کہ وہ جنگ وغیرہ کے موقع پر تمام خبروں کو اکٹھا کرتا رہے۔ یہ کام روزانہ اخباروں کا ہے اور اسی لیے ایک روزانہ ضمیمہ شائع کر دیا گیا ہے۔“

ہفتہ وار رسالے کا کام زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ ہفتے بھر کے حوادث و سوانح پر ایک جامع نظر ڈال کے اسی کا خلاصہ پیش کر دے۔ چنانچہ اس لحاظ سے اہلال کی نسبت ہم جنگ بقیان کے زمانے کو یاد دلاتے ہیں اور موجودہ جنگ کے متعلق بھی اطمینان دلاتے ہیں کہ جیسی معلومات، جیسے مفید اور بلند مباحث، جیسی

دقیق اور پرازنائج فطرو نقد اور جیسی دل چسپ تصویریں اور مناظر الہلال فراہم کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس کے معیار و درجہ سے کم تر نہیں بلکہ بلند تری ہوں گے۔“

اسی شمارے کے اسی صفحہ پر ”روزانہ ضمیمہ“ کے عنوان سے دوسرا تذکرہ ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

”مقامی بلیک کے اصرار سے مجبور ہو کر دفتر الہلال نے ایک روزانہ ضمیمہ شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔ محض روزانہ تاریخوں کا ترجمہ عین وقت پر شائع کرنا مقصود تھا، لیکن منہاجنگ کے متعلق ضروری مباحث و مضامین بھی درج کیے جاتے ہیں: ۱) رائل سائز کے چار صفحوں پر شائع ہوتا ہے۔ فی صفحہ چار کالم۔

(۲) کلکتہ سے لے کر بنارس تک کے لیے یہ ضمیمہ یکساں مفید ہے۔

(۳) صوبہ بہار کے تمام شہروں نیز مظفر پور، مرزا پور اور بنارس وغیرہ کے لیے ایجنٹوں کی ضرورت ہے جو منگوا کر متفرق فروخت کریں۔ معقول کمیشن دیا گیا ہے۔“

یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ یہ ضمیمہ کب تک جاری رہا۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ زیادہ سے زیادہ ۱۸ نومبر ۱۹۱۴ء یا اس کے لگ بھگ تاریخوں تک جاری رہا ہو گا جب کہ الہلال کے دور اقول کا آخری پرچہ شائع ہوا تھا۔

ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی محقق کی تکرر سے اس کا کوئی پرچہ گزرا ہو۔ مولانا غلام رسول مہر مرحوم نے خاکسار کو ۱۹۱۴ء میں ایک پرچہ دکھایا تھا جو صرف ایک ورق تھا۔ مرحوم نے بتایا تھا کہ یہ پرچہ الہلال میں رکھا ہوا اُگیا تھا۔ اسے منگوا یا نہیں تھا، اس کی ضرورت بھی نہ تھی۔ اس لیے کہ یہ ضمیمہ کلکتہ، اس کے قرب و جوار کے علاقوں، بہار اور یوپی کے بعض مشرقی شہروں تک ہی مفید تھا۔ اب اس پرچے کے بارے میں کوئی خاص بات یا دہنیں البتہ یہ بات ذہن میں محفوظ ہے کہ اس میں صرف جبری مقبض کوئی معنوں یا کالم نہ تھا اب اس پر مضمون لکھنا چاہا اور لاہور خط لکھ کر تلاش کروایا تو اس کا پتا نہیں چل سکا۔

البلاغ (۱۶-۱۹۱۵ء) کلکتہ (اشاریہ مندرجات)

آثار عتیقہ:

سلیمان دستوسی (ندوی) پروفیسر پونا کالج، مولانا سید

آثار اسلامیہ امارت بیجا پور

۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱) ص ۱۲

۲۶ دسمبر (۲) ص ۲۵

(۲)

" "

احرار اسلام:

البلاغ

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ۔

۴ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۹) ص ۴

(۱)

مسئلہ خلق قرآن اور دربار مامون الرشید

۱۱ دسمبر (۱۰) ص ۵

(۲)

" "

۱۸ دسمبر (۱۱) ص ۹

(۳)

" "

خطبہ المودت و ترمیم شہادت۔ یعنی واقعہ عظیمہ شہادت

۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱۲) ص ۴

(۱)

حضرت سید الشہداء

۱۰ دسمبر (نمبر ۱۳) ص ۵

(۲)

دیا تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ

" "

ادبیات:

الجمال

مرحوم مولانا شبلی نعمانی۔ حیات علمی و ادبی پر ایک نظر

۱۷ دسمبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱۴) ص ۱۲

مرزا غالب کا غیر مطبوعہ کلام (تقصیدہ در تہنیت غسلِ محبت

۲۲ مارچ ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۵) ص ۵

نواب یوسف علی خاں صاحب سابق والی رام پور)

اے علامہ شبلی مرحوم کے انتقال پر کلکتہ کے ایک تعزیتی جلسے میں مولانا آزادی ایک تقریر

اقبال

نوار آئین ترمی زن چودوق نغمہ کم یابی

۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱) ص ۱

حسرت موہانی

غزل

اسوہ حسنہ:

البلاغ

اختساب اور اسلام - ترمیمیت یا فنگان عہد نبوت کا اسوہ حسنہ ۴ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۹) ص ۴

الحسبہ فی الاسلام - اختساب اور اسلام (۲) ۱۱ " " (نمبر ۱۰) ص ۹

اسوہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صفحہ - اعمال نبوت

۱۴ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۱) ص ۱۷

پر حقیقت محاسب

۲۴ مارچ (نمبر ۱۵) ص ۱۷

تفویض و اطاعت - عہد صحابہ کرام

کائنات خلقت - بہ تقریب درود مسعودیوم الحج و

عید اضحیٰ (۱) ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱) ص ۴ (الف)

کائنات خلقت یا تاریخ امۃ مسلمہ (۲) ۲۶ " " (نمبر ۲) ص ۲۰

(۳) ۱۰ دسمبر (نمبر ۳) ص ۱۲

(۴) ۲۴ مارچ (نمبر ۵) ص ۱۷

تذکار مقدس، ماہ ربیع الاول - ولادت نبوی ۱۴ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۱) ص ۲

(مواعظ و خطب) ماہ ربیع الاول احزاب جشن تذکار ولادت نبوی ص ۸

اے حسرت کی اسی غزل میں مولانا آزاد کے بارے میں یہ قلعہ ہے:

ارباب و فاجر پرست و حق کو شش

سب ہو گئے چپ بس ایک حسرت

گویا ہیں "ابوالکلام آزاد"

یہ یہ تقریر "مواعظ و خطب" کے باب میں درج تھی۔ موضوع کی مناسبت سے اس کا حوالہ یہاں دیا گیا۔

اس کے اصل باب کے آغاز کے لیے قوسین میں باب کا حوالہ بھی درج کر دیا ہے۔ اسی طرح کا اہتمام

بعض دوسرے حوالوں کے اندراج میں بھی کیا گیا ہے۔

تربیت یافتگان عہد نبوت - حضرت سلمان فارسیؓ (۱) ۲۵ فروری ۱۹۹۱ء (نمبر ۱۲) ص ۱۶

اسئله واجوبتها:

بعض اسئلہ مہمہ۔ حدیث اختلاف امتی رحمۃ اللہ علیہ
 ۷/۲۲، ۱۵ ستمبر ۱۹۸۴ (پیر ۱۵) ص ۵

مسئلہ تسمیہ کلمہ اویاسین ۳

حکم شوریٰ اور اسلام — خلافت راشدہ اسلامیہ کا نظام جمہوری۔

منہاج نیوت اور شعوری ۱۳۴۲/۲/۲۸ جنوری ۱۹۱۴ء (کنیز ۱۹۲۸ء ص ۲۳)

افکار و حوادث:

البلاغ

مسئلہ مسلم یونیورسٹی اور علوم و معارف جدیدہ

(مجوزہ شیعہ کالج کھنوکھو کا وفد گورنریونی سترجیس کی خدمت میں) ۱۸ فروری (نمبر ۱۱) ص ۱

المراسلة والمناظرة:

البلاغ

بیع غرر و مسئلہ اجارہ اراضی، مرویدہ

النوم - از روئے طبّ قدیم ۲۶، نومبر ۱۹۱۵ء (بخمر ۲) ص ۳۰

اے علی احمد مدراسی کے سوال کے جواب میں

۲۔ مولوی حکیم غلام غوث (از خان یوزم کے سوال کے جواب میں)

۳۷ آرہ سے ایک مستفسر کے جواب میں

۴۷ مصباح الدین (شکرگو یار) کے سوال کے جواب میں

۵ مولانا ابوالنصر محمد عبدالقادر مفتی ریاست جموں کا ایک علمی مراسلہ۔ البلاغ نے مفتی صاحب

کی رائے سے اتفاق کیا ہے اور زیر بحث مولانا سید سلیمان ندوی کی رائے کی تاویل کی ہے کہ غالباً ان

— کابھی یہی مقصد ہوگا۔

بصائر و حکم:

اسلم والحرپ۔ یعنی جنگ اور صلح
انسان کی حیات صالحہ اور اس کی طبعی عمر۔

سلسلہ الاصلاح والافساد کی ایک مختصر محبت
جنگ اور مطالعہ علم النفس

جنگ کا اثر اخلاق پر (۱)

۲۴ ر ۲ (۲) " "

فلسفہ اجتماع اور جنگ (۱)

برید فرنگ:

ایک نئی زمین کا اکتشاف۔ دائرہ قطب شمالی

جو ایسٹس الحرب (ایک فرانسیسی جاسوس جینی بی) ۱۱ ر ۱ (۱۰) ص ۱۸

تاریخ تمدن اسلامی:

غزوات اسلامیہ اور تجارت

(مختارات) خواطر فی الاسلام۔ تاریخ مدنیہ اسلامیہ

۳۳ ر ۱۰ مارچ ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۳) ص ۱۷

کا ایک سرسری درس

تاریخ و غیر:

اسماعیل پانی پتی، شیخ محمد

الحرب فی الاسلام

غیلان و مشقی

امربا المعروف و بنی عن المنکر۔ تاریخ معتزلہ کا ایک صفحہ (۱) ۲۴ ر ۱۵ دسمبر (نمبر ۵) ص ۲۳

تاریخ معتزلہ کا ایک صفحہ۔ نظائر و امثال (۲) ۱۴ ر ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء (نمبر ۷) ص ۲۶

سادہ مخزنہ کربلہ

۲۴ ر نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۲) ص ۱۰

تفسیر:

البلاغ

لہ البلاغ میں اصل عنوان "باب التفسیر" تھا۔ بعض تفسیری تحریریں "اسئلہ واجوبہ" یا "تفسیر" کے صفحہ

(اسئلۃ واجبہما): تفسیر سورۃ البینۃ۔ اقسام القرآن ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۲) ص ۸

۱۲ (۲) ۳۰ مارچ ۱۱۳۱ (نمبر ۱۲) ص ۱۲

۱۱ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۰) ص ۱۲ اصلاح والافساد

۱۸ (۲) ۱۱ (نمبر ۱۱) ص ۱۳

۲۵ (۳) ۱۲ (نمبر ۱۲) ص ۱۴

الحق والباطل اور اصلاح والافساد۔ حقیقت بقاء

۳۲، ۲۱ مارچ ۱۱۳۱ (نمبر ۱۲) ص ۷ اسلام و فناء کفر

۲۲، ۲۳ (نمبر ۱۵) ص ۶

۲۴ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۳) ص ۱۵ فلسفہ احتساب۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

عبدالحی، مولانا خواجه

۲۳ سورۃ کریمۃ ماعون

منہر الدین شیر کوٹی، مولانا

۲۴، ۲۵ دسمبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۴) ص ۲۵ (مراسلات)؛ سورۃ والتین

مشہور اسلامیہ؛

عراق و لیلیدے عراق! (عراق و بغداد کے بعض مناظر) ۲۵ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۲) ص ۵

نسیم شمال۔ سراج الاخبار افغانستان اور مجلہ البلاغ ہند ۳۰ مارچ ۱۱۳۱ (نمبر ۱۲) ص ۹

مختارات؛

الحرب فی الاسلام۔ تاریخ اسلام اور نظام عسکری (۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶ جنوری ۱۹۱۶ء (نمبر ۷) ص ۳۲

۲ فروری ۱۱۳۱ (نمبر ۹) ص ۱۳

مدارس اسلامیہ اور دیگر ادارے؛

ابوالکلام

کے تحت چھپتی تھیں اور ایک "مراسلات" کے ضمن میں درج تھی۔ ان سب کو اسی جگہ درج کر دیا ہے۔

اے مولوی دس احمد بگرامی کے استفسار کے جواب میں

۱۵ البلاغ کا عنوان صرف "مدارس اسلامیہ" تھا۔ دیگر ادارات و تنظیمات کے بارے میں بعض مضامین مشتمل

کے ذیل میں اور بعض "مراسلات" کے ضمن میں تھے۔ ان سب کو اسی عنوان کے تحت جمع کر دیا ہے۔

اے کانفرنس کے اجلاس میں مولانا کا عزم شرکت، صاحبزادہ آفتاب احمد خاں سکریٹری کانفرنس کا خط اور مولانا کا جواب الجواب

اے بیگ کے گزشتہ اجلاس میں کے واقعات پر تبصرہ

سے مراسلہ نگار نے سورۃ والتین (البلاغ نمبر ۱۲) پر مولانا آزاد کے افادات کی تحسین فرمائی ہے، مولانا کی تعریف میں سراج الاخبار (کابل) کی رائے (البلاغ نمبر ۱۳، ۱۴) کی پر روزنامہ ٹیڈ کی ہے اور مجوزہ شیعہ کالج کے بارے میں بھی مولانا کی رائے (البلاغ نمبر ۱۱، ۱۲) کی توثیق کے ساتھ اپنے خیالات پیش کیے ہیں۔ اس پر البلاغ (مولانا) کا تبصرہ بھی ہے۔

مراسلات:

غلام غوث طبیب (خان پور)

ایک اہم اقتراح دینی - سیرۃ نبویؐ

مرتضیٰ نوہروی، مولانا سید

الہلال

... بی اے، متعلم ایل ایل بی

تفسیر البیان

مطبوعات جدیدہ:

ابلاغ

معراج العقول

۲۵ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۲) ص ۱۲

مقالات:

سلیمان دسنوی (زندوی)، مولانا سید

اسلام اور سوشلزم

۱۱ فروری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۰) ص ۲

اصلاح و معاشرت - یہ سلسلہ اسلام اور سوشلزم

۱۸ " " (نمبر ۱۱) ص ۱

۲۵ " " (نمبر ۱۲) ص ۱۸

۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۳) ص ۱۹

۲۴ " " (نمبر ۴) ص ۹

اسیران جنگ (۱)

۲ " "

اے علامہ شبلی کی جامع سیرۃ نبویؐ کے بعد میں عام مطالعہ، تبلیغ و ارشاد اور نصاب میں داخل کرنے کے لیے معمولی فحاشی کی سیرۃ نبویؐ کی اہمیت اور ضرورت پیش نظر مولانا آزاد سے تالیف توفیق کی درخواست
نہ طلبہ کے لیے البیان کی قیمت میں خصوصی رعایت کی درخواست! اس لیے کہ تفسیر کے تحقیقی مطالب طلبہ ہی ہیں۔
یہ کتاب مولانا سید مرتضیٰ نوہروی (منہاج غازی پور) کے قلم سے عربی زبان میں ہے۔ صفحات: ۸۰۰۔
یہ تیسرا مولانا آزاد کے قلم سے ہے اور مولانا نے فاضل مصنف اجتہاد فکر، حریت رائے اور اصابت فہم کی تعریف فرمائی ہے۔

۲۷ مقالے کی یہ (پہلی) قسط "مراسلات" کے کالم میں شائع ہوئی تھی۔ دوسرے مقالات کے نسخے پر شائع ہوئی تھی۔

الدین سیاست

امن اور اسلام .

تربیت عسکری اور قرآن حکیم

اسلام اور تربیت عسکری

جنگ کا اثر فنی روایت پر

البلاغ

المحرية في الاسلام

ایڈیٹر

۲۴، ۳۱ مارچ ۱۹۱۶ء (مجموعہ ۱۵-۱۷) ص ۱

افسانہ ہجرو وصال

(۲)

السلامة

اطلاع ضروری ہے

(۲) ایڈیٹر کی ناسازی طبع اور شذرات

/// // // //

هفتہ دار شائع ہو گا) ۱۳۰۲/۲۸ جنوری ۱۹۱۴ء (نمبر ۷۷) ص ۱

۱۔ بنگال سے ایڈیٹر البلاغ کے اخراج کا حکم اور اس پر تبصرہ
۲۔ البلاغ کی اشاعت کی راہ میں رکاوٹیں۔ اس میں یہ تذکرہ بھی ہے کہ دارالارشاد کا سلسلہ شروع
ہو چکا ہے اور روزانہ درس قرآن کا سلسلہ جاری ہے۔

ایجنٹوں کے لیے کیشن

۲۴ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۲) ص ۱۳	
۱۴/۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۷) ص ۳۱	" "
۳۳ مارچ (نمبر ۱۳) ص ۲۳	" "
۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۳) ص ۲	(شذرات)؛ عہد التواؤ و انتظام (۱)
۱۷/۲۴ (نمبر ۴) ص ۱	(۲) " "
۱۴/۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۷) ص ۳۱	" (۳) "
۱۳ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱) ص ۲	(مقالہ افتتاحیہ - عربی میں)؛ فاتحۃ البلاغ (۱)
۲۴ (نمبر ۲) ص ۲	(۲) " "

ملا پر منہ (ادارے کی مشکلات اور قارئین سے

بصورت فراہمی خریداران تعاون کی اپیل) " " " " ص ۱

البيان ترجمان القرآن (المطالعات و اعلانات)

ایڈیٹر

۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱) سرورق ص ۴	البيان في مقاصد القرآن (اعلان)
۲۴ (نمبر ۲) " "	" " "
۱۰ دسمبر (نمبر ۳) " "	" " "
۱۷/۲۴ (نمبر ۴) " "	" " "
۱۴/۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۷) " "	" " "
۴ فروری (نمبر ۹) " "	" " "
۱۱ (نمبر ۱۰) " "	" " "
۱۸ (نمبر ۱۱) " "	" " "
۲۵ (نمبر ۱۲) " "	" " "
۳۳ مارچ (نمبر ۱۳) " "	" " "
۲۴/۳۱ (نمبر ۱۵) " "	" " "

لے البلاغ کا صحافتی مسلک - دعوت کی راہ اور تجارت کے مشرب کا فرق - البلاغ کا مسلک "دعوت کی راہ ہے۔"

بعض الملاحظات ہمہ ترجمان القرآن، البیان اور مقدمہ

تفسیر کے بارے میں (- ۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء نمبر ۲) ص ۱

البیان و ترجمان القرآن (انتظار کی درخواست) ۱۲/۲۱، ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء (نمبر ۷، ۷، ۷، ۷) ص ۱

ترجمان القرآن ۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱) سرورق ص ۱

۲۶ " " (نمبر ۲) " " " " " "

۱۰ دسمبر " (نمبر ۳) " " " " " "

۱۷ " " (نمبر ۴، ۵) " " " " " "

۲۴، ۱۷ " " (نمبر ۵، ۶) ص ۱

ترجمان القرآن لے

۱۲/۲۱، ۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء (نمبر ۷، ۷، ۷، ۷) سرورق ص ۱

۲۴ فروری " (نمبر ۹) " " " " " "

۱۸ " " (نمبر ۱۱) " " " " " "

۲۵ " " (نمبر ۱۲) " " " " " "

۲۳، ۱۰ مارچ " (نمبر ۱۳، ۱۴) " " " " " "

۲۴، ۳۱ " " (نمبر ۱۵، ۱۶) ص ۱

۲۴ فروری " (نمبر ۹) ص ۱

(شدات): دعوت الی القرآن لے

۱۱ " " (نمبر ۱۰) " " " " " "

نظرے خوش گزرے۔ بعض اہم مسائل۔ مسئلہ

اعراض نظر و مطالعہ لے ۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۳) ص ۸

الہلال (اشتہارات):

۲۶ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۲) سرورق ص ۲

اسم الہلال فی جلدات الہلال

لے ترجمان القرآن اور البیان کی توسیع اشاعت کے لیے بعض ارباب دل کا تذکرہ و تحبین۔

لے ترجمان القرآن اور البیان کی اشاعت اس کی اہمیت اور بعض اصحاب کی جانب سے اس کی توجیہ اشاعت میں تعاون پر شکریہ و تحبین۔

لے ترجمان القرآن اور البیان کے بارے میں

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۳) سرورق ص ۲

۲۴/۱۲، ۲۲، ۲۱، ۲۰ (نمبر ۴) ص ۵۴

۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱ (نمبر ۵) ص ۸۱

۴ فروری (نمبر ۶) ص ۹

۳-۱۰ مارچ (نمبر ۱۳) ص ۱۴

۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰ (نمبر ۱۵) ص ۱۵

۱۲ نومبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۱) ص ۱۳

الہلال فی مجلدات الہلال

” ”

” ”

” ”

” ”

الہلال کی مکمل جلدیں

مجلدات الہلال - درخواست کا آخری موقع

اشتہارات

گریٹ یورپین وارمیپ - ایڈیٹر الہلال کی رائے ۱۰ دسمبر ۱۹۱۵ء (نمبر ۳) ص ۲۰

نقشہ جنگ (گریٹ یورپین وارمیپ) ۲۲، ۲۱، ۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء (نمبر ۱۵ - ۱۷) ص ۱۱

یہ اس اشتہار کی آخری سطریں یہ ہیں اور کس درجے حقیقت پر مبنی:

” وہ وقت دور نہیں جب مرحوم الہلال کے ایک ایک پرچے کو لوگ دھونڈھیں گے اور

کہیں گے کہ وہ ایک تاریخی وجود تھا جو اب نہیں مل سکتا کو ہم رادر عدم روج قبول ہو رہا است

شہرت شعرم پر گیتی بعد من خواہد شدن!

البتہ اتنا کہا جا تلے کہ لوگوں کی طلب صادق نے اسے ڈھونڈھ نکالا۔ کئی سال ہوئے پاکستان

میں اس کی اشاعت کے لیے الہلال اکیڈمی لاہور وجود میں آئی اور اس نے الہلال کی تمام جلدیں

عکس شائع کر دیں اور اب (۱۹۸۸ء) میں ہندوستان سے اتر پردیش اردو اکیڈمی (کھنور) نے

الہلال کا فائل شائع کر دیا ہے۔

نوٹ: البلاغ میں کتابوں وغیرہ کے اور بہت سے اشتہار بھی شائع ہوئے ہیں۔ ان کے حوالے

یہاں ترک کر دیے ہیں۔

۲ ایم حسن برادرزہ - مکتبہ کا شائع کردہ نقشہ کا اشتہار۔ جس کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے

راے دی ہے۔

اقدام۔ کلکتہ

یہ روزانہ اخبار کلکتہ سے مولانا ابوالکلام آزاد کی نگرانی اور مولانا محی الدین قصوری (ابن مولانا عبدالقادر قصوری) کی ادارت میں اور انہیں کے سرمائے سے جاری ہوا تھا۔ مولانا آزاد نے مارچ کے اوائل پر ریل (۱۹۱۶ء) کے اوائل میں جو خط مولانا سید سلیمان ندوی کو کلکتہ بلانے کے لیے لکھا تھا۔ اس میں اس کا ذکر آیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس کا اجرا عمل میں آچکا تھا، مولانا فرماتے ہیں:

”البلاغ کے علاوہ بالکل علیحدہ ایک معقول مسک کاروزانہ اخبار ”اقدام“ بھی جاری ہوا ہے۔ وہ بھی آپ کے ماتحت ہو جاتے گا اور ایک بڑا اسٹاف اپنے ماتحت پائیں گے۔“

اقدام کے بارے میں مولانا غلام رسول ہر حاشیہ میں لکھتے ہیں:

”دیہ روزانہ اخبار مولوی محی الدین قصوری نے کلکتہ سے جاری کیا تھا۔ افسوس کہ قحطی ہی دیر کے بعد اس کا داخلہ مختلف صوبوں میں بند ہو گیا اور مولوی محی الدین بھی اسے بند کر کے وطن رقصورم آنے پر مجبور ہو گئے۔ یہاں انہیں نظر بند کر دیا گیا۔ ڈاکٹر شیر بہادر خاں پٹی کے نام ایک خط میں مولانا عبدالقادر قصوری اور ان کے خاندان سے مولانا آزاد کے تعلقات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے اقدام کے اجرا اور بندش پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ مہر صاحب فرماتے ہیں:

”۱۹۱۵ء میں مولانا عبدالقادر قصوری مرحوم کے صاحبزادے مولانا محی الدین احمد نے کلکتہ سے ہمارے مولانا (آزاد) کی زیر نگرانی ”اقدام“ جاری کیا تھا۔ اس پر بھی خاصا رد و پیر مولانا قصوری کا خرچ ہوا۔ ”اقدام“ بہت جلد ہندوستان کا ممتاز اردو روزنامہ بن گیا۔ لیکن حکومت نے مختلف صوبوں میں اس کا داخلہ بند کر دیا۔ خصوصاً پنجاب میں داخلہ بند ہونے کے باعث ”اقدام“ پر شدید ضرب لگی۔ چوں کہ بیشتر خریدار یہیں کے تھے۔ پھر مولانا کو ننگال سے اخراج کے احکام مل گئے۔ ان کا پریس بھی برباد ہوا، البلاغ بھی بند ہو

گیا اور مختلف رسائل و جرائد کا ذخیرہ بھی معرض آفاق میں آیا۔۔۔ لے
مولانا مہر صاحب مرحوم کی معلومات سے ہمارے علم میں ایک اور مفید اضافہ ہوتا ہے۔ مہر صاحب
نے لکھا ہے:

”کلکتہ سے جاری کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ یہ مولانا آزاد کی نگرانی میں نکلے اور
ابتداءً اس کے مقالات افتتاحیہ مولانا ہی نے لکھے تھے یا نہ

اقدام کے بارے میں ابھی تک اس سے زیادہ معلومات حاصل نہیں ہو سکیں۔ جب تک کسی جگہ سے اقدام
کے پرچے دستیاب نہ ہو جاتیں اس سے زیادہ معلومات کے حصول کا کوئی موقع نظر نہیں آتا۔ مذکورہ
بیانات سے صرف یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اقدام ۱۹۱۵ء کے آخر یا ۱۹۱۶ء کے شروع میں نکلا تھا۔ اوّل اپریل
میں مولانا آزاد کے کلکتہ سے اخراج کے بعد وسط اپریل یا آخر اپریل میں یہ بھی ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

لے افادات جہ مرتبہ ڈاکٹر شیر عباد رحمان پتی، لاہور، (۲۷ ۱۹۷۶ء) ص ۱۶
لے ڈاکٹر عابد رضا بیگ کی کتاب ”مولانا ابوالکلام آزاد“ میرے پاس آئی اور مولانا مہر صاحب کو
معلوم ہوا تو انہوں نے اسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو میں نے انہیں یہ کتاب بھیج دی۔ کتاب واپس آئی
تو اس پر مہر صاحب نے کئی جگہ بیحد صاحب کے خیالات پر اپنی رائے ظاہر فرمائی تھی یا معلومات میں اضافہ
کیا تھا۔ بعض مقامات پر سوالیہ نشان (؟) بنایا تھا۔ یہ جگہ مہر صاحب نے کتاب کے صفحہ ۸۴ پر ”اقدام“ پر حاشیہ میں
تحریر فرماتے ہیں

پینغامِ کلکتہ

تحریک خلافت وقت کی ایک عظیم الشان تحریک تھی، جس نے ترکی خلافت اور ملک کی آزادی کی تحریک کو آگے بڑھانے میں بیش قیمت خدمت انجام دی۔ خلافت کا ادارہ اگرچہ اپنے معروف نام سے باقی نہیں رکھا جاسکا لیکن ایک مسلمان ملک کی حیثیت سے ترکی کا وجود اور اس میں مسلمانوں کے اقتدار کا جو نقش اجاگر ہوا، اس میں انجمن اتحاد و ترقی۔ ترکی کے بعد بیرونی ترکی جن ممالک و اقوام کا حصہ ہے۔ ان میں سب سے نمایاں نام برصغیر کے مسلمانوں اور ان کی سب سے بڑی ملی تحریک خلافت کا ہے۔

ترکی خلافت کی تحریک میں برصغیر کے مسلمانوں نے دو مرحلوں میں حصہ لیا تھا،

۱۔ پہلے مرحلے میں انھوں نے چاہا تھا کہ خلافت کا ادارہ اپنے کامل معنوں میں اپنے نام، اقتدار و اختیار اپنے تمام منافع و مصالح اور اپنے تمام تر خصائص کے ساتھ باقی رہے۔ تحریک خلافت کا یہ دور ۱۹۱۹ء سے شروع ہوتا ہے اور ۲ مارچ ۱۹۲۲ء کے تیسخ ادارہ خلافت کے اعلان پر ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ تحریک کا دوسرا دور ۲ مارچ ۱۹۲۲ء کے بعد اگرچہ برصغیر کے مسلمانوں پر صحیح صورت حال مٹی کے بعد واضح ہو سکتی تھی، اس وقت شروع ہوا جب خلافت کا ادارہ ختم ہوا اور جمہوریہ ترکیہ کا قیام عمل میں آیا۔

اگرچہ زمام اقتدار اور اختیار ہر دو صورتوں میں مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھا اور انھیں کو حکومت کرنے اور اپنے ملک کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ پہلے خلافت کا دینی ادارہ موجود تھا بعد میں ترکی پارلیمنٹ کا وجود مسلمانوں کے اقتدار کی علامت بن گیا۔

تحریک کا پہلا دور ترکی میں مسلم اقتدار (بہ شکل خلافت) کے استحکام کے لیے مساعی کا دور تھا تو دوسرا دور جدید ترکی (بہ صورت جمہوریہ ترکیہ) کے استحکام و تعمیر کا دور تھا۔

برصغیر کے مسلمانوں پر خدا کا یہ خاص فضل رہا ہے اور ان کے ملی خصائص کا یہ ایک امتیاز ہے کہ انھوں نے بقول تعمیر کے ہر دور میں ترکی اور ترک قوم کی خدمت کو اپنا ملی فرض سمجھا اور اس راہ میں

جان و مال کی بے مثال قربانیاں پیش کیں۔

بعض لحاظ سے تو برصغیر کے مسلمانوں نے ترکی اور ترک قوم کی جو خدمت انجام دی وہ ترکوں کے لیے بھی ممکن نہ تھی۔ نوجوان ترک اور انجمن اتحاد و ترقی کے لیے دو محاذ تھے،

اولاً؛ ترکی کے دشمنوں سے جنگ اور ملک کا دفاع۔

ثانیاً؛ اندرون ملک انگورہ و قسطنطنیہ کی کشمکش میں انقلابی ترکوں کی ترجیحی اور نئے ہنگامہ خیز حالات میں ملک کی رہنمائی۔

تحریک خلافت کی خدمات؛

ترکی اس وقت تاریخ کے اس نازک دور سے گزر رہا تھا جس میں اس کی زندگی یا موت کا فیصلہ ہونا تھا ہر آنے والی صبح اس کے لیے نئے آلام و مصائب کا پیغام لے کر نمودار ہوتی تھی۔ ان حالات میں بین الاقوامی سطح پر مخالفوں کی ریشہ و دانیوں کا تدارک اور ان کے پروپیگنڈے کا جواب دینا اور اس محاذ پر بھی پوری توجہ صرف کرنا ترکی کے لیے ممکن ہی نہ تھا۔ یہ صرف تحریک خلافت اور اس کے رہنما تھے جنہوں نے برصغیر اور ایشیائے کوچک اور یورپ اور امریکہ تک

الف؛ علمی میدان میں تصنیف و تالیف کے ذریعے

ب؛ قومی اور بین الاقوامی سطح پر صحیفہ نگاری، انٹرویوز اور مضمون و کالم نویسی کے ذریعے اور

ج؛ علمی میدان میں وفود بھیج کر اہم شخصیات سے ملاقاتوں تقریروں اور احتجاجوں کے ذریعے

برطانوی مدبروں کا نا طبقہ بند کر رکھا تھا اور ان کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دے رہے تھے۔

لیکن برطانوی مقبوضات میں سب سے اہم اور فیصلہ کن میدان خود برصغیر تھا تحریک خلافت اور اس کے ہتھیار

کو سب سے سخت مقابلہ اسی میدان میں درپیش تھا اور آج یہ بات نہیں کہی جاسکتی تحریک کے رہنما اپنی اس جدوجہد

میں ناکام رہے۔ تاریخ اپنا فیصلہ سنا چکا ہے کہ تحریک خلافت نے ہماری قومی سیاسی زندگی کو توانائی بخشی اور برٹش

استعمار کے خوف کو مسلمانوں کے دلوں سے ہمیشہ کے لیے اس طرح دور کر دیا کہ پھر کسی قلب پر اس کی برجھاتی بھی نہ

پڑی۔ اگرچہ وقت کی تمام قریکات کی طرح اس کے بعض وقتی نقصانات بھی ہوئے لیکن اسی تحریک نے نئی

قومی زندگی کی تعمیر کا سرو سامان بھی فراہم کر دیا۔

تحریک خلافت اور اس کے رہنماؤں نے جو خدمات انجام دی تھیں، ان پر ایک سرسری نظر موزر

ڈال لینی چاہیے؛

۱۔ اندرون ملک خلافت کے مسئلہ کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے ملک گیر سطح پر جلسوں، اور

جلسوں کا پروگرام بنایا گیا اور رہنمایانِ خلافت نے ملک کے نہ صرف شہروں بلکہ قصبوں اور قریوں تک خلافت کے پیغام کو پہنچایا۔

۲۔ عالمی سطح پر مسئلہ خلافت کے تعارف کے لیے یورپ کو وفد بھیجا گیا۔ اس وفد نے انگلستان، فرانس وغیرہ کے مختلف مقامات پر ہنگ جلسوں میں تقریریں کیں، مدبرین سے ملاقاتیں کر کے مسئلہ کی اہمیت اور اس کی سنگینی کو ان کے ذہن نشین کرنے اور مسلمانوں کے موقف کو واضح کرنے کی کوشش کی اور اخبارات میں انٹرویو اور مضامین کی اشاعت سے مسئلہ خلافت کو واضح اور اشکالات کو دور کیا۔

۳۔ علمی سطح پر انگریزی، اردو، سندھی زبانوں میں تصانیف و تالیفات کے ذریعے تاریخی پس منظر کے ساتھ اس مسئلہ کی اسلامی مشرعی حیثیت اور سیاسی اہمیت کو واضح کرنے کی کوشش کی اور ملک کے اخبارات و رسائل میں مضامین لکھ کر ترک خلافت کے مسئلہ کی تاریخی، سیاسی اور دینی اہمیت کو واضح کیا اور بعض حلقوں کی طرف سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جا رہی تھیں انہیں یہ دلائل دور کرنے کی کوشش کی۔

اگرچہ وقت کا ہر معاملہ اس مسئلہ کی اہمیت میں کچھ نہ کچھ کمٹتا رہتا تھا اور مضامین، مراسلات، بیانات وغیرہ بھی چھپتے رہتے تھے اور اس باب میں معامریں نے بہت خدمات انجام دیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ خلافت کیسے کا اپنا کوئی ترجمان نہ تھا اور ضرورت تھی کہ ایک ایسا اخبار وجود میں آئے جو خلافت کیسے کے مقاصد کا ترجمان ہو۔ تحریک خلافت کے پروگرام کا داعی اور اس کے نصب العین کا مبلغ ہوا اور ایک ایسا ادارہ وجود میں آئے جو کارکنانِ خلافت کے لیے تربیت کا، کامیاب ادارہ کے لیے معلومات کی فراہمی کا مستند ذریعہ ہو۔

جہاں تک اس ضرورت کا تعلق ہے تحریک خلافت کے آغاز سے موجود تھی لیکن ملک کی رہنمائی کے سلسلے میں جو عملی میدان رہنماؤں کے سامنے پیدا ہو گیا تھا اور اس کی ہنگامہ خیز لوں نے جو صورت حال پیدا کر دی تھی، اس نے اس طرف توجہ نہ کرنے دی تھی۔ لیکن یہ ایک ایسی ضرورت تھی جسے ہمیشہ کے لیے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا تھا۔

ہفت روزہ پیغام :

ہفت روزہ پیغام کا اجرا وقت کی اسی ضرورت سے عمل میں آیا تھا۔

مولانا آزاد پیغام کے پہلے نمبر کے مقالہ افتتاحیہ میں اس کی اشاعت کے پس منظر اور مقصد کے سلسلے میں فرماتے ہیں :

۱۔ اس رسالے کی اشاعت سے بالفعل صرف یہ مقصود ہے کہ موجودہ تحریک کے لیے

تبلیغ و ہدایت کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم ہو جائے۔ پس اصل موضوع رسالے کا یہی ہے۔
البتہ گاہ گاہ علمی و مذہبی مضامین کے لیے بھی گنجائش نکالی جائے گی۔ تفسیر قرآن کے
بعض مناسب وقت مباحث اور حصے بھی شائع ہوتے رہیں گے۔

۲۔ احباب کرام کو چاہیے کہ حالت سے زیادہ توقع نہ رکھیں اور سروسٹ ان امیدوں کے
ساتھ پیغام کو نہ دیکھیں جو اہلال و اہلثنا کے لیے مخصوص تھیں جس وقت تک موجودہ
حالت جاری ہے، میں مرف اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ ہر ممبر کے لیے بقدر فرصت کچھ نہ کچھ
مواد مہیا کرتا رہوں۔ وقت کے ضروری معاملات و سوالات کی نسبت میری تحریریں
بالاتزام اس میں نکلتی رہیں گی۔ لیکن پرچے کی ترتیب اور یقینہ حصے کے مضامین خود ایڈیٹر
اور دیگر اہل قلم کے متعلق رہیں گے۔

۳۔ بالفعل رسالے میں مقالات اور مختارات کے علاوہ استغناء اور استفسارات کے
الواب بھی بالاتزام رہیں گے اور ان کے نیچے تمام ضروری سوالات کے جوابات درج ہوتے
رہیں گے جو اسی وقت خطوط کے ذریعے مرف مستفسرین تک ہی محدود رہتے ہیں۔

۴۔ ہر تحریر کا ایک خاص موضوع اور مقصد ہوتا ہے اور اس کا اسلوب اور انداز بیان اسی
کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے۔ اس رسالے کا مقصد مرف تبلیغ ہے، انشاء و ادب نہیں ہے۔
پس جس قدر مضامین نکلیں گے نہایت صاف، سہل اور آسان زبان میں ہوں گے۔ اس
کے اوراق سے اہلال کے لٹریچر کی توقع صحیح نہ ہوگی۔

۵۔ پہلا نمبر اس لیے شائع کر دیا جاتا ہے کہ سلسلہ شروع ہو جائے۔ ان شاء اللہ آئندہ
نمبروں سے تمام مضامین کی تقسیم و تنويع شروع ہو جائے گی۔

پیغام کا ایڈیٹر مولانا عبد الرزاق بلخ آبادی کو مقرر کیا گیا تھا۔ ذکر آزادی انھوں نے پیغام کے
اجرا کی کہانی راہ کی مشکلات اور مقاصد میں کامیابی کی روداد بیان کی ہے۔ اخبار کے آغاز کے بارے
میں لکھتے ہیں:

”مدرسہ کامیابی سے چل رہا تھا، مگر خلافت اور سوراخ کی تحریک کا زور بہت بڑھ چکا تھا، اور ملت
جیسے ٹھنڈے کام کو میں اپنے مزاج کے مطابق نہیں پاتا تھا۔ آخر مولانا پر نور دینا شروع کیا کہ وقت
کی بڑی ضرورت یہ ہے کہ کلکتے سے فوراً ایک اخبار جاری کر دیا جائے، روزانہ نہ سہی، ہفتہ وار سہی۔
مولانا کے ذہن میں اخبار کا تصور ”الہلال“ جیسا تھا، لیکن میں اس تصور کی مخالفت کرتا رہا۔ آخر مولانا

گئے کہ ہفتہ وار سستا اخبار نکالا جائے، جو عوام کو سادہ بول چال میں مخاطب کرے۔ اخبار کا نام ”پیغام“ تجویز ہوا اور میں اس کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ میری رائے تھی کہ اخبار کا نام ”پیغام“ نہیں جو ثقیل ہے ”پیغام“ رکھا جائے، مگر مولانا اس وقت تک بھاری بھر کم الفاظ پسند کرتے تھے۔

اخبار کی رائے پکی ہو گئی، مگر میری پریشانی بڑھ گئی۔ سمجھ ہی نہیں آتا تھا، مولانا کا اخبار کیسے ایڈٹ کر سکوں گا؟ ابھی تک میرا اخباری تجربہ گویا کچھ بھی نہ تھا۔ معنوں نویسی کی مشق تو بہت پڑائی تھی۔ مہربن بھی برا بر مضامین لکھا کرتا تھا، جو جنگ کی وجہ سے کہیں چھپتے نہ تھے۔ قسطنطنیہ کے اخبار ”جہان اسلام“ کو بھی ایڈٹ کر چکا تھا۔ ہندستان میں واپسی کے بعد اخباروں، رسالوں میں مضامین لکھتے رہے تھے۔ لکھنؤ سے ”الیمان“ بھی میری ایڈیٹری میں نکل چکا تھا، مگر مولانا کا اخبار کچھ اور ہی چیز تھا، اور میں ڈرتا تھا کہ اس ذمہ داری کا کہیں اہل تابت نہ ہوں!

مولانا سے اپنی پریشانی بیان کی، تو عادت کے مطابق دیر تک ہنستے اور بتاتے رہے۔ پھر عقیدہ ہو کر حوصلہ افزائی کی اور فرمایا ”آپ کو اہل نہ سمجھتا، نوبہ ذمہ داری سونپتا کیوں!“ ایک مشکل یہ بھی تھی کہ ان دنوں مولانا زیادہ تردد و رے پر رہتے تھے اور اخبار بھی کو کیلے کو چلا تھا۔ بروقت ان کی رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔“

(ص ۷۱ - ۷۹)

پیغام کی مقبولیت

اگے چل کر پیغام کی کامیابی کے بارے میں لکھتے ہیں۔ عنوان ہے ”گالیوں سے خوشی“ ”پیغام“ کی ایڈیٹری کے یہ دن میرے لیے ایسے خوشی کے دن تھے کہ پہلے کبھی نصیب نہیں ہوئے تھے۔ اخبار اس قدر مقبول تھا کہ آج بھی حب اخبار بینی عام ہو چکی ہے، لوگوں کو آسانی سے یقین نہیں آئے گا۔ کسی کسی ہفتے تو دس دس ہزار پرچے چھپتے تھے، اور دیکھتے دیکھتے بازار میں عنقا ہو جاتے تھے۔ ایک پرچے کی قیمت دو آنے تھی۔ لیکن میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہا کر ایک ایک دو دو روپے میں بیچتے تھے اور گاہک تھے کہ ٹوٹے پڑتے تھے۔ اخبار کی مقبولیت تے مولانا کی نگاہ میں میری وقعت اور بھی بڑھادی تھی۔

”پیغام“ بہت بڑی لینٹو مشین پر چھپتا تھا مگر مشین میں کوئی ایسی خرابی تھی کہ چلتے چلتے رک

لسہ ترک حکومت نے جاری کیا تھا تاکہ انگریزی مقبوضات خصوصاً ہندستان میں انقلاب برپا کیا جائے

(ریح آبادی)

جاتی تھی۔ لگی باندھ کر خود مجھے بھی رات رات بھر مشین پر کھڑا رہنا پڑتا تھا۔ کپڑے چکیٹ ہو جاتے اور حالت ایسی کہ انجان آدمی، مجھے ایڈیٹر خیال ہی نہیں کر سکتا تھا۔ اخبار اسٹیننگ مشین میں تار سے سی کر تقسیم کیا جاتا تھا، اور بیرونی کام بھی میں نے اپنے ذمے لے رکھا تھا۔ سر سے پاؤں تک میل کچیل میں کت پت، مشین پر کھڑا مستعدی سے کام کرتا رہتا تھا، مگر ہا کروں کو اخبار لینے کی آپادھانی ہوتی تھی، اور جب میری مستعدی اُن کی جلد بازی کا ساتھ نہ دے سکتی، تو مغفل گالیاں دینے لگتے! حزرور مجھے اول درجے کا ہل الوجود اور کام چور سمجھتے ہوں گے!

ایک دن بدر الدین بھی پاس کھڑے تھے۔ ایک ہا کرنے آتے ہی آؤ دیکھنا نہ تاؤ دے سالا، کہہ دیا! نہ جلنے کتنی دفعہ گالیاں سن چکا تھا، لیکن بدر الدین کے لیے بیر بالکل نئی اور ناقابل برداشت بات تھی۔ ہا کر کو سزا دینے پر تہل گئے۔ میں نے خوشامد کی ”خفا نہ ہو۔ یہ گالی نہیں ہے۔ تعریف ہے۔ اخبار مقبول ہے اور یہ شخص جلد سے جلد لے جانا چاہتا ہے۔ بیچارے کے خیال میں دیر لگنے کا سبب، میں ہوں اور گالی دینا اپنا حق سمجھتا ہے۔ میں خفا نہیں ہوں۔ خوش ہوں بلکہ! اس گالی پر فخر کرتا ہوں!“

بدر الدین نے مولانا کو خبر پہنچا دی۔ مجھے بلا کر فرمایا ”اب معلوم ہوا! آپ پٹھان نہیں ہیں۔ کوئی شیخ زادہ ہوں گے! کمسنوین خود آپ کے مکان پر بیچ آبادی پٹھانوں کو دیکھ چکا ہوں۔ شیر تھے شیر! پٹھان اور گالی پی جائے۔ معاذ اللہ!“ دیر تک بناتے اور ہنستے رہے۔ پھر دل کھول کر تعریف کی اور اخبار کو سراہتے رہے!“ (ص ۷۷-۱۰۵)

مولانا بیچ آبادی نے اس سلسلے میں اپنی بعض پریشانیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

”اب مولانا زیادہ تر دورے پر رہتے تھے اور اخبار کا کام چلتا رہتا تھا، مگر جب موجود ہوتے، تو بڑی مشکل سے دوچار ہونا پڑتا۔ لکھنے میں وقت کی پابندی کے مولانا قائل ہی نہ تھے۔ اس قید سے بھی ہمیشہ آزاد رہے کہ لکھیں گے، تو کتنا لکھیں گے۔ فرمادیتے، پرچے میں دد مٹھے میرے بیسے خالی رکھے۔ اخبار جمعہ کے دن نکلتا تھا۔ ایک ہی کاتب سے کام لیا جاتا تھا۔ اب منگل کے بعد بدھ ہے۔ پُر زوں پر پُر زے بھیج رہا ہوں کہ معقول دیکھیے، مگر وہاں نہ سانس نہ ڈکار۔ ذلت نریش پہنچے ہیں تقاضا کرتا ہوں، تو جواب آتا ہے ”مولوی صاحب، بے فکر رہیے۔ بھیج رہا ہوں!“ ایسے، جعرات بھی آگئی۔

میرے تقاضے جاری ہیں، مگر ادھر سے وہی ایک جواب ”بس بھیج رہا ہوں!“ صبح سے دوپہر، دوپہر سے سہ پہر۔ آخر شام ہو گئی۔ اب مولانا کی طرف سے پرزہ آ رہا ہے،

پیشکش نے ہلکان کر ڈالا ہے۔ کیسے لکھتا! اور یا پھر دو صفحوں کی جگہ چار صفحوں کا مضمون نکلا! اب آدمی کڑے تو کیا کرے۔ دونوں صورتیں مشکل۔ فوراً دو صفحوں کا مضمون کیوں کر لکھ دیا جائے، اور خالی دو صفحوں میں چار صفحوں کے مضمون کو کیسے کھپا دیا جائے؟ اس مصیبت کو میں جانتا ہوں، یا کاتب صاحب جانتے تھے۔ ہم رات رات بھر جاگتے اور اس ہم کو کسی نہ کسی طرح سرگرتے، مگر ہماری مصیبت اس سے بھی زیادہ تھی۔ آٹھ بجے رات کو مولانا کی سلیپ چلی آ رہی ہے کہ ان کے مضمون میں فلاں پیرا گراف بدل دیا جائے اور اب اس طرح لکھا جائے۔ ایک بالکل نئی عبارت آگئی۔ اس سے مطلب ہی نہیں کہ یہ عبارت، پہلی عبارت کے برابر ہے، یا کم ہے، یا زیادہ ہے! اور بہت دفعہ پتھر پتراٹ پھانٹ کی جاتی تھی، کیونکہ مولانا سب کچھ گوارا کر سکتے تھے، مگر اپنی تحریر کو قیمہ بنائے بغیر، بلکہ بالکل بدل ڈالے بغیر وہ نہیں لکھتے تھے!

لیکن مجھے یہ مصیبتیں بھی راحت معلوم ہوتی تھیں، کیونکہ مولانا جب موجود ہوتے تھے، تو اپنے مضمون انہی کے ہاتھ میں دے دیتا اور وہ اصلاح و ترمیم کر دیتے۔ مولانا کا از حد احسان مند ہوں۔ ان کی اصلاحوں سے مجھے اتنا فائدہ پہنچا کہ بیان کرنا چاہوں، تو بیان نہیں کر سکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں کامیاب اخبار نویس محض اس وجہ سے بن سکا کہ مولانا جیسا کامل اخبار نویس خوش قسمتی سے مل گیا تھا، جو میری اصلاح کیا کرتا تھا۔

(ص ۱-۱۰۷)

پیغام کے منیر فضل الدین احمد تھے۔ مولانا آزاد کے سلسلے میں ان کا اثر ذکر آیا ہے۔ مولانا بلج آبادی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

”پیغام نکل رہا تھا، فضل الدین مرحوم، اخبار کے منیر تھے۔ فضل الدین مولانا کے بچپن کے ساتھی تھے۔ پنجابی تھے اور ان کا دل معصوم بچوں کا سا تھا، جاپان میں انجینیئر کی پاس کی تھی۔ بڑے ہنسٹ، یا رباش آدمی تھے۔ طرح طرح سے مٹھ بنا کر لوگوں کو ہنسانا اور قسم قسم کے لطیفے سن کر دوستوں کو کھلکھلا دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کام تھا۔ مولانا کا ”نذر کرہ“ انہی نے شائع کیا ہے۔“ (ص ۱۰۹)

اخبارات کی فنی تقسیم اور پیغام:

پچھلے صفحات میں جو کچھ عرض کیا ہے اس سے پیغام کے اجرا کا پس منظر اور ضرورت پر روشنی پڑتی

ہے لیکن اس کی اہمیت کا نقش پوری طرح اجاگر نہیں ہوتا۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اہمیت پر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے۔

اخبارات کو عام طور پر دو بڑی قسموں، پارٹی پریس اور نان پارٹی پریس میں تقسیم کیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے پیغام کا تعلق اخبار کی پہلی قسم سے ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن کیا پیغام کی قسمت میں اتنا ہی ہے کہ اسے پارٹی پریس کا ایک ممتاز و نمایندہ یا اہم تاریخی اخبار کہہ دیا جائے؟

اخبار۔ اصلاح و انقلاب احوال کا ایک نہایت موثر ذریعہ ہے۔ دنیا میں اخبار کے ذریعے افکار و خیالات اور اعمال میں بڑے بڑے انقلاب پیدا کیے گئے ہیں۔ برصغیر میں صحافت کی تاریخ کا آغاز اگرچہ بعد میں ہوا لیکن اس کی اہمیت کا اندازہ لگا لینے میں دیر نہیں کی گئی۔ اخبار کے ذریعے افکار کی تخم ریزی کی گئی اور اس کے نتائج کو سرزمینِ عمل میں بہت جلد محسوس کر لیا گیا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ملک کے طول و عرض سے مختلف اعراض و مقاصد سے اخبار نکلنے لگے۔

دعوت اور تبلیغ و اصلاح کے لیے اخبارات کے استعمال کی تاریخ بھی اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ اردو صحافت۔ اردو میں ہر قسم کی صحافت کے نمونے پائے جاتے ہیں۔ ان میں تجارتی اخبارات بھی ہیں، دعوت و اصلاح کے ترجمان بھی، ان میں جماعتوں اور تحریکوں کے اخبارات بھی ہیں اور ایسے بھی جن کا تعلق کسی جماعت یا تحریک سے نہ تھا اور ایسے اخبارات بھی تھے جو کسی جماعت کے ترجمان تو واقعی نہ تھے لیکن ان کے مالکان و مدیران کے سامنے زندگی کا ایک نصب العین تھا، مقاصد تھے اور وہ ان کو رو بہ عمل لانے کے لیے کوشاں تھے۔ ان اخبارات نے تحریکات پیدا کیں، مقاصد کا شعور بخشا، بعدہ انہوں نے جماعتوں اور تنظیموں کی تشکیل کی طرف رہنمائی کی اگر ان اخبارات کو دفعہ وار تقسیم کریں تو ان کی تین قسمیں بنتی ہیں:

- ۱۔ غیر جماعتی اخبارات؛ ایسے اخبارات جن کا تعلق کسی جماعت یا تحریک سے نہ ہو۔ ان کے مالکان نے تجارت کی غرض سے انہیں جاری کیا جو اور ان کے مدیران نے ایک پیشے کے طور پر ان میں ملازمت کی ہو۔ ملک و قوم کی خدمت و رہنمائی یا کسی اخلاقی، دینی، علمی، ادبی خدمت مقصود اور نصب العین نہ ہو۔
- ۲۔ جماعتی و تحریکی اخبارات؛ ایسے اخبارات جو کسی خاص جماعت یا تحریک کے مبلغ ہوں۔ ان کے پیش نظر جماعت کے مقاصد کی ترجمانی اور مفادات کا حصول ہو۔

- ۳۔ دعوتی اخبارات؛ یہ پریس کی وہ قسم ہے کہ کسی جماعت یا تحریک کے مبلغ تو نہیں ہوتے لیکن ان کے مدیران اور مالکوں کے سامنے زندگی کے اعلیٰ مقاصد اور ایک بلند نصب العین ہوتا ہے، وہ اپنے قارئین کو

اسی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور آگے چل کر ان کی یہی رہنمائی کسی جماعت کی تنظیم اور کسی تحریک کے آغاز کا موجب بن جاتی ہے۔

سب سے پہلے آخری قسم کے اخبار کو دیکھیے کہ اس کی بہترین مثال مولانا ابوالکلام آزاد کا اللہالہ اور البلاغ تھا۔ یہ دونوں اخبار کسی جماعت کے ترجمان نہ تھے لیکن ان کے مدیر کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کے اعلیٰ مقاصد کا ذوق بخشا تھا اور قوم و ملت کی حیات نوکے لیے جس دعوت سے ان کا فکر آشنا ہو گیا تھا ان اخبارات کا ایک ایک لفظ اپنے قارئین کو زندگی کے ان مقاصد سے آشنا اور دعوت کی اہمیت کو ذہن نشین کرتا تھا۔ فوق و فکر کی اسی تربیت نے جماعت حزب اللہ کی تنظیم و تشکیل اور مدرسہ دارالارشاد کے قیام اور درس و تدریس کے اجرا تک رہنمائی کی۔

جہاں تک جماعتی اور تحریکی اخبارات کا تعلق ہے تو اس کا بہترین نمونہ بھی مولانا آزاد کی گمرانی میں نکلنے والے ہفتہ وار پیغام کلکتہ نے پیش کیا۔ پیغام مرکزی مجلس خلافت کا ترجمان اور تحریک خلافت اور ترک ممالک کے پروگرام کا مبلغ تھا۔

تحریک خلافت نے چونکہ اس وقت قومی و ملی مقاصد کے لیے جان نثاری کی ایک عام فضا پیدا کر دی تھی اس لیے کسی نہ کسی حد تک ہر اخبار تحریک کے مقاصد کو ملک کے سامنے پیش کرتا تھا لیکن یہ چونکہ پارٹی اخبارات نہ تھے عام فضا کے رنگ میں رنگ ضرور گئے تھے۔ ان کی حیثیت آزاد یا غیر جماعتی اخبارات کی تھی اس لیے وہ کبھی کبھی خود بھی تحریک کے طریقہ کار یا نتائج پر تنقید کرنے لگتے اور خلافت مقاصد تحریک مضامین و مراسلات بھی چھاپ دیتے تھے۔ ان حالات نے ایک قطعی جماعتی اخبار کی ضرورت کا احساس پیدا کر دیا تھا۔ پیغام کا اجرا اسی احساس کا نتیجہ تھا۔ اس کے لیے ایک ایسے ایڈیٹر کی ضرورت تھی جو سیر و گردش کے مقابلے میں قیام و سکون کی زندگی کو پسند کرتا ہو لیکن تحریک کے مقاصد سے اسے کلی اتفاق ہو۔ تحریک خلافت سے متعلق مولانا محمد علی مولانا ابوالکلام وغیرہ کئی بہت بڑے ایڈیٹر موجود تھے لیکن تحریک کی رہنمائی کی ضرورتوں سے انھیں کسی ایک جگہ قیام و قرار نہ تھا یہ ایں وجہ ایڈیٹر کی ضرورت پڑی۔ اس کا قہر مال مولانا عبدالرزاق بلوچ آبادی کے نام نکلا اور گمرانی کی ذمہ داری مولانا ابوالکلام پر ڈالی گئی وہ سیر و سفر کے مقابلے میں قیام و سکون کی زندگی پسند کرتے تھے۔ مقام اشاعت کلکتہ قرار پایا کہ مولانا آزاد گزشتہ ۲۴، ۲۵ برس سے وہیں مقیم تھے اور مولانا بلوچ آبادی کا قیام بھی ایک سال سے زیادہ عرصے سے وہیں تھا۔ تحریک کا ایک ایک بہت بڑا امید ان کلکتہ اور اس کے قرب و جوار کے علاقے تھے۔

پیغام کی تاریخی اہمیت:

پیغام، ایک ہفت روزہ رسالہ تھا جو ۲۳ ستمبر ۱۹۲۲ء کو کلکتہ کے مطلع صحافت پر نمودار ہوا اور تقریباً تین ماہ کی جلوہ پاشیوں کے بعد دسمبر میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا۔

پیغام اگرچہ پابند ہو گیا اور شاید اس وقت اس کی بندش پر کسی نے افسوس نہ کیا ہو اور مورخ کی آنکھ سے اس کے غم میں کوئی آنسو نہ ٹپکا ہو لیکن آج اس کے مقصد اجرا اور مضامین پر نظر پڑتی ہے تو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک عظیم ایشان صحیفہ تھا اور آج وہ قومی تاریخ کے ایک دور اور قریک خلافت اور ترک موالات کے حوالے سے قومی و ملی تاریخ کا بہت بڑا ماخذ ہے۔ قومی تاریخ میں تین ماہ کی مدت کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی لیکن کبھی ایک دن میں برسوں میں پھیلی ہوئی تاریخ پر بھاری ہوتا ہے۔ پیغام کے تین ماہ تو بہت اہمیت رکھتے ہیں قریک خلافت اور ترک موالات نے ہماری قومی تاریخ پر بڑے گہرے اور دور رس اثرات ڈالے۔ قریک خلافت سے قومی تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ اس دور کی تاریخ سازی میں پیغام کا حصہ ہے۔

پیغام قریک خلافت اور ترک موالات کے موضوع پر تاریخ کا سب سے بڑا اور اہم ماخذ ہے۔ اس کے صفحات میں خلافت کی پوری تاریخ، قریک کی کامیابیوں کی پوری تفصیل اور ملک میں ترک موالات کے پروگرام پر عمل اور اس کے نشیب و فراز اور نتائج و فترات کی روداد سمٹ آئی ہے۔ پیغام کا ہر نمبر اور ہر کا ہر صفحہ قومی تاریخ کے ایک خاص دور کے بے ساختہ و عبرت انگیز نمونہ ہے۔

پیغام کے عنوانات:

اگرچہ پیغام کے مقصد اجرا اور اس کی نوعیت میں الہلال و البلاغ سے زمین و آسمان کا فرق تھا پھر بھی اس کے عنوانات اور ترتیب میں الہلال و البلاغ کی جھلک نظر آتی ہے۔ پیغام کے چند مستقل عنوانات یہ ہیں:

۱۔ مقالات، عالم اسلامی، مختارات، شذرات، خبریں، بین الاقوامی اور قومی دہلی، مواعظ و خطبہ، رفتار سیاست، افکار و حوادث، پیغامات و اعلانات، مضامین و مقالات کے ضمن میں سب سے زیادہ مولانا آزاد کی تحریریں شائع ہوئی ہیں یا مولانا عبد الرحمن ندوی گرامی کے مقالات کا سلسلہ ہے۔

الف: مولانا آزاد کے مضامین و مقالات یہ ہیں:

مسئد خلافت و جزیرۃ العرب (۱) فیصلے کا انتظار۔ مقدمہ کراچی (۵) کیا آخری منزل آگئی (۷) کراچی رزدیوشن (۷) رہنمایان ملت (اسیران کراچی) کی سزایابی (۷) ان الحکم اللہ (۱۰۲) آخری منزل کے اٹھارہ پر شروع ہو گئے۔۔۔ (۱۲) جس منزل کا انتظار تھا وہ آگئی (۱۳) باب فتح مفسود کا افتتاح، محمد علی شوکت علی کے سفر حق کا اختتام اور گرفتاریوں کی ابتدا (۱۶) قتلِ مسلم (۱۰، ۹، ۸، ۷، ۵) یہ مولانا کا بہت اہم مقالہ ہے۔

مولانا آزاد کے یہ تمام مضامین اور مقالات تحریک خلافت اور ترکِ فطالت کے مختلف پہلوؤں پر مسند ترین معلومات فراہم کرتے ہیں اور چونکہ مولانا کی یہ تحریریں ابھی تک کسی مجموعے میں یک جا اور مرتب نہیں ہوئیں اس لیے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔

ب : مولانا عبد الرحمن ندوی گرامی کے مقالات :

آزادی کی قدر و قیمت (۷) آزادی کا سفر اور راہ کی مشکلات (۹) آزادی کی تحریک اور حکومت کا ردِ عمل (۱۰) سول نافرمانی پر قرآن حکیم سے ایک نظر (۱۱) آزادی کے رہنما اور ان کے فرائض (۱۳) آزادی کی ایک نشانی۔ عصا و موسیٰ اور ترکِ موالات (۱۳)

گرامی مرحوم کے یہ نہایت فکر انگیز اور بغیرت افروز مقالات ہیں اور یہ چھبوں مقالے "آزادی کا سفر" کے عنوان سے اسی زمانے میں ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴

مقالہ البلاغ کے شمارہ ۶، ۷، ۸ سے ماخوذ ہے اور وہاں بھی ”مواعظ و خطب“ ہی کے زیر عنوان شائع ہوا تھا۔ اس عنوان کی اہم ترین چیز جمعیت علماء ہند کے تیسرے سالانہ جلسے کا خطبہ صدارت ہے جو پیغام کے نمبر ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ میں قسط وار شائع ہوا ہے۔

وقت کے اہم مسائل و حوادث کے بارے میں مولانا آزاد نے اپنے پیغامات و بیانات کے ذریعے بھی ملک اور کارکنانِ خلافت کی رہنمائی فرمائی ہے۔ اس سلسلے میں علی برادران کی گرفتاری (۱)، سودیشی کی قلع (۱)، بالیبار کی بد امنی (۱)، انگورہ کی مالی اعانت (۵)، بدیشی کپڑے کا مقاطعہ (۵)، پرس آف ویلز کی آئڈ پر بائیکاٹ کی اپیل (۷)، تاریخ ہند کا یادگار دن۔ ۷ نومبر۔ پرس آف ویلز کی آئڈ پر حکومتی ہڑتال کی اپیل (۸)، شورشِ بمبی (۱۱)، تمام کارکنانِ خلافت کے نام برقی پیغام (۱۱)، آئیڈیٹر پیغام کی گرفتاری (۱۱)، مولانا آزاد کا آخری پیغام (۱۳)

وقت کے دوسرے اکابر و مشاہیر میں سے جن حضرات کے پیغامات، اپیلیں یا اعلانات پیغام کے صفحات کی زینت بنے ان میں امیر شریعت بہار مولانا سید محمد بدر الدین، مولانا محمد علی گاندھی، امیرانِ مقدمہ کراچی اور ترک موالات کے سلسلے میں ایک اپیل میں ملک کے پچاس لیڈروں کے دستخط ہیں۔

جماعتی و تحریکی خبروں میں خلافت اور ترک موالات کی خبریں تو پیغام کا خاص موضوع تھیں چوں کہ اس وقت مجلس خلافت کے علاوہ جمعیت علماء ہند، کانگریس اور مسلم لیگ کے سامنے بھی سو راج، مسئلہ خلافت اور ترک موالات کے مسائل تھے، مسلم لیگ نے فوجیہ ہی اس میدان کو چھوڑ دیا اور اس زمانے میں اس کی کوئی سرگرمی بھی سامنے نہ آئی اس لیے اس کی کسی قسم کی کارگزاری کے تذکرے سے پیغام کے صفحات خالی ہیں لیکن جمعیت علماء ہند کا سالانہ اجلاس لاہور اور کانگریس کی مجلس عاملہ کا اجلاس اسی زمانے میں ہوا تھا اس لیے ان اجلاسوں کے فیصلوں اور کارروائیوں کی جو تفصیلات شائع ہوئی ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کا ذکر جمعیت علماء ہند کی مطبوعہ رودادوں اور تاریخ میں بھی نہیں۔ مثلاً امارت یا امامت ہند کے مسئلے اور ہندوستان بھر کے لیے امیر شریعت کیٹی کی تشکیل کے سلسلے میں جو معلومات اس جلسے کی روداد میں ملتی ہیں وہ صرف پیغام (۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء) کے صفحات میں درج ہیں۔

پیغام مجلس خلافت کا ترجمان اور تحریک خلافت کا مبلغ اور ترک موالات کا داعی تھا۔ چوں کہ تحریک خلافت کا خاص تعلق ترکی کے مسئلے سے تھا اس لیے ترکی کے متعلق خبروں اور ترکی رہنماؤں کے بیانات وغیرہ خاص طور پر اس میں جگہ پاتے تھے۔ لیکن ترکی کے علاوہ بھی عالمی کانفرنسوں کی رودادیں اور فیصلے شائع ہوتے تھے اور مشاہیر عالم کے بیانات و تقاریر و اعلانات ترکی اور عالمی مسائل کے بارے میں۔

میں پیغام ہیں درج کیے جاتے تھے۔ مثلاً ترکی و دیگر ممالک کے مشاہیر میں اتاترک، عزت پاشا، علی فہس کابل، کاظم قرہ پاشا، شاہ قسطنطین، سیزا آذربائیجان، جنرل گورنیوف، جنرل گادراڈ اور بہت سے اکابر و مدیرین وقت کے بیانات پیغام میں درج ہیں

مختارات، پیغام کا ایک معروف صفحہ مختارات کے عنوان سے تھا۔ اس کے تحت قومی اور بین الاقوامی مسائل میں ملکی اخبارات سے اکابر عالم کے افکار و خطبات، مختلف اقوام و ممالک کی ترقیات و ایجادات اور دیگر اہم سیاسی و غیر سیاسی خبریں شائع ہوتی تھی۔ الہلال کی طرح پیغام کا یہ نہایت مفید اور معلوماتی صفحہ تھا۔

جیل کے حالات کے سلسلے میں منشی عبدالسمیع خاں یلیح آبادی (۶۱)، اور عبداللہ معری (۹) کے خطوط نہایت اہم ہیں۔ منشی صاحب اسی زمانے میں خلافت کا ایک جلوس نکالنے کے جرم میں گرفتار ہو کر جیل سے رہا ہوئے تھے اور معری صاحب اس وقت بھی جیل میں تھے

ایک اہم مضمون مولانا سید رشید رضا معری کا ”مسئلہ عرب و شام“ کے عنوان سے پیغام کے کئی نمبروں (۵۰، ۲۱) میں شائع ہوا ہے۔

پیغام کے چند مضمون نگار:

جی حضرات کے رشحات فکر و نگارشات مضمون، مقالے، پیغام یا کسی اور شکل میں پیغام میں شائع ہوئے ہیں ان کے نام گذشتہ صفحات میں آچکے ہیں۔ البتہ چند غیر معروف شخصیات ایسی ہیں جن کی طرف اشارہ کر دینا چاہیے۔

۱۔ فضل الدین احمد الہلال اور البلاغ میں مولانا آزاد کے ساتھ کام کر چکے تھے۔ پیغام کے میسر تھے۔ مولانا آزاد کے ”تذکرہ“ کے مرتب تھے اور انہی نے اسے شائع کیا تھا۔ تذکرہ پر ان کے قلم سے مقدمہ ہے اور ایک خاص بحث کی بنا پر اسے کافی شہرت ملی۔ ان کا ایک مضمون جو آئرلینڈ کے ایک سیاسی لیڈر چارلس اسٹوارٹ پارنل کے سوانح کے بعض اقتباسات پر مشتمل ہے۔ الہلال کے ۲۲ جولائی ۱۹۱۴ء کے شمارے میں چھپا تھا۔ اس کا عنوان تھا ”تاریخ استیصال آئرلینڈ کی ایک عشق آمیز داستان“۔ پیغام کے ۱۱ نومبر ۱۹۱۴ء کے شمارے (۸) میں اسے نقل کیا گیا ہے اور اس کا مکمل مدچارلس اسٹوارٹ پارنل۔ ایک پوسٹیکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں، کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ تذکرہ کے مقدمہ کے بعد میرے علم کی حد تک بیہجوم کی دوسری تحریر ہے۔ ان تحریروں کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ بیہجوم میں تصنیف و تالیف اور ترجمہ کی بہترین صلاحیتیں تھیں۔

۲۔ دوسری شخصیت مولانا ابوالکلام آزاد کے برادرِ نسبتی بدرالدین احمد کی ہے۔ مولانا یلیح آبادی نے ”ذکر آزاد“ میں ان کا متعدد مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔ لیکن ان کی کوئی تحریر کہیں نظر سے نہیں گزری تھی پیغام میں ان کے قلم سے دو تحریریں ہیں۔

سوئٹ روس کا حصہ: لیگ اقوام ایک مخصوص سٹری ہوئی لاش ہے! (نمبر ۹)

چند حقائق و نتائج: برطانیہ کا طرز عمل ہندوستان کے ساتھ۔ سواراج یا موت (نمبر ۱۰) دونوں تحریروں کے مطالعے سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ ترجمہ و تالیف کا کام ہے اور اس میں ان کے سلیقے کا پتا چلتا ہے۔

۳۔ منشی عبدالسمیع یلیح آبادی۔ یہ مولانا عبدالرزاق یلیح آبادی کے بڑے بھائی تھے۔ خلافت کا ایک جلوس نکالنے کے جرم میں گرفتار ہوئے تھے، رہائی کے بعد ایک خط میں انھوں نے جیل کے بعض حالات سے پردہ اٹھایا تھا۔ منشی عبدالسمیع چون کہ ایک عملی آدمی تھے۔ اس لیے ان کا یہ خط ان کی نادر و یادگار تحریر ہے۔

۴۔ چوتھی شخصیت مولوی عبداللہ مصری کی ہے۔ مولانا عبدالرزاق یلیح آبادی کے دوستوں میں سے تھے ”ذکر آزاد“ میں ان کا ذکر آیا ہے۔ آزاد ہند کے یلیح آبادی نے میر میں بھی کئی مقام پر ان کا ذکر آیا ہے۔ مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نام کسی اخبار کے ایڈیٹر کی حیثیت سے بھی استعمال کیا گیا تھا لیکن یہ بھی لکھنے پڑھنے والے آدمی نہ تھے۔ نرک موالات کے سلسلے میں گرفتار ہو گئے تھے۔ ”برہما جیل“ سے ان کا خط ایک تاریخی یادگار ہے۔

چند دیگر ضروری معلومات:

پیغام کا پہلا نمبر شائع ہوا تو اخبار کے نام کے نیچے ”زمینگرانی مولانا ابوالکلام“ چھپا ہوا تھا۔ لیکن دوسرے شمارے سے اس جملے کو حذف کر کے اس کی جگہ پر یہ عبارت درج کی جانے لگی:

”اس میں مولانا ابوالکلام کی تحریرات بالانترام شائع ہوتی رہیں گی“

پچھلے نمبر میں مزید تیسری گمراہی گئی اور جملہ اس طرح ہو گیا:

”جس میں بالانترام مولانا ابوالکلام کی تحریرات شائع ہوتی رہیں گی“

ساتویں نمبر میں

”مولانا سے پہلے مدحہ کے لفظ کا اضافہ کیا گیا اور ”ہوتی رہیں گی“ کی جگہ ”ہوتی ہیں“ بنا

دیا گیا۔

اس کے بعد سے اس کے آخری نمبر (۱۳) تک یہ عبارت درج ہوتی رہی البتہ ”حضرت“ کا املا ”حضرت“ کر دیا گیا ہے۔

پیغام کا ہر شمارہ سولہ صفحے پر مشتمل ہوتا تھا۔ شمارہ (۲، ۳، ۴) مشترکہ شمارہ تھا اس لیے اس میں آٹھ صفحے زیادہ ہیں۔ اسی طرح شمارہ (۱۰) میں آٹھ صفحے کا ایک فییمہ شامل ہے۔ شماروں کی گنتی کے لحاظ سے پیغام کے تیرہ شمارے نکلے لیکن اشاعتوں کے اعتبار سے ۱۱ پرچے شائع ہوئے۔ جن کے صفحات کی تعداد ۹۲ ہے۔ پیغام کی سالانہ قیمت پھر روپے مع معمول ششماہی تین روپے آٹھ آنے اور عام پرچے کی قیمت دو آنے تھی۔ مشترکہ شمارہ (۲، ۳، ۴) اور شمارہ (۱۰) میں آٹھ آٹھ صفحے زیادہ تھے۔ اس لیے ان دونوں اشاعتوں کی قیمت ڈھائی آنے تھی۔ ممالک غیر سے اس کی سالانہ قیمت نور روپے مقرر تھی۔ پیغام البلاغ پرنٹنگ ہاؤس میں چھپا تھا اور ۴۵ روپے میں۔ کلکتہ سے شائع ہوتا تھا

پیغام کا اسلوب تحریر:

پیغام کے اسلوب کے بارے میں مولانا آزاد نے اس کے پہلے نمبر ہی میں بتا دیا تھا:

”دہر تحریر کا ایک موضوع اور مقصد ہوتا ہے اور اس کا اسلوب اور انداز بیان اسی کے مطابق اختیار کیا جاتا ہے۔ اس رسالے کا مقصد صرف تبلیغ ہے۔ انشا و ادب نہیں ہے۔ پس جس قدر مضامین نکلیں گے نہایت صاف، سہل اور آسان زبان میں ہوں گے۔ اس کے اوراق سے الہلال کے لٹریچر کی توقع صیح نہ ہوگی“ (ص ۴)

پیغام کے مطالعے سے ہر ایک نظر انداز ہو جاتا ہے کہ ایڈیٹر کے سلیتے میں اصول رہا ہے اس کے تمام مضامین صاف، سہل اور آسان زبان ہی میں ہیں انور علی دہلوی نے لکھا ہے:

”پیغام میں تحریر کا وہ سادہ و صاف انداز اختیار کیا جو الہلال اور البلاغ کی مشکل پسندی اور ادبیت کی خواہش پسندی سے بالکل مختلف تھا۔ وقت کی رفتار پر مابراہ نظر نہ ہو تو ایسے فیصلے نہیں کیے جاسکتے اور ایسی تبدیلیاں نہیں لائی جاسکتیں۔ ۱۲ اور ۱۷ میں جو زمانی فصل ہے، اس کو بھی نظر میں رکھیے پہلے

انور علی دہلوی نے یہ سچی بات مولانا آزاد کے اسلوب کے بارے میں کہی ہے لیکن پورے پیغام کے بارے میں بھی یہ بات اتنی ہی سچی ہے۔

لے ادبی صحافت اور مولانا آزاد (مقالہ مشمولہ ”مولانا ابوالکلام آزاد“ شخصیت اور کارنامے، مرتبہ ڈاکٹر

خلیق انجم، اردو اکادمی، دلی، ۱۹۸۶ء، ص ۳۰-۳۹

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیغامِ کلکتہ (فہرست مندرجات)

جلد (۱) شمارہ (۱) جمعہ - ۲۳ ستمبر ۱۹۹۲ء

بابِ فتح و مقصود کا افتتاح، محمد علی شوکت علی کے سفر حق کا اختتام اور گرفتاریوں کی ابتداء مولانا ابوالکلام آزاد ص ۱
پیغام (اداریہ) ۱ معاشران اگر وہ از لطفِ یار باز کننید !

شعبے خوش سست، برائے حقہ اش دراز کننید ! مولانا ابوالکلام آزاد ۲
حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے پیغام ۱

۴ ملی برادری کی گرفتاری

۴ سودیشی کی فتح (دلائی پٹرے کی فروخت کے خلاف پیکٹنگ اٹھانے کا اعلان

۴ مالیہ کی بد امنی

۵ مسئلہ خلافت و جزیرۃ العرب، خلافت کمیٹیوں کو اب کیا کرنا چاہیے؟ ایک سال چھ ماہ خلافت کمیٹی
کی خدمات پر ایک نظر اور آئندہ کا پروگرام مولانا ابوالکلام احمد آزاد

۹ حضرت امیر شریعت صوبہ بہار کا اعلان

۹ مقالات انقلاب فرانس - ایک اجمالی تاریخی نظر (۱)

۱۱ علامہ سید محمد رشید رضا ایڈیٹر المنار (مر)

۱۴ مسئلہ عرب و شام (۱) عالم اسلامی، اناطولیہ

۱۵ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کا دورہ

۱۶ پیغام، ہفتہ وار - شرائط ایمینی و نرخ نامہ اشتہارات

جلد (۱) شمارہ (۲، ۳، ۴) جمعہ - ۳۰ ستمبر و ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۲ء

۱ عزم و عمل کی دعوت، مجلس جمعیتہ العلماء کا فیصلہ - ضبط شدہ فتویٰ چھاپا جائے

۲ ان الحکم اللہ

۵ مقالات انقلاب فرانس - شخصی آزادی (۲)

- جنگِ اناطولیہ کی خبریں - عربی اخبارات سے
- پیغامِ (اداریہ) : رہنمایانِ ملک کی گرفتاری
- مسئلہ عرب دشنام (۲) علامہ سید محمد رشید رضا بیڈ پیٹرنلٹار (محر)
- عالمِ اسلامی : مصطفیٰ کمال پاشا اور عصمت پاشا کی تعریجات
- شام آزادی چاہتا ہے : جینواییں شامیوں کی کانفرنس
- ترکی میں برطانیہ کے ارادے : سلطان المعظم کی مخالفت
- اناطولیہ کی قومی حکومت : سفیر پولینڈ کی نظر میں
- حضرت مولانا (ابوالکلام آزاد) کا دورہ
- مختارات : مشرق میں الزامِ دوہرین - مارٹنگ پوسٹ کیا کہتا ہے ؟
- یہودی بیت المقدس میں حکومت نہیں کر سکتے - ایک باشرامی کی یہودی کے خیالات
- ہندوستان پیچھے خوش حال بنایا اب ہے ؟
- امریکہ کے حبشیوں کی حیرت انگیز ترقی : مذہبی ترقی، تجارتی و صنعتی ترقی اور
- فوجی کارگزاریاں
- حضرت امیر شریعت صوبہ بہار کا فرمان
- اعتذار (پیغام کی اشاعت میں التوا کے متعلق)
- مولانا محمد علی کا پیغام - اہل ہند کے نام
- اسیرانِ ملت (گرفتار شدگانِ مقدمہ کراچی) کا مشترک پیغام
- جلسہ جمعیت العلماء کا فیصلہ : ضبط شدہ فتویٰ پھینکا رہے اور شائع ہوتا رہے
- پچاس لیڈروں کا اعلان - سرکاری ملازمت قومی خودداری کے خلاف ہے
- ہما تھا گاندھی کی اپیل - مسلمانانِ ہند سے ایم کے گاندھی
- کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کی تجویزیں : شہزادہ ولیز کی آمد پر ہندوستان بھر میں ہڑتال ہو
- ہمسایہ ملکوں سے ہندوستان کے تعلقات
- انگریزی گورنمنٹ ہندوستان کی نمائندہ نہیں ہے
- علی برادران کو مبارک بار
- کراچی رنولیشن کی تائید

۲۳ ص

سول ڈس اوجیڈٹینس کی اجازت

۷

نرخ نامہ اشتہارات و شرائط ایجنسی

۲۴

ہندوستان کی دیسی صنعت و حرفت کی سب سے بڑی نمائش - دسمبر ۱۹۶۲ء میں بہ مقام

کلکتہ کھولی جائے گی

۳۰ جلد (۱) شماره (۵) جمعہ - ۲۱ اکتوبر ۱۹۶۲ء

۱

قتلِ مسلم (آیہ قرآنی مع ترجمہ)

۲

فیصلے کا انتظار (مقدمہ کراچی کے حوالے سے دعوتِ عمل)

۴

شہزاد، (پیش راج میں مذہبی آزادی، مزید گرفتاریاں، شہزادہ ویز کی آمد پر پرتال،

مسئلہ عدل)

۵

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی مشغولیت

۶

مولانا ابوالکلام آزاد

قتلِ مسلم

۸

مقالات: انقلابِ فرانس: انقلاب (۳)

۱۱

حضرت مولانا ابوالکلام کا برقی پیغام: انگورہ کی مالی اعانت

۷

پیش کشی کپڑے کا منقطعہ

۱۰

مسئلہ عرب و شام: آخری قسط بہ اضافہ استدر اک از پیغام علامہ سید محمد شید رضا

۱۲

ایڈیٹر المنار (مہرم)

۱۵

(مختارات): دار الخلافہ میں اتحادی سپہ سالار کا اعلان: طیفستہ السیدین کی خود قہا کی کتبیت

۷

باطوم کا الحاق اسلامی حکومت سے

۷

قو قازی مجاہدین انا طولیہ جارہے ہیں۔

۷

عزت پاشا کا بیان

۱۶

پیغام ہفتہ وار - شرائط ایجنسی و نرخ نامہ اشتہارات

۳۱ جلد (۱) شماره (۶) جمعہ - ۲۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

یا قومنا! جیمہ اداعی اللہ: انگورہ فنتہ۔۔۔ کا افتتاح

- ۱ ص چند قابل لحاظ باتیں (دفعہ پیغام کے متعلق) مینجر پیغام
- ۲ (مختارات) امریکہ نے ترکوں کو ہتھیار دینے کی اجازت دے دی۔ انگورہ کا سرکاری پیغام
- ۲ دولاکھ یونانی مقتول ہوئے۔ حکومت انگورہ کا جنگی میٹرہ۔ جنگ اناطولیہ کے
- متعلق یونانی اخبارات کیلکیتے ہیں
- ۳ جزلی لوڈ نراف کی تفریحات
- مولانا ابوالکلام آزاد میوندی میں
- ۴ کیا آخری منزل آگئی؟
- ۵ مولانا ابوالکلام آزاد
- ۵ (جبریں)؛ یونانی سپہ سالار کے تنفعہ مالی غنیمت میں
- سمرتا پر یورش
- ۶ (مختارات)؛ حقیقی جمہوریت
- (ایک امریکی رسالے سے)
- ۸ طاقتہ بنی امیہ کی عدالت میں سعید بن جبیر کا مقدمہ
- ۹ ہندوستانی جدوجہد کے متعلق جرمنی میں کیا کہا جاتا ہے؟
- ۱۰ شذرات؛ کراچی کا مقدمہ۔ مسلم لیگ۔ شاستری
- ۱۱ اسٹریٹس کانفرنس۔ واشنگٹن کانفرنس
- ۱۲ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا خطبہ۔ یونانی شکست کے بعد
- ۱۳ (جبریں)؛ معرکہ سکاریا کے بعد مصطفیٰ کمال پاشا کی انگورہ واپسی۔ قومی پارلیمنٹ کی تہنیت
- ۴ ٹرک اور یونان میں صلح۔ اخبار طان کی رائے
- ۱۴ ایک اسیر جو رکھ خط (جیل کے حالات)
- ۱۵ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلانی۔ ترک خواتین کی حمیت وطنی
- ۱۶ اناطولیہ کی قومی حکومت اور اتحاد قوقازی

۵ جلد (۱) شمارہ (۷) جمعہ ۲ نومبر ۱۹۲۱ء

- ۱ پرنس آف ویلز کی آمد؛ ۱۷ نومبر امتحان کا دن ہے؛ (باتیکاٹ کی اپیل)
- ۲ چین کی حیرت انگیز ترقی (دس برس کے قلیل عرصے میں)
- ۳ یونانی اخبارات ماتم کر رہے ہیں؛ اخبار دبورتھیا؛ کی رائے۔ اخبار ڈاترس؛ کی رائے

(مقالات) آزاد کی قدر و قیمت - مذہبی نقطہ نظر سے مولانا عبدالرحمن ندوی گرامی ص ۴
(خبریں) اسلامی اور بانٹو کی اتحاد مکمل ہو گیا۔ قارص کی ہمت بالشان کا تونس۔ ترکی بانٹو کی
معاہدہ کی تکمیل۔

کاظم قزو باشا کا لکچر۔ جنرل گورنیوف کا لکچر۔ قارص کا تونس۔ یونانیوں کی ہمت انگیز
تباہی

قتل مسلم (۲) مولانا ابوالکلام آزاد ۸

فرمان حضرت امیر شریعت صوبہ بہار دارالریسہ مظاہر سید محمد عبد الدین چلواری ۹

پیغام حضور امیر شریعت صوبہ بہار قسطنطین اور مصطفیٰ کمال پاشا کے اعلان، ۱۰

شاہ قسطنطین کا اعلان (اپنی فوج کے نام) ۱۰

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا اعلان (۷) ۱۱

فرانس و انگلستان کی پالیسی اسلام کے ساتھ (انتباس از مضمون موسیو ویجوفیل میر مجلس

شیوخ، فرانس) ۱۱

کیا آخری منزل آگئی؟ مولانا ابوالکلام آزاد ۱۲

کراچی رزولوشن (۷ ۷) ۱۳

رہنمایان ملت (امیران کراچی) کی سزایابی (۷ ۷) ۱۵

آئرلینڈ، مصر اور ہندوستان کو فرانس کی امداد ۱۵

حضرت غازی مصطفیٰ کمال پاشا اور دولت اسلامیہ انگورہ کے نمائندوں کا پیغام - مسلمانان ہند کے نام (انگورہ فنڈ) ۱۶

۴: جلد (۱) شمارہ (۸) جمعہ - ۱۱ نومبر ۱۹۳۱ء

تاریخ ہند کا یادگار دن: ۷ نومبر، پرنس آف ویلز کے ورود کا یادگار مقاطعہ (اپیل)

مولانا ابوالکلام آزاد ۱

شذرات: اودھ میں زمینداروں کا فتنہ ۲

ہوڑہ کا ہنگامہ - سولہ ڈس او بیڈینس ۳

ص ۵

حکومت انگورہ

- ۴ قتل مسلم (۳) مولانا ابوالکلام آزاد
- ۸ تاریخ استعقلال آئرلینڈ کی ایک عشق آمیز داستان؛ چارلس اسٹوارٹ پارٹل (الہلال)
- ۱۰ مواعظ و خطبہ: ماہ ربیع الاول اور زندہ کار و ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مولانا ابوالکلام آزاد
- ۱۲ اودھ کے زمیندار و کاشکار ہوشیار ہو جاتی ہیں، گورنمنٹ و محکوم کا دے رہی ہے۔ برلن لیک کسانوں
- ۱۴ کی کیوں حمایت کرتی ہے؟ پنڈت کون ناتھ مہر کی تقریحات۔ تلہ نگار پیغام
- ۱۶ مہر کے جلا وطن لیڈرز کا پیغام، اپنے اہل وطن کو علیٰ غمی کامل

۷: جلد (۱) شمارہ (۹) جمعہ - ۱۸ نومبر ۱۹۲۱ء

- ۱ کیا ہندوستان تیار ہے؟ (سول ڈس اوبیڈیننس کے لیے)
- ۲ چارلس اسٹوارٹ پارٹل - ایک پوٹیکل لیڈر اپنے عشق و محبت کی زندگی میں (۲) افڈی احمد
- ۲ حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی مشغولیت
- ۴ قتل مسلم (۴) مولانا ابوالکلام آزاد
- ۶ (مقالات) ۱ آزادی کا سفر اور راہ کی مشکلات مولانا عبدالرحمن نگرانی
- ۸ جانح و آشنگٹن - جمہوریت امریکہ کا بانی (۱)
- ۱۰ شہزادہ: کراچی کا مقدمہ
- ۱۱ سول ڈس اوبیڈیننس
- ۱۲ گلستہ کی بے چینی
- ۱۳ پرنس آف ویلز
- ۱۴ حکومت انگورہ اور گردوں کی قوم
- ۱۵ سویٹ روس کا غصہ - بیگ اقوام ایک منحوس سٹری ہوئی لاش ہے بدرالدین احمد
- ۱۷ ایک اسپر فونگ عالم کا خطر خلافت تحریک کے امیر مولانا عبدالغلام مہر کا برہما جیل سے ایک خط
- ۱۹ شکر یہ و شکایت (بینجر پیغام)

۸: جلد (۱) شمارہ (۱۰) جمعہ - ۲۵ نومبر ۱۹۲۱ء

استخوان دآزمایش کی گھڑی (امن و سکون اور استقامت عمل کے لیے اپیل)

(مقالات) آزادی کی تحریک اور حکومت کا طرز عمل مولانا عید الرحمن نگر امی ص ۲
 جمعیتہ علماء ہند کا تیسرا سالانہ اجلاس لاہور حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریر ص ۴
 (رپورٹنگ)

جمعیتہ علماء کے متفقہ واجب التعمیل اعلانات (تجلیز)

قتل مسلم (۵) مولانا ابوالکلام آزاد ص ۶

ایک وطن پرست راہبہ - بنارہوت کوروانی ص ۷

چند حقائق و نتائج برطانیہ کا طرز عمل ہندوستان کے ساتھ - سواراج یا موت ہمدردین احمد ص ۸

جارج واشنگٹن - جمہوریت امریکہ کا بانی (۲) ص ۱۰

خطبہ صدارت - جو جمعیتہ علماء کے سوم سالانہ اجلاس لاہور میں پڑھا گیا دا مولانا ابوالکلام آزاد ص ۱۱
 (خبریں) امرکش کا فرانسیسی گورنر جنرل کیا کر رہا ہے ؟ امریکن اخبارات کی رائے - غازی
 مصطفیٰ کمال پاشا کی تقریر جات - یونانی سپہ سالار نے شکست کا اعتراف کر لیا -
 ترکوں کا قومی بیڑہ -

عراق کی نام نہاد سلطنت ص ۱۳

مواعظ و خطب : ان الکلام : لا اللہ مولانا ابوالکلام آزاد ص ۱۴

(خبر) : برطانوی توپیں یونانیوں کے ساتھ ہیں ص ۱۵

ضمیمہ پیغام :

شذرات : حق اور باطل کی پیکار ص ۱۷

ایک آخری معاملہ ص ۱۸

پرنس آف ویلز کا استقبال ص ۱۹

انارک کی دُعا کا دور دورہ ص ۲۰

خانہ تلاشیاں ص ۲۱

منتبدانہ احکام ص ۲۲

اینگلو انڈین ص ۲۳

پبلک کو مشورہ ص ۲۴

بہتی کے ہنگامے

ص ۲۳

خلافت فتنہ کے متعلق ایک اطلاع - اسکیشمر کا سقوط اور تختیہ بروصہ کی تیاریاں -
باشوکیک افواج کا دوبارہ اجتماع - حامیلان وینز پلاس کا فوج سے اخراج -

۲۴

ایتھنز میں زخمیوں کے مظاہرے - موسم سرما میں زبردست حملہ

۹ جلد (۱) شمارہ (۱۱) جمعہ - ۲ دسمبر ۱۹۹۲ء

۱ امتحان و ابتلا کا آغاز اور وعدہ الہی (آیت قرآنی "ولنبلوکم بشئ ع" - مع ترجمہ)

۲ شورشِ یمن (بیان) مولانا ابوالکلام آزاد

۴ شذرات، انار کی کانٹہ

۵ پرنس آف ویز - پردیسوں کو نکالو

۶ زہریلی گیس

تمام کارکنانِ خلافت کے نام (برقی پیغام)

مولانا ابوالکلام آزاد

۷ اتحادِ اسلامی کا قیام، آذربائیجان اور اناطولیہ - سفیر آذربائیجان کی تقریر - غازی مطفی

۸ کمال پاشا کا جواب

سویٹ نظامِ حکومت، آذربائیجان کی سیاسی حالت - اجتماعی حالت - مالی حالت -

۹ تعلیمی حالت -

خطبہ صدارت (۲)

۸ مولانا ابوالکلام آزاد

(مقالات): سول نافرمانی پر - قرآن حکیم سے ایک نظر

۱۳ حکومت انگورہ کی شاندار سیاسی فتح: فارص کانفرنس کا عظیم الشان نتیجہ

۱۴ ایڈیٹر پیغام کی گرفتاری

۱۵ مولانا ابوالکلام آزاد

۱۶ (خبریں): اناطولیہ میں فرانسیسی قیدی

ترک اور البانیہ

۱۰ جلد (۱) شمارہ (۱۲) جمعہ - ۹ دسمبر ۱۹۹۲ء

بنگلہ میں سول ڈس اوبیڈینس کا نشان دار آغاز

- آخری منزل کے آثار پھر شروع ہو گئے۔ گورنمنٹ نے آخری مقابلے کا اعلان کر دیا۔ اسلام اور ملک کا ہر فرزند نیا رہو جائے۔ مولانا ابوالکلام آزاد ص ۲
- (مقالات)؛ آزادی کے رہنما اور ان کے فرائض مولانا عبد الرحمن نگرانی ۶
- عراق پر سید احمد ستوسی کی پورش؛ برطانیہ کی ملک گیری خطرے میں ۸
- (خبریں)؛ ترکی اور روس کا بحری معاہدہ۔ یونان میں اندرونی جنگ کا ختم۔ انگورہ میں فوجی تیاریاں۔ غازی مصطفیٰ کمال پاشا کی جدید تقریحات۔ سلیشیا میں ترک عمال کا تقرر۔ تمام کی ناخوش گوار حالت۔ تالوان تجوئز کیا جا رہا ہے ۸
- خطبہ صدارت جمعیتہ العلماء (۳) مولانا ابوالکلام آزاد ۹

۱۱: جلد ۱ (شمارہ ۱۳) جمعہ ۱۶ دسمبر ۱۹۲۱ء (آخری شمارہ پیغام)

- جس منزل کا انتظار تھا وہ ہو گئی! رسید مشرودہ کہ ایام غم خواہد ماند! مولانا ابوالکلام آزاد ۱
- (مقالات)؛ آزادی کی ایک نشانی۔ عشاء موسیٰ اور ترک مولانا عبد الرحمن نگرانی ۲
- (مولانا آزاد کا آخری پیغام)۔ گرفتاری کے بعد کاغذات سے دستیاب شدہ ۲
- ۴ دسمبر کی ایک تحریر مولانا ابوالکلام آزاد ۴
- خطبہ صدارت جمعیتہ العلماء (۴) مولانا ابوالکلام آزاد ۶
- ۹ رفتار سیاست، حکومت میں شاندار قومی نظارہ۔ ملک و ملت کی زندگی کے آثار ۹
- ۱۰ جزل گاؤں کا اعلان۔ تحلیہ سلیشیا پر ۱۰
- ۱۱ اناطولیہ میں ایک لاکھ یتیم ۱۱
- افکار و حوادث، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی گرفتاری ۱۱
- ایڈیٹر پیغام (مولانا عبدالمرزاق یلغ آبادی) کو دو سال قید سخت ۱۱
- ۱۴ مختارات: مشرق کی بیداری ۱۴
- ۱۶ اغتدار۔ (پیغام کی اشاعت کے بارے میں) ۱۶

مجلد الحجامعہ کلکتہ

۱۹۱۶ء میں شریف مکہ حسین بن علی نے انگریزوں کی شہاد اور ایما سے ترکی خلافت سے بغاوت کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تھا۔ اس کے بعد عربیہ حجاز کے حالات نے نہایت پیچیدہ صورت اختیار کر لی تھی۔ برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی ہمدردیاں ترکی خلافت کے ساتھ تھیں۔ لیکن شریف حسین کے قبضہ و قیام حکومت کے بعد کچھ لوگوں نے ذہنی طور پر اگرچہ اسے قبول کر لیا تھا لیکن حالات میں جو الجھاؤ پیدا ہو گیا تھا، اس سے وہ بھی پریشان تھے۔ دیوبندی اور اہل حدیث مکتبہ کر کے علماء اور مجلس خلافت کے رہنما خاص طور پر فکر مند تھے اور حالات کی اصلاح و درستگی کے لیے کوشاں تھے۔ ان کی بہترین توقعات امیر عبدالعزیز ابن سعود آل فیصل کی تحریک اصلاح و انقلاب سے وابستہ تھیں۔ ان رہنماؤں نے اصلاح و تطہیر حجاز کی تحریک میں نمایاں حصہ لیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے امر عرب و حجاز سے براہ راست رابطہ پیدا کیا، حالات کے جائزہ و مشورہ کے لیے متعدد دفعہ خود روانہ کیے اور ہندوستان پاکستان میں تحریک اصلاح و انقلاب کو متعارف کراتے اور اسے مقبول بنانے کے لیے وقت کے اخبارات و رسائل کے صفحات کو مستقل طور پر اس کے لیے وقف کر دیا۔ خصوصاً اہل حدیث اور دیوبندی خیال کے رسائل نے اس باب میں شاندار خدمات انجام دیں۔ ان دونوں جماعتوں کے بیشتر حضرات ملک کی آزادی کی جدوجہد قومی و ملی تحریکات اور اسلامی ممالک کی سیاست میں عام طور پر مہم خیال اور ہم فکر رہے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی خدمات کا پیمانہ یہاں بھی بلند و آواز بلند رہا۔ انھیں اپنی علمی و ادبی زندگی کے ادائل ہی میں عربی رسائل و جرائد کے ذریعے مشرق وسطیٰ کے ممالک کی سیاست سے جو دل چسپی پیدا ہو گئی تھی اسے ان کے سفر (۹-۸-۱۹۰۶ء) اور وہاں کے اہل علم اور اصحاب نظر و تدبر سے ملاقاتوں نے مستحکم کر دیا تھا۔ اور تاریخ و سیاست اور تحریکات و ملی و ملی کے مطالعے نے اس کے نقوش کو گہرا اور مزین کر دیا تھا۔ اس کا بہترین اظہار اہلال (۱۴-۱۹۱۲ء) البلاغ (۳۱-۱۱۵۵ء) پیغام (۱۹۲۱ء) الحجامعہ (۲۴-۱۹۲۳ء) اور اہلال (۱۶۲۴ء) میں ہوا اس سلسلے میں دو اخباروں کا ذکر اور کر دینا چاہیے جن

سے مولانا کا خاص تعلق تھا اور جو مولانا کے ذوق علم اور نظر و تدبیر کے آئینہ دار تھے اور مولانا کا ابن سے بھی نگرانی و سرپرستی کا تعلق تھا۔ ۱۔ روزنامہ اقدام کلکتہ زیر ادارت مولوی محی الدین قصوری (۱۹۱۶ء) ۳۔ روزنامہ پیام کلکتہ زیر ادارت مولانا عبد الرزاق علیہ آبادی (۱۹۲۵ء آخری سہ ماہی)۔ ان اخبارات و رسائل کے بعد بھی وہ خلافت۔ بمبئی اور زیندار اور انقلاب لاہور کے ذریعے اسلامی ممالک کی خدمت انجام دیتے رہے۔ یہ ایک الگ اور بہت اہم موضوع اور مولانا آزاد کی خدمات کا عظیم الشان میدان ہے جس کی طرف اہل علم اور اصحاب قلم کو توجہ دینی چاہیے۔

یہاں ہم مولانا آزاد کی ان خدمات کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں جو انھوں نے ”الجامعہ“ کے ذریعے تحریکِ تطہیرِ حجاز کے سلسلے میں امیر عبدالعزیز بن سعود کی سعی و اقدام کے بعد انجام دی تھیں۔

الجامعہ کے اجرا کا منصوبہ کہاں اور کن حالات میں بنا تھا اور اس کے کیا مقاصد قرار پائے تھے؟ مولانا عبد الرزاق علیہ آبادی (ایڈیٹر الجامعہ) نے ”ذکرِ آزاد“ میں اس پر روشنی ڈالی ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب مولانا آزاد اور علیہ آبادی علی پور جیل (کلکتہ) میں قید تھے (۱۹۲۲ء) مولانا علیہ آبادی فرماتے ہیں: ”یہ وہ زمانہ تھا کہ شریفِ حسین کے ذریعے حجاز اور عربین شریفین پر انگریزوں کا تسلط قائم ہو چکا تھا۔ شریف کی بغاوت کا شباب تھا کہ میں مصر سے حج کرنے گیا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ انگریز فوجی افسر اپنی وردیوں پر عربی جتنے پہنے مکہ میں بلکہ خود حرم میں آزادی سے پھر رہے ہیں۔ ترکوں کی مکمل شکست کے بعد حجاز انگریزوں کا ہو چکا تھا۔ اگرچہ دسمانہ کو بادشاہ شریفِ حسین بن علی تھا۔“

جیل میں مولانا اس صورت حال سے بہت پریشان تھے اور حجاز کی آزادی کے لیے بے قرار۔ بہت سوچ بچار کے بعد یہ اسکیم طے پائی کہ ہندوستان سے ایک عربی رسالہ نکالا جائے۔ وہ اسلامی دنیا کو حقیقت حال سے آگاہ کرے اور تندرک کی راہ دکھائے۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد مسلم ممالک از حد مرعوب تھے۔ نفسی نفسی کا عالم تھا۔ ہر ایک کو صرف اپنی پڑی تھی اور دوسرے ملکوں سے حتیٰ کہ مرکزِ اسلام حجاز سے بھی اسلامی دنیا بے پروا ہو چکی تھی۔ عرب ممالک یا تو برطانیہ اور فرانس کے قبضے میں آچکے تھے یا ان کے اثر میں تھے۔ لیکن عام راسے میں بڑی طاقت ہوتی ہے۔ ضرورت تھی کہ اسلامی ممالک

لے آخر انکر دونوں اخباروں کے بارے میں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ کسی کی نظر سے گزرے بھی ہیں۔

میں عام رائے پر اثر ڈالا جائے۔ انگریزوں اور شریف حسین کے خلاف اسے ابھارا جائے۔ یقین تھا کہ عام رائے ہموار ہو گئی تو انگریزوں کے جنگل سے حجاز کو نجات مل جائے گی۔

عرب میں صرف ایک ہی طاقت ایسی تھی جو شریف مکہ سے ٹکڑے سکتی تھی۔ یہ طاقت نجد کے سلطان ابن سعود کی تھی ابن سعود بھی انگریزوں کے اثر میں تھا اور بظاہر شریف حسین کے پاسنگ برابر بھی نہ تھا، مگر میں عرب ملکوں کے حالات سے اور ابن سعود کی سیاست و قوت سے یہ فوجی واقف تھا۔ اس لیے مجھے پوری امید تھی کہ عرب ممالک کی عام رائے جب شریف کے خلاف ہو جائے گی اور ہندوستان کے مسلمانوں کے نام سے مناسب موقع پر ابھارا جائے گا تو وہ شریف کا خاتمہ کر ڈالے گا اور شریف کے خاتمے کے ساتھ حجاز بھی انگریزی اقتدار سے آزاد ہو جائے گا۔

چنانچہ طے پایا کہ الجامعہ کے نام سے عربی رسالہ کلکتے سے جاری کیا جائے۔ میں اسے ایڈٹ کروں اور خلافت کیٹی اس کا خرچ برداشت کرے۔ میرے رہا ہوتے ہی پرچہ جاری ہو گیا (۱۹۷۹-۲۹۶)

مقاصد مہمہ الجامعہ:

واقعہ رہے کہ الجامعہ کے اجرا کا صرف اتنا ہی مقصد نہ تھا، جو مولانا بیچ آبادی کے مذکورہ بالا بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ بلاشبہ شریفی رویہ اور حالات کی اصلاح کا جذبہ اس کا بہت بڑا محرک تھا۔ درحقیقت اس کے مقاصد کا دائرہ اس سے بہت زیادہ وسیع تھا اور یہ ایک مستقل مزدور تھی جس پر اس سے بہت پہلے توجہ دی جانی چاہیے تھی لیکن ایسا نہ ہو سکا اور اب جو حالات پیش آرہے تھے ان میں اس ضرورت سے صرف نظر نہ کیا جاسکتا تھا۔ الجامعہ کے پہلے نمبر میں ”مقاصد مہمہ الجامعہ“ کے عنوان سے عربی اور فارسی میں الجامعہ کے مقاصد سستہ کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ فارسی میں اس کے مقاصد چوں کہ فہم کے لیے زبانی منت ترجمہ نہیں اس لیے انھیں یہاں درج کیا جاتا ہے:

- ۱۔ دعوتِ جامعہ اسلامیہ خاصہ و جامعہ جمیع اہم واقعات شرقیہ عامہ
- ۲۔ تعارف و تفاہم و تعاون و تسامع فیما بین جمیع بلاد اسلامیہ و شرقیہ، علی الخصوص درمیان بر اعظم ہند و بلاد اسلامیہ و عربیہ۔
- ۳۔ دریں عصر انقلاب و تغیر کہ تمام اقوام واقعات شرقیہ براے اصلاح حال و تلافی مانات سرگرم

سعی و اقدام اند، اس ہمد مساعی متفرقہ را در یک ارتباط و اشتراک منسلک نمودن، تا اعمال ہر ملت و جماعت با اعمال دیگر متحد و مربوط باشند۔

۴۔ یک مقصد خصوصی جملہ خاصہ تعارف افکار و تبادل آرا ست در میان جمیع مفکرین و نظار مسئلہ اصلاح و احیاء مسلمین کہ در افکار مختلفہ و بلاد بعیدہ منتشر اند۔ تا برائے اصلاح امت و تجدید قوام ملت یک دستور جمیع و مسک قویم متحقق و مضبوط گردد۔

۵۔ نشر و اشاعت لغتہ عربیہ در بلاد و جمعیہ خصوصاً در بلاد ہندو افغانستان کہ ہمیں لغتہ جلیلہ برائے تمام عالم اسلامی لغتہ دینی و ملی و بین الملی ست، و حیات ملیہ و اجتماعیہ مسلمین موقوف و منوط ست براں احیاء علوم اسلامیہ بواسطہ بحث و تحقیق علوم و مسائل و نشر مقالات ملیہ و جمع مباحث و معارف محققین عصر۔ (شمارہ ۱ ص ۲)

ان مقام مدکی تقبیل و تشریح بھی الجامعہ کے اسی شمارے میں مقالہ افتتاحیہ کے صفحہ پر ”فاتحہ الجامعہ“ کے عنوان سے کی گئی ہے

الجامعہ کس قسم کا رسالہ تھا اور اسے کن حالات سے سابقہ پڑا تھا اور اس کا کن لوگوں سے مقابلہ تھا۔ اس کا اندازہ مولانا یلیح آبادی کے اس بیان سے کیا جاسکتا ہے۔ لکھتے ہیں،

”الجامعہ انقلابی پرچہ تھا۔ اس کے مضامین میں آگ بھری ہوئی تھی۔ چند ہی نمبر نکلے تھے کہ اسلامی دنیا میں آگ مچ گئی اور ہر طرف سے شریف حسین کی لٹف لپکی۔ یہ دیکھ کر شریف بوکھلا گیا۔ بڑا مغرور اور مغلوب الغضب آدمی تھا۔ اپنی پوزیشن بھی بھول گیا اور اپنے سرکاری اخبار ”القبیلہ“ میں الجامعہ کو زاری گالیاں دینے لگا۔ القبیلہ معمول اعتبار تھا لیکن اسے لکھنے والے بہر حال پڑھے لکھے لوگ تھے۔ لیکن الجامعہ کے خلاف اس میں جو کچھ چھینا نہایت رکیک عربی میں ہوتا تھا۔ میں شریف کی دو دین تقریریں مکہ میں سن چکا تھا اس لیے مجھے سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہ تحریریں خود شریف اپنے قلم سے لکھتا ہے، یا بول کر رکھا دیتا ہے۔ حد یہ ہے کہ شریف حسین مولانا ابوالکلام کو ابوالکلام لکھا کرتا تھا۔ (ذکر آزاد، ص ۲۹۹)

الجامعہ کی اشاعت کے دوران میں مولانا یلیح آبادی کو کن حالات سے گزرنا پڑا اور راہ میں کیا مشکلات پیش آئیں ۱۹ اس سلسلے میں آگے چل کر مولانا یلیح آبادی لکھتے ہیں:

”والجامعہ نکل رہا تھا کہ یہی کے کچھ حجازیوں نے گم نام خط لکھے کہ ہمارے بادشاہ کو گالیاں

دیتے بہتے ہو، گلگتہ اگر ہم تمہیں مار ڈالیں گے!۔ میں نے یہ خط مولانا کو دکھائے تو انہوں نے چہرہ ایسا بنالیا، جیسے نہایت خوف زدہ ہو گئے ہیں۔ چہرہ بدل لینے میں مولانا کو کمال حاصل تھا۔ چہرہ ہشت زدہ بھیجیں کہنے لگے ”مولوی صاحب! یہ تو بہت بری بات ہوئی۔ مجازی بڑے نڈر اور اجڑہوتے ہیں۔ کیوں نہ اعتدال سے کیجیے“

مولانا کے دل کی حالت میں خوب جانتا تھا۔ سمجھ گیا کہ مجھے مٹول رہے ہیں۔ نہ سمجھتا تو بھی وہی کہتا، جو ایسے موقع پر کہنا چاہتے تھے۔ عرض کیا ”اس قسم کی دھمکیاں بھر پرزرا اثر نہیں کرتیں! یہ سننے ہی مولانا کا چہرہ اصلی حالت پر آ گیا۔ فرمانے لگے ”آپ کو آزمایا تھا“ مولانا کو اس وقت کیا معلوم تھا کہ بعد میں اسی اخبار نویس کی لمبی زندگی میں قتل کی کتنی دھمکیاں ملیں اور کئی دفعہ قاتلانہ حملوں کا بھی نشانہ بننا پڑا۔ مگر محمد اللہ اصول پر استقامت میں فرق نہ آیا“

(ایضاً، ص ۴۰-۳۹)

الجامعہ کی کامیابی:

الجامعہ کی کامیابی اور اس کی بندش کے بارے میں مولانا یلح آبادی لکھتے ہیں:

”تحریک صیغہ تھی اور بروقت۔ جلد ہی کامیاب ہو گئی۔ خلیفہ فارس سے مراکش تک پوری اسلامی دنیا میں شریف مکہ کے خلاف اہل چم گئی۔ مگر ابن سعود و انگریزوں کے خوف سے پس و پیش کر رہا تھا۔ الجامعہ نے مسلمانان ہند کے نام سے اسے ابھارا اور اس وقت کی بین الاقوامی سیاست میں واضح کر کے بتایا کہ انگریز شریف حسین کی مدد نہیں کر سکتے۔ آخر ابن سعود نے حرکت کی اور حجاز سے شریف حسین اور اس کے خاندان کو مار بھاگایا۔

حربین کی آزادی کے بعد الجامعہ کی ضرورت باقی نہ رہی اور اسے بند کر دیا گیا“

(ایضاً، ص ۴۰)

مولانا یلح آبادی کی تربیت اور الجامعہ کی رہنمائی:

الجامعہ مولانا آزاد کی نگرانی میں شائع ہوا تو مولانا دورے پر تھے۔ مولانا یلح آبادی ڈر رہے تھے کہ مولانا کو پرچہ شاید پسند نہ آئے۔ مولانا لاہور میں تھے کہ پرچہ ان کی نظر سے گزرا اور پسند بھی آیا لاہور سے وہ ملتان گئے وہیں سے یہ خط تحریر کیا،

ملتان

اخ العزیز! السلام علیکم

لکھنویں دستی خط ملا تھا۔ وہاں سے آگرہ آگیا، آگرہ کا قصد تھا نہ مزور ت۔ لیکن ایسی صورت پیش آگئی کہ گئے بغیر چارہ نہ تھا وہاں سے لاہور آیا اور لاہور میں الجامعہ دیکھا۔ مجھے رسالے کی ترتیب اور مجموعی ہنیت کی طرف سے تشویش تھی۔ لیکن بعد اللہ کہ وہ بلا وجہ ثابت ہوئی۔ نہایت خوش اسلوبی سے یہ کام آپ نے انجام دے دیا، البتہ طباعت کی غلطیاں اور حروف کا اقتباس جا بجا ہے خصوصاً اورڈ کا اقتباس اور مرکب الفاظ کے تقدیم و تاخیر آئندہ زیادہ غور کے ساتھ پروف دیکھے گا تو غلطیاں کم رہیں گی۔

اب بڑی دقت دوسرے بنر کی ہے۔ یہ میرا سفر گواہ خری ہے لیکن قصد اور توقع سے زیادہ طویل ہو گیا۔ خیال تھا کہ نو دس تک واپس پنج جاؤں گا لیکن اب بہ مشکل ۲۱۵ تک واپس ہو سکتا ہوں۔

نہیں معلوم تھاں سے کب رہا ہوا اور اس کے بعد لاہور میں پنجاب کا جھگڑا کب چلے۔ بڑی دقت یہ پیش آگئی ہے کہ مجھ سے چلے پنڈت نہرو اور مسٹر داس لے بیچ چکے تھے وہ ایک ترتیب عمل شروع کر چکے ہیں، میں اس ترتیب کو اب بدل نہیں سکتا۔ اور وہ نہ صرف یہ کہ غلط ہے بلکہ فیصلے سے دور کر دینے والی۔ بہر حال ارادے سے زیادہ قیام کرنا پڑے گا۔ لکھنؤ، آگرہ اور لاہور میں بے انتہا کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح لکھنے کا موقع ملے لیکن بالکل نہیں ملا، حتیٰ کہ آگرہ کے متعلق ایک مختصر بیان پر بیس میں دینے کی بھی مہلت نہ نکل سکی۔ لوگ کسی ترتیب و تنظیم کے عادی نہیں ہیں۔ رات کو ایک دو بجے سونے کی مہلت ملتی ہے۔ اور صبح سے پھر جیسے اور جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔ نیند کے اوقات کے نکل ہو جانے کی وجہ سے دماغ کام نہیں دیتا۔

بہر حال کوشش کر رہا ہوں کہ چند موزوں چیزیں لکھ کر بیچ دوں۔ آپ بد دل اندر پریشان نہ ہوں۔ اگر مضمون نہ بیچ سکا تو مجبوراً دوسرے بنر کی تاخیر گوارا کر لیجیے گا۔ اس کے سوا چارہ نہیں۔ کوئی مضائقہ نہیں اگر آئندہ بنر پہلی مٹی کو ڈبل نکلے۔ اس کے بعد پھر ایسی صورت پیش نہ آئے گی۔ جوں ہی یہ سفر ختم ہوا، میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہوں گا۔

مولانا بیچ آبادی فرماتے ہیں:

یہاں اشارہ پنڈت موٹی لال نہرو کی طرف ہے۔ دوسرے مسٹر سہی آر داس ہیں۔

”مولانا کے اس خط سے مجھے واقعی خوشی ہوئی تھی۔ مولانا کا ذوق ایسا تھا کہ کسی چیز کو ان کا اچھا کہہ دیتا۔ اس کے اچھے ہونے کا ثبوت تھا۔ اخبار نویس کے نزوہ امام ہی تھی۔ کمپوزنگ اور طباعت کی غلطیوں کا انھوں نے جو تذکرہ کیا ہے، بجا ہے۔ لیکن اردو طباعت میں سیخیلیں موردِ ثنی اور فطری بن چکی ہیں۔ ان سے بچاؤ تقریباً محال ہے“

(ذکر آزاد، ص ۹۹-۲۹۵)

مولانا اچھی سفر ہی میں تھے کہ الجامعہ کا دوسرا پرچہ بھی شائع ہو گیا۔ پرچہ ان کی نظر سے گزرا تو انھوں نے محسوس کیا کہ اس میں بعض باتیں مصالح کے خلاف ہیں اور بعض ایسی باتیں بھی ہیں جن سے تحریک خلافت کی طے شدہ پالیسی اور اس کے مقاصد کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ مولانا آزاد واقعہً بھی انہیں درست نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ مولانا نے ایک مفصل خط ملیح آبادی کو لکھا۔ اس خط سے چوں کہ سیاسی معاملات میں مولانا کی اعتدال پسندی، سلامتی ملیح اور حزم و احتیاط پر روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے اس خط کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ مولانا کا خط یہ ہے :

لاہور۔ ۱۹ اپریل ۱۹۲۳ء

اخ العزیز السلام علیکم

اسی وقت آپ کا خط ملا اسی وقت جواب لکھ رہا ہوں۔ آپ نے دوسرا نمبر نکالنے کے لیے جو اہتمام کیا، اس نے آپ کی مستعدی کا نقش میر محل پر ثبت کر دیا، لیکن ساتھ ہی اس بات پر سخت حیرت ہوئی کہ سید رشید رضا کا مضمون آپ رسالے میں شائع کر رہے ہیں اور بالکل محسوس نہیں کرتے کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟

لکھنؤ میں جب آپ کا خط آیا اور آپ نے سید صاحب کے مضمون کا حال لکھا، تو میں سمجھا تھا کہ انھوں نے اتحاد لیٹل کے خلاف شکایتیں کی ہوں گی اور نوٹ میں ان کا جواب دے دینا کافی ہو گا۔ اسی لیے لکھا تھا کہ کمپوز کرا بیجی، لکھنؤ اگر دیکھوں گا اور نوٹ کے ساتھ شائع ہو جائے گا۔ لیکن اب اصل مضمون دیکھتا ہوں تو دوسرا ہی عالم نظر آتا ہے۔ نہ صرف متفرقین ترک بلکہ اثنائے جنگ کی عثمانی گورنمنٹ پر سخت الزامات لگائے ہیں، اتحاد و تفریع ترک کا طرم ٹھہرایا ہے، حاکمیتِ ملیہ کو جو اس وقت انکورو کی طاقت و برابری ہے، ہادوم

لے ترکوں کی انجمن اتحاد و ترقی کے رکن انور پاشا وغیرہ رلیح آبادی)

خلافت بیان کیا ہے۔ جمال پاشا کے فرضی مظالم کا اعادہ ہے، تورہ مجاز کے لیے طبعی ہونے کا ادعا ہے اور یہ حیثیت مجموعی اتنی ناقص نہ تھی کہ کوئی بھی نہیں ہے۔ جتنی خدشات جلیلہ و عزیزہ مقالات الطاریہ میں تھی۔ تعجب ہے کہ الجامعہ کے دوسرے بزرگ آپ یہ مضمون شائع کر رہے اور اس نوٹ کو کافی سمجھتے ہیں جو ابتدائیں درج کیا گیا ہے۔ نوٹ میں آپ ان واقعات اور ان کے طریق استدلال کا کچھ ذکر نہیں کرتے۔ عرف یہ کہتے ہیں کہ ترک اور عرب دونوں نے ایسا کیا ہے۔ اور ان کا مقصود تمام ترکوں کا عام اتحاد نہیں ہے بلکہ بعض کا۔ ہر شخص اس سے یہ نتیجہ نکالے گا کہ الجامعہ ان کے تمام افکار سے متفق اور تمام بیان کردہ واقعات کا مصدق ہے، عرف عام و بعض کی توجیہ ضروری سمجھتا ہے۔ نیز ترکوں کی طرح عرب بھی اس کے نزدیک جنسیت کے ملزم ہیں۔

علاوہ بری آپ نے لکھا ہے کہ۔۔۔۔۔ جدید مدنیہ طعنہ سے جنسیت پیدا ہوئی۔ یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

غور کیجیے اگر اس مضمون کا ترجمہ ہندوستان میں اخبارات شائع کر دیں تو مسئلہ خلافت کی تحریک پر کیا اثر پڑے گا۔ جدید انقلاب خلافت کے بعد سے تمام یورپی اخبارات بھی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ نینگ ترک محمد ہیں۔ اسلام سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے۔ اسی کی ایک شہادت آپ نے بھی دے دی۔ ایسی شہادت جس میں ہالانک لکھا ہے کہ ”اباحواہمتک وکذا فجدوا النساء السلمات“ عام مسلمانوں پر اس کا کیا اثر پڑے گا؛ ہندوستان کے ملاتو پہلے سے فوجوان ترکوں کے خلاف مستعد ہو رہے ہیں۔

خدا کے لیے مجھ پر رحم کیجیے اور یہ مضمون شائع نہ کیجیے۔ دوسرا نمبر شائع نہ ہو، مضائقہ نہیں لیکن ایک نیا فتنہ نہیں پیدا کرنا چاہیے اور نہ اباطیل و اکاذیب کی اشاعت میں حصہ لینا چاہیے۔ یہ کچھ فرض نہیں کہ ان کا یہی مضمون ضرور شائع ہو۔ اگر وہ پسند کریں گے کوئی اور تحریر بھیج دیں گے، نہیں بھیجیں گے تو ان کی مرضی۔

بہر حال اب اس کے سوا چارہ نہیں کہ ابتدا کا ایک فارم بدل دیا جائے اور اس میں کوئی اور مضمون دے دیا جائے۔ اگر اور کوئی مضمون نہ ہو تو پھر ایک نمبر حکم حمل سلاح علی المسلم کا دے دیجیے۔ اس مرتبہ میں لکھتے پہنچ جاؤں اور مطمئن ہو کر پیٹھ رکھوں، پھر ان مشکلات کا خاتمہ ہو جائے گا۔

گاندھی جی کی تصویر پر جو الفاظ مدح و توصیف کے لکھے ہیں، مثلاً ”القدوة فی حیاتہ، طاہر الذلیل، نقی القلب“ یہ بھی سخت اعتراضات کا موجب ہوں گے۔ خدا را ان چیزوں میں احتیاط و حزم سے کام لیجیے۔ صرف ”قائدِ حرکۂ ہند“ ”سلمیہ“ اور نام کا کافی ہے۔ امید ہے کہ نئے فارم میں اس کا لحاظ رہے گا۔

میں جانتا ہوں کہ بیٹنا خیر آپ پر بہت شاق گزرے گی لیکن کیا کروں، اس معاملے میں مجبور ہوں۔ سید رشید رضا کا مضمون کسی حال میں بھی قابلِ اشاعت نہیں ہے۔ یا تو نوح پر سے میرا نام الگ کر دیجیے یا یہ مضمون شائع نہ کیجیے۔

اگر فارم بدل کر سالہ شائع نہ کر سکیں تو میرا انتظار کریں، اس کے سوا چارہ نہیں کہ ڈبل نمبر نکالا جائے۔ فارسی مضمون کے لیے پریشان نہ ہوں اور نہ آسرا خوری، وغیرہ چھاپ کر رسالے کو مضحکہ خیز بنائیں۔ سب باتیں اپنے وقت پر ہو جائیں گی۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ رسالے کی ضخامت دو جزو رکھی جائے۔ کم کر دی جاسکتی ہے۔

میں اس سب میں بے طرح چھنسا بیے کا ردِ وقت گیا، امید ہے کہ پر رسول یعنی شیخ کو ردِ اندھو سکوں“ (ایضاً، ص ۲-۳۰۰)

میرا خیال ہے کہ مولانا علیچ آبادی نے ان باتوں پر غور کیا ہو گا اور مولانا کی رائے سے متفق ہو گئے ہوں گے۔ اسی لیے کہ اس کے بعد ان کا عمل ٹھیک ٹھیک مولانا کے مشورے کے مطابق نظر آتا ہے۔

۱۔ علامہ رشید رضا کے مقالے کی دوسری قسط انھوں نے شائع نہیں کی اور مولانا آزاد نے تحریک خلافت کے جن مصالح اور مقاصد کی طرف توجہ دلائی تھی اور علامہ مرحوم کے مقالے سے جنہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ظاہر کیا تھا، اسی سلسلے میں ”الرسالة المناظرة“ کے صفحہ پر شیخ عبدالبنی (حیدر آباد) عمر رضا زترکی، اور بیوٹی البیمری (الازھر - مصر) کے مراسلات شائع کیے ہیں جن میں علامہ موصوف کے افکار پر نقد کیا گیا ہے۔

۲۔ اور جیسا کہ مولانا نے مشورہ دیا تھا کہ اگر کوئی مضمون نہ ہو تو پھر ”مذہبِ حاکم حل سلاح علی المسلم“ کا دے دیجیے مولانا علیچ آبادی نے اس کے مطابق عمل کیا ہے۔

۳۔ الجامعہ کے انیسویں شمارے میں جب گاندھی جی کی تصویر دوبارہ شائع کی تو اس کے کیپشن میں، اور ان کا مفصل خط جو مولانا محمد علی کے نام ہے اور اس پر اتنی ہی مفصل تہنیدی عبارت جو ادارے کی جانب سے ہے، اس کے عنوان کی عبارت میں اسی حزم و احتیاط کو ملحوظ رکھا گیا ہے جس کی مولانا نے ہدایت فرمائی

تھی۔ تصویر پر گاندھی جی کے نام کے ساتھ بیر الفاظ ہیں:

زعیم الہند المحبوب وقائد الاکبر علی حریت

اور خط کے متن کو اس عنوان سے زینت دی گئی ہے:

زعیم الہند الاکبر و محب الانسانیۃ مہاتما گاندھی علی حریت

ایک تاریخی و سیاسی علمی مجملہ:

الجامعہ ایک تاریخی و سیاسی مجملہ تھا اور آج اس کی ایک مسلمہ علمی حیثیت بھی ہے۔ ۱۹۲۳ء میں برصغیر اور بیرون ملک سیاسی تاریخ اور افکار و تحریکات قومی دلی کا اہم ترین ماخذ ہے۔ خصوصاً تحریک خلافت اور ترک ممالک کے دور آخر کے حالات اور ترکی میں قسطنطنیہ اور انقرہ کی کشمکش یا ادارہ خلافت اور انجمن اتحاد و ترقی کے قائدین کے افکار کا مستند ترین ماخذ ہے۔ اسی طرح اندرون ملک سیاسی جدوجہد کے حالات اور سیاسی و تاریخی معلومات سے اس کے صفحات بھرے ہوئے ہیں۔ الجامعہ نے اپنے مقاصد کے دائرے میں بہترین قومی و ملی خدمات انجام دی ہیں۔ ان خدمات کا سلسلہ سیاست، اصلاح و قیام ملت اور احیائے اسلام کے کاموں سے لے کر ادب و تاریخ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کی اہمیت اور خدمات کا اندازہ اس کے مضامین کے اندکس پر ایک نظر ڈال کر لگایا جاسکتا ہے یہاں اس کی خدمات کے تمام پہلوؤں پر ترمیم اور ان کا تعارف ممکن نہیں۔ البتہ اس کی ایک خصوصیت کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا۔

علامہ اقبال مرحوم کے مدثرانہ ملی نے جو شہرت اور مقبولیت حاصل کی ہے، اس پر گفتگو مقبیل حاصل ہے۔ الجامعہ میں اس کا منظوم عربی ترجمہ چھاپا گیا۔ اس کے شروع میں علامہ اقبال کی شخصیت اور ان کی شاعری کے خصائص پر ایک جامع نوٹ ہے۔ اس میں کہا گیا ہے:

مدثرانہ ملی بہترین ملی نغموں میں سے ہے۔ یہ ہندوستان کے عظیم شاعر اور مشہور فلسفی علامہ اقبال کی تخلیق ہے۔ وہ ہندوستان کی ایک بلند پایہ شخصیت ہیں اور بہترین انسانوں میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے یورپ کے جامعات میں علم حاصل کیا ہے اور اعلیٰ علمی اسناد و شہادت حاصل کی ہیں۔ وہ جدید علوم میں گہری نظر رکھتے ہیں۔ اپنا نئے وطن کے دلوں میں ان کے لیے بڑی محبت ہے۔ وہ اپنے اقراں میں بلند درجے پر فائز ہیں۔ وہ شاعری میں صاحب فکر و فن شخصیت کے مالک اور ایک خاص اسلوب کے خالق ہیں۔ وہ اپنی شاعری کے ذریعے اسلامی زندگی کے احیاء اور دینی خدمت کے قیام کی دعوت دیتے ہیں۔ انگلستان میں ان کے اشعار کا انگریزی ترجمہ کیا گیا ہے، اور وہاں کے اہل علم اور اصحاب نقد و نظر نے اقبال

(شمارہ ۱۹، صفحہ ۲۰۰)

کی عظمت کا اعتراف کیا ہے؟

الجامعہ نے آئندہ شماروں میں علامہ مرحوم کے فارسی کلام کی اشاعت کا بھی وعدہ کیا تھا۔ مترجمی کا منظوم عربی ترجمہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں عربی کے استاد مولانا عبدالحق حق اعظمی بغدادی نے کیا تھا۔ مولانا عبدالحق عربی کے ادیب اور شاعر تھے۔ الجامعہ نے ان کی متعدد منظومات شائع کی ہیں۔ مولانا آزاد نے یہ بات جو کبھی کہ فارسی مضمون کے لیے پریشان نہ ہوں اور نہ اسرار خوری کو چھاپ کر رسالے کو معکومہ گنیز بنائیں۔ سب باتیں اپنے وقت پر ہو جائیں گی، تو اس کا تعلق دراصل الجامعہ کے خاص مقصد سے "اسرار خوری" کی عدم مناسبت کے سوا کچھ نہ تھا۔ مولانا آزاد نہیں چاہتے ہوں گے کہ الجامعہ اٹا زہی میں اپنے دائرہ مناصر سے قدم باہر نکالے۔

چند دیگر معلومات و وضاحتیں:

الجامعہ مرکزی خلافت کمیٹی کا ترجمان تھا۔ وہی اس کے اخراجات برداشت کرتی تھی۔ مولانا عبد الرزاق اس کے ایڈیٹر مقرر ہوئے اور مولانا ابوالکلام آزاد اس کے نگماں تھے اور مضامین کی ترتیب و تالیف کے سلسلے میں ہدایات اور مشوروں سے رہنمائی فرماتے تھے۔ الجامعہ عربی میں جاری کیا گیا تھا لیکن اس کے پہلے شمارے ہی میں یہ اعلان بھی کیا گیا تھا کہ اگرچہ مقالات کا غالب حصہ عربی میں ہو گا مگر عربی زبان میں بین الملکی عالم اسلامی است، لیکن اس کا ایک حصہ فارسی و ترکی مقالات کے لیے بھی مخصوص ہو گا۔ نیز اردو میں مضامین کی شمولیت کا عزم ظاہر کیا گیا تھا:

”ان الجملۃ ترحب بكل لغة من اللغات الشرقيۃ الکبریٰ مثل الفارسیۃ والترکیۃ والہندیۃ۔“

دسترید المقالات فی ہذہ اللغات الثلاثہ، (فاتحہ الجامعہ، ش ۱ ص ۴)

چنانچہ الجامعہ کے شائع ہوتے ہی ایک طبقے کی طرف سے امر رہا کہ اس میں اردو کے صفحات بھی شامل کیے جائیں۔ اس سلسلے میں الجامعہ کے دوسرے پرچے میں ایڈیٹر مولانا عبد الرزاق کے قلم سے گزندہ نشی چھاپس گذرنا شروع ہوا۔ عربی میں اشاعت کی ضرورت اور بصیرت اور اس کے مقصد اور اپروردنی پڑتی ہے اور اردو حصے کی شمولیت کے لیے ایک شرط بھی بیان کی گئی ہے۔ اس لیے اس کا مطالعہ دل چسپی اور افادیت سے خالی نہیں۔ گزارش یہ ہے:

”ہر طرف سے خطوط آرہے ہیں کہ ”الجامعہ“ میں اردو کیوں نہیں رکھی گئی؟ ہم اپنے دوستوں کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ بہت جلد اردو میں اس میں شامل ہو جائے گی۔ جیسا کہ پہلے نمبر میں تفریح کی جا چکی ہے۔“

الجامعہ سے اصلی مقصود ملک اسلامیہ و عربیہ تک ہندوستان کی آواز پہنچانا ہے۔ غالباً یہاں کی بلیک اس حقیقت سے واقف نہیں کہ اکثر اسلامی ممالک ہندوستان کے متعلق قریب قریب انتہائی جانتے ہیں جتنا ہم چین یا ترکستان کے متعلق۔ انہیں نہ تو اس براعظم کی گزشتہ تاریخ معلوم ہے نہ موجودہ تحریک کی کچھ زیادہ خبر ہے۔

موتوں سے ایک عام اتحاد اسلامی کے خواب دیکھے جا رہے ہیں۔ ہندوستان میں بھی، مصر میں بھی، ترکی میں بھی۔ مگر عمل کی طرف کوئی قدم نہیں اٹھتا۔ کیوں؟ وجہ ظاہر ہے۔ باہم کوئی ذریعہ تعارف و اتفاق نہیں جو ہر مشترک عمل کے لیے اولین شرط ہے۔ الجامعہ بھی کئی دور کرنے کے لیے جاری ہوا ہے اور اس لیے قدرتا اس کی زیادہ قوت عربی پر صرف ہوگی کہ بین الملی اسلامی زبان ہے۔ پھر فارسی اور اردو۔

اردو کتب سے شروع ہوگی؟ اس کا جواب ہم سے نہیں، بلیک سے مانگیے۔ اگر حضرت مولانا (ابوالکلام آزاد) کی تحریرات پڑھنے کا شوق ہے، تو پھر اب انہیں فرصت دینی چاہیے اور وہ تمام ”شرمناک جملگٹے“ موقوف کر دینا چاہیے جن کے سلجھانے میں ان کا تمام قیمتی وقت ضائع ہو رہا ہے۔ جب تک حضرت مولانا المینان سے نہ بیٹھیں، اس وقت تک ہم اردو فارسی کے متعلق کوئی وعدہ نہیں کر سکتے۔ (دش ۲ سرورق کا صفحہ ۴)

لیکن اردو، فارسی اور ترکی میں مقالات کی شمولیت عزم کے باوجود عملاً ممکن نہ ہو سکی۔ شروع سے آئینک الجامعہ کے تمام صفحات عربی کے لیے وقف رہے۔

الجامعہ کی سالانہ قیمت آٹھ روپے تھی۔ ابتداء میں ششماہی خریداری کا سلسلہ نہیں رکھا گیا تھا، لیکن نمبر ۳، ۴، ۵ (مشتکہ شمارہ) میں ششماہی خریداری کی رعایت کا اعلان بھی کر دیا گیا، جس کی قیمت چار روپے آٹھ آنے تھی۔ ایک پرچے کی قیمت آٹھ آنے تھی لیکن شمارہ ۷، ۸ یا اس کی دسویں اشاعت سے فی پرچہ بارہ آنے قیمت کر دی گئی تھی۔

الجامعہ البلاغ پریس۔ کلکتہ میں چھپتا تھا۔ پریس کے منیجر قاضی نور الانام تھے اور ۲۵۔ رپن لیں کلکتہ سے شائع ہوتا تھا۔ ۲۵۔ رپن لیں، ایک وسیع دعوین کو مٹھی تھی جس کے اوپر کے حصے میں مولانا آزاد رہتے تھے اور نیچے کے حصے میں البلاغ پریس اور الجامعہ کا دفتر تھا۔

الجامعہ پندرہ روزہ جملہ تھا، لیکن پندرہ روزہ الگ الگ اس کے صرف تین پرچے (نمبر ۲۰، ۲۱، ۲۲) ہی نکل سکے۔ اپریل ۱۹۲۳ء سے نومبر تک اس کے پانچ شمارے دو دو نمبروں کو ملا کر شائع کیے گئے اور ایک

اشاعت تین جنہوں (۵، ۶، ۷) کی جامع تھی اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ الجامعہ اگرچہ پندرہ روزہ جلد تھا لیکن عملاً ماہوار شائع ہوتا تھا۔ دسمبر ۱۹۲۳ء سے دو شماروں کو ملانے کا تکلف بھی ختم کر کے اُسے ماہوار کر دیا گیا۔ چنانچہ اس کے آخری چار شمارے (دسمبر ۱۹۲۳ء تا مارچ ۱۹۲۴ء) ماہوار نکلے۔

الجامعہ کی صرف ایک جلد ہے جو بیس شماروں پر مشتمل ہے لیکن اشاعت کے لحاظ سے یہ صرف تیرہ نمبر ہیں۔ اس کی ابتدائی تین اشاعتوں یا چار نمبروں کے صفحات مسلسل ہیں (صفحہ ۸ تا ۸) اور الگ الگ بھی۔ پانچویں شمارے سے ہر اشاعت کے صفحات الگ الگ ہی ہیں اور ہر اشاعت کے صفحات کم و بیش ہیں۔ مجموعی طور پر الجامعہ کی پوری جلد کے صفحات کی تعداد ۳۹۴ ہے۔ اس میں ٹائٹل کے باون (۵۲) صفحات شامل نہیں۔

الجامعہ کا پہلا نمبر اپریل ۱۹۲۳ء میں نکلا تھا اور آخری شمارہ مارچ ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا تھا۔ بارہ مہینوں میں صرف تیرہ پرچے نکلے اور پھر ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔

الجامعہ کی اشاعتوں، شماروں، تاریخ ہائے اشاعت اور صفحات کی تفصیل یہ ہے:

صفحات	تاریخ اشاعت	شمارہ	اشاعت
۲ تا ۲۴	یکم اپریل ۱۹۲۳ء	۱	۱
۵۲ تا ۵۵	۱۵ = =	۲	۲
۸۴ تا ۸۳	یکم و ۱۵ مئی ۱۹۲۳ء	۳ + ۴	۳
۳۶	یکم جون تا یکم جولائی =	۵ + ۶ + ۷	۴
۲۲	۱۵ جولائی =	۸	۵
۳۲	۳۰ جولائی و ۱۴ اگست ۱۹۲۳ء	۹ + ۱۰	۶
۲ + ۳۶	۲۸ اگست و ۱۳ ستمبر =	۱۱ + ۱۲	۷
۲۲	۲۷ ستمبر و ۱۲ اکتوبر =	۱۳ + ۱۴	۸
۲۰	۲۶ اکتوبر و ۱۰ نومبر =	۱۵ + ۱۶	۹
۳۲	۱۰ دسمبر ۱۹۲۳ء	۱۷	۱۰
۲۲	جنوری ۱۹۲۴ء	۱۸	۱۱
۳۶	فروری =	۱۹	۱۲
۲۲	مارچ =	۲۰	۱۳

(۳۹۴ کل صفحات)

صفحات کی تعداد میں سرورق کے صفحات کی تعداد باون (۵۲) شامل نہیں ہے۔ اگر یہ تعداد بھی شامل کر لی جائے تو الجامعہ کے صفحات کی تعداد چار سو چھیالیس (۴۴۶) ہو جاتی ہے۔

البواب وعناوین مع فہرست مضامین:

الجامعہ کے البواب وعناوین البلال اور البلاغ سے ملتے جلتے ہیں مضامین کی ترتیب و تالیف کا انداز بھی وہی ہے۔ یہاں اس کے مضامین و مقالات اور دیگر مشمولات کو مرتب کر دیا گیا ہے۔ مشمولات کی اس ترتیب میں بیشتر عنوانات الجامعہ ہی کے ہیں۔ ایسے مشمولات جو کسی خاص عنوان کے تحت نہ تھے انہیں بحث اور مضمون کی مناسب سے کسی عنوان کے تحت شامل کر دیا ہے۔ پھر بھی بعض چیزوں کے اندراج کے لیے متفرقات کا عنوان قائم کیا ہے۔ اندکس کی ترتیب کا یہ طریقہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہر سچے کے مندرجات کو الگ الگ مرتب کیا جائے لیکن اس کے مقابلے میں یہ ترتیب زیادہ مناسب معلوم ہوئی۔ مضمون کے اندراج میں پہلا نمبر شمارے کا اور دوسرا صفحہ کا ہے۔ مثلاً ”دفعہ الصم ۲۱۱۱۳۱-۲۲“ اس میں ”۱۳“ الجامعہ کے شمارے کو ظاہر کرتا ہے ۲۱-۲۲ کا یہ مطلب ہے کہ یہ مضمون صفحہ ۲۱ سے ۲۲ تک پھیلا ہوا ہے۔ اور ”حركة الملا لتعاون السلي“ (۱) ۱۷۱-۱۷۲ کا یہ مطلب ہے کہ یہ مضمون دو قسطوں پر مشتمل ہے۔ پہلی قسط پہلے شمارے کے صفحہ ۷ تا ۱۹ میں چھپی ہے اور دوسری قسط الجامعہ کے تیسرے شمارے کے صفحہ ۲ تا ۶ میں شائع ہوئی ہے۔ مشمولات کے عنوانات عربی میں ہیں اور ایسا ہی ہونا بھی چاہیے تھا۔ ان کا موضوع اور بحث سمجھنے میں دشواری نہیں ہوتی لیکن جہاں کہیں کسی وضاحت کی ضرورت تھی کئی وہاں اردو استعمال کی گئی ہے۔ یہ کام بنیادی طور پر اردو والوں ہی کے لیے ہے۔

مقالات اقبیتاجیبہ:

فائتہ الجامعہ ۳: ۲-۴ تداءعہ عالم الاسلام ۳: ۲

شذرات:

جلالتہ مولانا امیر المومنین والجامعہ دفر خلافت سے امیر المومنین کے کاتب خاص محمد شکیب حتیٰ بک کا خط مدیر الجامعہ کے نام^{۱۵}
شکرا الجامعہ لزملا تھا (آستانہ ترکی) و افغانستان کے چرائند کی جانب سے الجامعہ کے اجراء مقاصد کی تحسین ۱۵۱-۲۰۰
فضیلۃ الاستاذ ابی الکلام (مولانا آزاد کے عدم استقرار کلکتہ و خزانہ صحت کی وجہ سے الجامعہ میں مولانا کے مضامین کی کمی) ۵: ۲
بشری الصلح (معادہ امن و صلح کی خوش خبری) ۸: ۱

تہنیتہ الہند نمبر ۸: ۲ رجاء الہند من مصر ۸: ۲

- شکوہی "الجامعہ" ۲: ۸ اعتذار ۲: ۹
- جمعیتہ الخلفۃ والدعاۃ السیاسیہ ۲: ۹ حدیث الامیر عبداللہ ۲: ۹-۲
- دعوتہ المفکر العالم الاسلامی ۲: ۹ الہند و مسر ۲۵: ۱۱
- الصالح ترک والہند ۲۵: ۱۱ اصلاح الازہر ۲۴: ۱۱
- آغاخان و مسلو الہند ۲۴: ۱۱ المذہب الاحمدی ۲۴: ۱۱
- کارشتہ ایابان ۲۸: ۱۱
- الحکومتہ ترکیہ و اعلان الجمهوریہ: مسئلہ الخلفۃ الاسلامیہ و نظامہا فی المستقبل ۲: ۱۵
- یوم جزیرۃ العرب والشریف حسین ۳: ۱۵
- اعتذار و اعلان (الجامعہ کی اشاعت میں بے قاعدگی کے بارے میں) ۳: ۱۵
- محبتہ ضد الجمهوریۃ ترکیہ: مسلک مسلم الہند ۳۰: ۱۷
- الموتر الاسلامی عام ۳۱: ۱۷ برطانیہ و الافغان ۳۳: ۱۷
- اتہاج الہند مرکز مسر ۵: ۱۹ الشریف حسین و الخلفۃ ۵: ۱۹
- ان اخواتنا فی سنغافور ۶: ۱۹ کلمتہ الی زملاتنا فی العالم الاسلامی ۶: ۱۹
- الوفد ترکی ۶: ۱۹ حالتہ البلد الخرام ۷: ۱۹

المقالات:

- الحرکۃ الہندیۃ المافروہ: کیف نشأت وما وقع فیہا من الحوادث المهمہ (۱) ۵۱: ۷-۷ (۲) ۱۳: ۱۸-۱۳
- ۳۱: ۷-۷ (۳) ۲: ۱۱-۱۱ (۴) ۵: ۷-۷
- حرکتہ التعاون السلی (۱) ۱۷: ۱۷-۱۷ (۲) ۳: ۲-۲
- [مقالہ - بلا عنوان] علامہ رشید رضا مسر ۳: ۲-۲
- جزیرۃ العرب والبلاد المقدسہ (۱) ۲: ۱۷-۱۷ (۲) ۳: ۱۳-۱۳
- حمل السلاح علی المسلم مولانا ابوالکلام آزاد ۳: ۱۳-۱۳
- مقالہ ہباتا گاندھی ۳: ۱۷-۱۷ تونس و جہاد الاستقلال ۱۸: ۱۵-۱۵
- الحریۃ فی الاسلام مولانا ابوالکلام آزاد (۱) ۱۷: ۱۷-۱۷ (۲) ۹: ۱۳-۱۳ (۳) ۱۱: ۹-۹
- اللہ تعاون السلی و تونسائی الشہیر مقالہ شامی ۹: ۲۰-۲۰
- کرشنائی الہند و التوشینی: ترجمہ و مذہبہ ۱۱: ۱۳-۱۳

الجوع وما فی الجوع عبد الرحیٰ نگر امی استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) ۲۲-۲۰:۱۷

کتاب کلید و دمنہ الشہیر: بحث علمی تاریخی عالم ہندی کبیر ۲۱-۱۷:۱۸

الارض المحرمۃ، سقف الدنیا "تبت" ۲۹:۲۰

الہندی نظر العرب عبد الرحمن الشارخ (دکراچی) ۱۹-۱۸:۹

باب التفسیر:

تفسیر سورۃ التین (مقتبس من تفسیر "البیان فی مقاصد القرآن" ابو الکلام احمد (آزاد) ۱۵:۷-۱۳

" " " " " (۲) " " " " " ۱۷-۵:۱۷

تفسیر (سورۃ الکافرون علامہ عبد الحمید فراہی ۲۰:۹-۱۲

مختارات:

موقف العلماء والامراء (الذیل - شمل برتر اجم علماء و محدثین عظام از حافظ زین الدین ابن رجب) ۸۱۳-۹

معرق الشاہیر - شیخ الاسلام ابو الوفا علی ابن عقیل البغدادی (مدیر الجامعہ کے نوٹ اور مولانا آزاد کے حواشی

کے ساتھ) ۱۷-۹:۱۷ اقوال - مختارۃ من جریۃ وادی النیل ۱۷:۱۰

ابو محمد علی بن احمد بن سعید بن خرم حافظ و ہی ۱۹:۹-۱۷

انجز (آزاد وادی النیل) ۱۹:۱۷

اقوال الجرائد العربیہ:

الجامعہ و مصر ۳۷:۵ ملوک الجزیرۃ بفضل الانکیز! ۳۱:۹-۳۲

وصف الصحرا ۲۱:۱۱-۲۲ تقریظ جریۃ "الوفاق" (جواد الجامعہ کی تحسین) ۱۷:۱۷

شئون و اقلیہ:

الحالۃ السیاستہ فی الہند ۳۲:۳ الحالۃ السیاستہ فی الہند ۳۲:۵

" " " " " ۳۵-۳۲:۵

الاحتفالات بالصالح ۲۸:۱۹ الحالۃ السیاستہ ۲۹:۹

خطبہ رئیس المؤتمر الوطنی للجمعیت الوطنیۃ الکبریٰ (لاکھنؤ کے اجلاس خصوصی کا خطبہ صدارت ستمبر ۱۹۲۳ء)

(۱) ۲:۸-۸

" " " " " (۲) ۱۰:۱۳-۱۰

مؤتمر الجمعیت الوطنیۃ الکبریٰ (لاکھنؤ کے خصوصی اجلاس زیر صدارت مولانا ابوالکلام آزاد پر مشتمل) ۳۴-۳۲:۱۱

دک میں سیاسی بیداری اور مسئلہ حجاز میں جمعیت خلافت اور جمعیت علماء ہند کا موقف (۱۳: ۱۰-۱۱)

الحالۃ -- فی پنجاب ۵: ۱۵-۶

احوال مسلم کیرالم (طیبار) نظرۃ فی شئون "مموپلا" اک (الہوا الکلام) ۱۵: ۱۷-۱۷

قوزا الوطنین فی الانتخابات ۱۷: ۳۴

حول ہاتما غاندی ۱۸: ۶

المقاومتہ السلبیۃ فی پنجاب ۱۸: ۶

المسیحون و سوراج ۱۸: ۷

المقاومتہ السلبیۃ ۱۸: ۸-۹

الاسبوع: الوطنی ۱: ۹-۱۲، ۱۸: ۱۰-۱۳

زعیم ہند اکبیر و محب الانسانیہ ہاتما غاندی علی حربیتہ: البلاد ہندیہ کھا فی جڈل و سرورہ

ادب مشور ہاتما غاندی (مولانا محمد علی کے نام ایک قطع تیمرہ الجامعہ) ۱۹: ۳۴

بدأت انتصارات الوطنیہ ۱۹: ۳۵-۳۶

التزاع بین الحکومت ہندیہ و حکومت جیدر آباد: صاحب السمو نظام حیدر آباد الدکن و طالب

مقاطعتہ برار (دائش لے ہند کے نام میر عثمان علی خاں کا قطع تیمرہ الجامعہ) ۲۰: ۲۷-۷

حوادث علیہ: القتل الیاسی فی لکنتا ۱۸: ۲۳

الشفق الیاسی ۲۰: ۳۵

العالم الاسلامی:

العالم الاسلامی بعافیہ و حاضریہ و مستقبلہ ۱۳: ۱۷-۲۰

احمد الذی تریہ العرب؟ ۲: ۱۸

لیس هذا ما تریہ العرب ۳: ۲۰

الی اخواتنا فی الشام و العراق و مصر و سایر البلاد الاسلامیہ ۳: ۷

التہفۃ الاسلامیۃ الحدیثہ شیخ عبد الرحمن (دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) ۵: ۲۵-۲۷

داع الشرع و دواعیہ: کیف نشق عللنا و نعلع شؤنا؟ ۱۱: ۱۲

الردن:

استقلال شرق الارदन ۸: ۲۱-۲۲

افغانستان:

ملک الافغان و ملک انگلیز ۲۱:۱ النهفۃ الافغانیۃ الجدیدہ ۱: ۱۷-۱۸

النهفۃ الافغانیۃ الجدیدہ (۲) ۹: ۲۳-۲۴

الاتحاد الاسلامی: المعاهدة بین ایران و افغانستان ۱۵: ۱۷-۱۸

بریطانیا و الافغان ۱۷: ۳۳ محاورۃ بین انگلیز و الافغان ۱۸: ۱-۳

مستقبل افغانستان ۱۹: ۳۲-۳۳

بحرین:

حالة البحرین ۱۹: ۲۵-۲۶

ترکی:

صوت من دار الخلافۃ الاسلامیۃ: عظیم من عطاء ترک نچا طاب الہود عامہ، دعوت عامۃ الی الاتحاد والاتفاق راہ جامعہ کے ایک طویل نوٹ اور اس درخواست کے ساتھ کہ تمام ہندوستانی معاصرین اس کا

ترجمہ شائع کریں (۱۱: ۱۷-۲۰)

مسئلہ خلافت ترکیہ:

یہ عنوان الجامعہ میں نہیں ہے۔ یہ مضامین مختلف ابواب و صفحات میں منتشر تھے۔ مناسبت یہی معلوم ہوا کہ انھیں ایک عنوان کے تحت مرتب کر دیا جائے۔

الخلیفۃ المخلوع و مسلمو الہند ۱: ۸ حرکتۃ الخلافۃ و مطالبہا ۱۱: ۱۹

ترکیا و روسیا و الخلافۃ ۱: ۲۲ رائیۃ الخلافۃ الجدیدۃ ۳: ۹

الیمین و حکومتہ انقرہ ۳: ۱۲ شفقۃ الخلیفۃ المخلوع ۳: ۲۹-۳۱

تعلب الاتراک فی موتر الصلح ۳۲: ۳

جلالتہ مولانا امیر المومنین و الجامعہ (مدیر الجامعہ کے نام حضرت امیر المومنین کے کاتب خاص محمد شکیب

حق کا مکتوب) ۵: ۱

حول مسئلۃ الخلافۃ ۱: ۵-۷

زعماء حرکتۃ الخلافۃ - الاخوان الشہیرین؛ شوکت علی و محمد علی ۸: ۹-۱۱

”امیر المومنین“ و الشریف حسین ۸: ۲۲ جمعیت الخلافۃ و الشریف حسین ۹: ۳۰

راہی ترک عظیم ۱۱: ۱۲

فرساوی کیریمینی ترکی و جگ میں کامیابی اور قیام صلح پر فرانسیسی ادیب کی جانب سے ترک کو مبارکباد ۱۱: ۲۴

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

الحکومت ترکیہ و اعلان الجہوریتہ، مسئلۃ الخلافۃ الاسلامیہ و نظامہا فی المستقبل ۳: ۱۵

الجہوریتہ ترکیہ ۱۵: ۱۴-۱۶

الخلافۃ الاسلامیہ و واجباتہ الاساسیہ عمر رضا (ترکی) ۱۷: ۱۷-۱۹

... الجہوریتہ ترکیہ، مسلک مسلمیہ الهند ۳۱: ۳۰-۳۱

المؤتمر الاسلامی العام ۳۱: ۱۷

الجہوریتہ ترکیہ عمر رضا (ترکی) ۲۰: ۱۵-۱۷ مسئلۃ الخلافۃ ۲۰: ۳۴-۴۰

مؤتمر الخلافۃ بکلتا (مولانا ابوالکلام آزاد کے زیر اہتمام مکلتہ میں مجلس خلافت کا جلسہ، اس کی قراردادیں

اور الجامعہ کا تبصرہ) ۲۰: ۴۰-۴۱

الخلافۃ، مقصد المتہوسین ع - سنی ۲۰: ۲۰-۲۲

المسئلۃ العربیہ :

مسئلۃ العربیہ و الهند ۱۳: ۱۳-۱۶

معاهدۃ العربیۃ الجدیدۃ ۸: ۱۹

المحل المعری ۹: ۲۶

جوہر حکومت العراق ۹: ۲۷

نصیحتنا للفلسطینیین ۱۱: ۳۳-۳۴

سوء الحالۃ فی الجزائر ۱۵: ۱۸-۱۹

مسئلۃ الجامعہ و العرب ۱۷: ۲۵-۲۶

الجامعہ و القبلة الشریفیہ الجامعہ پر القبلہ کے تقد کا جواب ۲: ۳۰-۳۱

حالتہ البلد الحرام (ظفر الملک علوی کے سفر حج اور مشاہدات مکہ کے بعض خیالات الجامعہ کے نوٹ کے ساتھ) ۱۸: ۴۱

کتاب مفتوح الی صاحب مقالۃ (الحالۃ فی البلد الحرام) (ظفر کے خیالات کے جواب میں) ۱۹: ۸

رسالۃ الشریف حسین الی الانکیز ۱۹: ۱۷-۲۰

جزیرۃ العرب، مسلک الهند فی شہر خا الداخلیہ ۱۹: ۳۱-۳۲

منشور عام من البیئۃ التنفیدیۃ ۱۹: ۲۲-۲۵

حالتہ البحرین ۱۹: ۲۵-۲۶

ماذا یرید الی صنع البین ۱۹: ۲۶-۲۸

مکتبہ الحق عن احوال بیت الشہد ظفر الملک علوی کے بعض خیالات و آراء کے جواب میں عبدالرحمن جباری مدنی ۱۹: ۳۲

قیاس بن الشریفین، کلام حسن ولدا الرسل ع - سنی ۲۰: ۱۸ - ۲۱

الخلافۃ، مضغنة المتہوسین ع - سنی ۲۰: ۲۰ - ۲۲

بیان الی الامۃ سلیمان تاجی فاروقی ۲۰: ۲۲ - ۲۳

فلسطین:

العیونینۃ (منشا حاکمونیہ) ۲۲: ۲۶ - ۲۷

عمارة المسجد الاقصی ۳: ۲۷

دارالکتب فی المسجد الاقصی ۸: ۱۶

الی اخواننا فی فلسطین ۸: ۲۲

خطبۃ للوقد الفلسطینی ۲۰ - ۲۲ - ۳۳

مصر:

ہنشت یاسعد (سعدی باشا زغول) ۲۲: ۱

ماذا یقال عن مصر؟ ۲: ۲۱ - ۲۲

کلمۃ المعالی سعد باشا زغول ۱۳: ۱۶

کلمۃ للامیر شکیب ارسلان ۱۸: ۲۳ - ۲۴

چین:

تقاسنۃ العین ۱: ۲۳

شیء عن مسلمی العین ۲: ۲۷

روم وارمن:

الاسلام والروم والارمن ۹: ۱۳

رومانیا:

المسلمون فی رومانی ۱: ۷

کینیا:

مستمرۃ کینیا ۹: ۳۱

افکار و حوادث:

خواطر امیر ہندی عن مصر (مہاراجا کپور نملہ کے ایک مقالے کا خلاصہ) ۸: ۲۳ - ۲۴

التعلیم فی الہند ۸: ۲۴

راسی شاعر الہند فی المکرمتہ الانکلیزیتہ (حکومت انگورہ کے بارے میں رابندر ناتھ ٹیگور کی رائے) ۸: ۲۴

الارامل فی الوثنیین ۸: ۲۴

البوذیون فی الہند ۸: ۲۴

(افغانستان د ترکی سے متعلق) ۹: ۵ - ۶

مصائب الہند فی العہد البریطانی ۱۵: ۴

سوریانی خطر العظیم ۱۵: ۵ - ۶

محادرات بین الانکلیز والافغان ۱۱۸: ۱ - ۳

حالة البلد المحرام ۱۸: ۴

عجب، من اعجب العجائب ۱۸: ۳

حوادث واخبار:

کم عدد المسلمين في العالم؟ (ترکی، ہندوستان، عرب، افریقہ، امریکا وغیرہ میں مسلمانوں کی تعداد) ۱۱: ۱۸-۲۹

المسلمون في الصين ۱۱: ۲-۲۰

ارض الزلازل والبراكين ۱۱: ۲۰-۳۰

المعاون في الهند ۱۷: ۲۲

حول الزلزلة في اليابان ۱۷: ۲-۲۰

المراسلة والمناظرة:

اس عنوان کے تحت بحث و جواب طلب مراسلات درج کیے جاتے تھے۔

_____ (مقالہ علامہ رشید رضا صاحب النصار پر شیخ عبد الغنی (حیدر آباد) کی تنقید) ۳: ۲۴-۲۷

کتاب من دار الخلافہ (مدیر الجامعہ کے نام علامہ رشید رضا کے مقالے کے بارے میں ایک خط) عمر رضا (ترکی) ۱۵: ۲۷-۲۸

_____ (علامہ رشید رضا کے مقالے پر نقد) بیڑھی البیڑی (اللازہر) ۹: ۱۶

حجازی ینتقد مسلک الجامعہ ۱۹: ۸-۹

کتاب مفتوح الی صاحب مقالہ الحالتہ فی البلد المحرام (نظر الملک علوی کے بعض خیالات کے بارے میں) ۱۹: ۸

الخلافۃ، مضغنة التهوین ۶-۷ سنی ۲۰: ۲۰-۲۲

مراسلات:

اس عنوان کے تحت ایسے مراسلات درج کیے جاتے تھے جو جواب طلب نہ ہوتے تھے اور جن پر کوئی بحث مقصود نہ ہوتی تھی۔

دعوة عامہ محمد امین الحینی رمقی اعظم فلسطين ۱۲: ۳۱-۳۲

المسلمون امت واحدة ۹: ۱۶

کتاب مفتوح الی عموم المسلمين محمد بن محمد الفتی (جاوا) ۹: ۱۷

مجله عربیه تصدر من جاوا احمد بن محمد سورکتی ۹: ۱۷

النفرة الطوریه وصداحا: دواعیها ومظاہرھا وناشیرھا فی داخل ترکیا وخارجھا ۱۳: ۱۲-۱۶

الدیة السیاسیة الشرقیة (مجله حجاز اور الجامعہ کے موقف پر ایک رسالے) لہ الکندی ۱۱: ۱۱-۱۴

الجمهورية التركیة عمر رضا ۱۵: ۱۷-۱۸ کتاب من البحرین م-س ۲۰: ۴۱-۴۲

مطبوعات جدیدہ:

اشہر الخطب و مشاہیر الخطباء (موسلی آفندی المرأة المجدیدة (الآنسة ماری زیادة = می) مجلۃ الذبیرہ

جادا (مدیر) احمد بن محمد سرکشی الانصاری، مجلۃ المحارس - بیروت (مدیر: امین الغریب) ۸: ۲۰

متفرقات:

تہنیت من مصلح (علامہ رشید رضا مصری کے خط بنام مولانا ابوالکلام آزاد کا اقتباس) ۲۳: ۱

اصلاحات فی الہند ۲۴: ۲ - ۲۵: ۲ البحر یادی انگلہ! ۲۵: ۲

مسلمو الہند (شعوبہم و قباثلہم) ۱۲: ۱۰ - ۱۳: ۳ وصف السبع علیہ السلام من معارفہ ۱۴: ۳

النظرات: — (امیر تنکیب ارسلان کے ایک مقالے ماخوذ النار - معرک ترجمہ ۱۷: ۳)

مؤتمر الجمعیت الوطنیہ ۸: ۸ مصطفیٰ صیغہ: الحاسوس الہندی الشہیر ۳۲: ۲۱ - ۳۲: ۲۱

بصائر و حکم: اقوال لہا قافانندی ۵: ۱۸

مؤتمر جمعیتہ الخلفۃ (مولانا شوکت علی کے خطبہ صدارت سالانہ جلسہ مجلس خلافت کا اقتباس اور اس پر تبصرہ)

۱۵: ۱۳ - ۱۵: ۱۸

ماقرہ المؤتمر مجلس خلافت کے سالانہ اجلاس میں منظور شدہ قراردادیں (۱۶: ۱۸)

جمعیتہ علماء الہند (مولانا سید حسین احمد مدنی کے زیر صدارت جمعیتہ علماء ہند کے سالانہ اجلاس پر تبصرہ و

اقتباس خطبہ صدارت) ۱۶: ۱۸ - ۲۲: ۱۸

نصیحتہ للشاعرۃ الہندیۃ (مسز سروجی ناٹھو) ۸: ۲۰

سیر التعلیم فی نساء الہند ۸: ۲۰

منظومات:

نشد "اقبال" بالعربیہ (علامہ اقبال کے ترانہ ہندی کا ترجمہ از عبدالحق الاعظمی البغدادی، استاذ عربی

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) ۱۹: ۲ - ۲۰: ۲

نشد ان الشرق من عدوان اخیر العرب عبدالحق حق اعظمی بغدادی ۲۸: ۳

مذکر الامجاد و تبصیر الانجاد لواجب الاتحاد = = = ۱۳: ۱۳ - ۱۳: ۱۳

= = = ۲۹: ۱۹ - ۳۰: ۱۹

= = = ۲۴: ۲۴ - ۲۵: ۲۴

عام ۱۳۲۲ھ = = = ۲۳: ۲۳ - ۲۴: ۲۴

عراقی یصف حکومتہ العراق آفندی الرصافی (عراقی) ۳۱: ۳

عقد الصلح مع الحکومتہ التركیہ الشاعر العربی ۸: ۹

غازی مصطفیٰ کمال پاشا، علی ذکر سی الفتح شاعر بحرین شیخ سلمان بن احمد بن عباس ۱۱۹: ۳۲-۳۴
نصاویر و نقشہ جات:

مصطفیٰ کمال پاشا ۱: ۹، ۲۳، ۲۴: ۱ سرورق

جزیرۃ العرب (چھٹی صدی عیسوی میں) ۱: سرورق (آخری صفحہ) ۲۰: ۱۱، ۱۱: ۱

امیر المومنین محمد عبدالحمید خان ۳۰: ۳، ۳: سرورق

امیر امان اللہ خان (مع فخری پاشا سفیر ترکی) ۱: ۲۱، ۳: ۱

سعد پاشا زفول ۲۲: ۲ ہاتھ غاندی ۲: سرورق دا ۱۹: ۱

عصمت پاشا ۲۳: ۲، ۸: ۱ بیکر سامی بک ۲۳: ۲

فخری پاشا (مع امیر امان اللہ خان) ۲: ۲۳، ۳: ۱ رؤف پاشا ۲۳: ۲

نور الدین پاشا ۲۳: ۲ فیضی پاشا ۲۳: ۲

انور پاشا ۳: ۲۱ الشقیقان الزعمیان الکبیران محمد علی و شوکت علی دامہا الکرمیہ ۵: سرورق

بیت اللہ الشریف ۸: سرورق محل مصری ۹: سرورق

جامع ایا صوفیہ ۱۳: سرورق امیر المومنین و خلیفۃ المسلمین ۱۵: سرورق وا

پیامِ کلکتہ

الجامعہ بند ہو جانے کے بعد مولانا نے ”پیام“ کے نام سے ایک روزنامہ اخبار جاری کیا اس کے ایڈیٹر بھی مولانا عبد الرزاق یلیح آبادی تھے۔ پیام کے فائل یا کسی پرچے کی دستیابی کا ابھی تک علم نہیں ہو سکا۔ اس لیے اس کے اجرا اور بندش کی قطعی تاریخوں کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ جہاں تک اس کی پالیسی کا تعلق ہے تو اس کی سیاسی پالیسی وہی ہوگی جو مولانا آزاد اور مولانا یلیح آبادی کا سیاسی مسلک تھا۔ اس اخبار کے بارے میں مولانا یلیح آبادی کا واحد بیان ہے جس سے اس کے بعض پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔ آئیے اس کا مطالعہ کرتے ہیں۔ یہ واقعہ الجامعہ کی بندش کے بعد کا ہے۔ مولانا یلیح آبادی ”پیام“ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

انہی دنوں روزانہ اخبار نکالنے کی کچھڑی پکی اور ”پیام“ نام تجویز ہوا، لیکن مشکل یہ سامنے آئی کہ اخبار کا ایڈیٹر بھی کوہو نا تھا، اور میں ابھی تک انگریزی پر قابو نہیں پاسکا تھا، اس لیے ایک اچھے انگریزی داں کی ضرورت تھی، جو خبروں کا ترجمہ بھی کرے، اور انگریزی اخباروں کے ایڈیٹریل وغیرہ کا خلاصہ مجھے بروقت سنا دیا کرے۔

ابھی تک اردو اخبار ریلوٹر وغیرہ جرر سال انجینیئروں کی خبریں نہیں لیتے تھے، اور انگریزی اخباروں سے خبریں ترجمہ کر لیا کرتے تھے۔ اسی زمانے میں ”نئی روشنی“ (الہ آباد) کے ایڈیٹر، مرحوم واحد یار خاں صاحب کلکتہ میں مصیبت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ”نئی روشنی“ روزانہ تھا اور اُس دور میں بہت اچھا اخبار سمجھا جاتا تھا۔ خود مولانا بھی اُس کے مداح تھے۔ واحد یار خاں صاحب، اصل میں انجینیر تھے اور اُن کا بیان تھا کہ اللہ آباد ہائی کورٹ کی عمارت انہی کے ہاتھوں تیار ہوئی تھی۔ کچھ پتی تھے، مگر قومی خدمت اور اخبار نویس کے ”جنون“ میں مبتلا ہو گئے۔ پیچیدہ یہ نکلا کہ تمام دولت کھو بیٹھے اور اب کلکتہ میں فاقوں پر گزر بسر تھی۔ (یہ بات بہت بعد میں معلوم ہوئی۔ تہایت اعلیٰ انسان تھے اور اپنی مصیبت ظاہر ہونے نہیں دیتے تھے،

میں نے مولانا سے مرحوم کا تذکرہ کیا، تو خلافِ عادت، مولانا خوشی سے اچھل پڑے اور

فرمایا، ان سے بہتر آدمی ملنا ممکن نہیں! فوراً معاملے کر لو۔

واحد یار خاں سے تذکرہ ہوا، تو اس شریف آدمی نے معاوضہ قبول کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور کہا، آنریری کام کریں گے۔ میں نے اُس وقت مولانا کو خبر کی۔ کاتب تو پہلے سے رکھے جا چکے تھے۔ ملے ہو گیا کل سے اخبار نکلے گا۔

واحد یار خاں یہ سُن کر چلے گئے۔ اب رات آئی۔ بدرالدین مرحوم بیماری کی شدت سے رات بھر سوتے نہیں تھے اور میں خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ کوئی چار بجے کا پھیرا ہو گا کہ ہم دونوں کی آنکھ لگ گئی۔ مکان کا فرش پتھر کا تھا۔ دفعتاً ایک قیامت سی برہا ہو گئی اور ہم دونوں ہڑ بڑا کے اٹھ بیٹھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ پورا ایک فوجی دستہ گھر میں گھسا چلا آ رہا ہے۔ یقین ہو گیا، پولیس ہے اور مولانا کو، یا مجھے، یا دونوں کو گرفتار کرنے کے لیے آدھکی ہے۔ چٹ پٹ میں چار پاٹی سے کودا اور کمرے کا دروازہ کھول کر جیسے ہی باہر نکلا، اور بجلی کا بٹن دبایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ واحد یار خان چلے آ رہے ہیں اور ان کے پیچھے دو تین مزدور سروں پر پتھر اٹھا رہے ہیں! میرے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی ”ارے آپ!“ بات یہ تھی کہ خاں صاحب کے جوتے کے تلوں میں فوجی بوٹوں کی طرح کیلیں جڑی ہوئی تھیں اور خاں صاحب اپنی پوری قوت اور مکمل بے پروائی سے سنگی فرش پر ردال دواں تھے!

میری چیخ کے جواب میں بڑی معصومیت سے فرمانے لگے ”آدمی جیب کام کا ذمہ لے لے، تو پوری ذمہ داری اور پوری توجہ سے اُس پر ٹوٹ بھی پڑے!“ عرض کیا، یہ مزدوروں پر کیلدا ہوا ہے؟ فرمانے لگے، انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا، اور تمام مستند و مکشریاں! مولانا تو تین چار بجے رات سے بیدار ہو جانے کے عادی تھے۔ یہ ہنگامہ سن کر چپکے سے گھر کی عقبی بڑی سے اپنے بچل منزل کے کمرے میں آ گئے اور گھنٹی بجائی۔ میں پہنچ گیا۔ نمایاں پریشانی سے پوچھا ”یہ نیچے کیا قیامت برپا تھی؟ عرض کیا، واحد یار خاں کے جوتوں کی کرامت تھی! خوش ہوئے۔ کہنے لگے، بڑا مستعد آدمی ہے۔ اب اخبار کی کامیابی یقینی ہے!

صبح چھ بجے سے پہلے ہی انگریزی اخبار آ گئے، اور یہ حضرت اپنے ”آلات حرب“ انسائیکلو پیڈیا اور مکشریوں سے مسلح ہو کر ایڈیٹر کے کمرے میں منتہن ہو گئے۔ اب مولانا بھی مٹھن غیر مٹھن ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ ایک بڑے روزانہ اخبار کا قابل ایڈیٹر، خبروں کا ترجمہ کرنا تھا۔ خیال کیا معنی، حق الیقین تھا کہ دس بجے دن سے پہلے ہی پورے اخبار کی

خبریں تیار ہو جائیں گی۔ مولانا، ایڈیٹوریل لکھ رہے تھے اور میں نوٹ تیار کر رہا تھا۔
 نیچے ہیڈ کاتب نے اگر خبریں طلب کیں۔ میں نے کہا، واحد یا رخاں سے تم نے کیوں
 نہ لیں؟ کہنے لگا، نہ جانے کتنی دفعہ جا چکا ہوں، مگر یہی کہے جاتے ہیں، ذرا ٹھہرو! میں نے کہا،
 بھائی، تم جاؤ۔ سب خبریں تیار ہوں گی۔ لے لو۔ کاتب ذرا دیر بعد پھر لوٹ آیا اور کہنے لگا،
 وہ تو فرماتے ہیں، ابھی تک ایک خبر بھی نہیں ہوئی! اب تو میرے کان کھڑے ہوئے۔ مولانا کو
 اطلاع دی، تو فرمایا، کاتب جھوٹا ہے۔ آپ خود جا کر دیکھیے۔

میں پہنچا، تو دیکھا، واحد یا رخاں تنگے سر انتہائی پریشانی و حیرانی کے عالم میں ڈکٹریوں
 وغیرہ پر ٹوٹے پڑے ہیں۔ عرض کیا خاں صاحب، کیا بات ہے؟ فرمایا صاحب، عجیب و غریب
 مشکل سے دو چار ہوں۔ یہ دیکھیے، چین کی خبر ہے نا! اس میں دو لفظ ایسے آگئے ہیں، جو صبح
 سے اب تک کسی طرح سمجھ میں نہ آ سکے عرض کیا، کون لفظ ہیں؟ فرمایا ضرور اخباروں میں چھاپے
 کی غلطی ہو گئی ہے۔ یاریو ٹرسے سہو ہو گیا ہے۔ خبر میں ایک لفظ یا جملہ تو یہ ہے ”سن یٹ سن“
 اور دوسرا لفظ یا جملہ ہے ”انڈر گراؤنڈ موومنٹ“ آپ خود ہی بتائیے یہ سن یٹ سن کیا بلبلے اور
 ”انڈر گراؤنڈ موومنٹ“، یعنی ”زمین دوز حرکت“ کا مطلب کیا ہو سکتا ہے؟ انسائیکلو پیڈیا
 چھان ماری، تمام ڈکشنریاں کھنگال ڈالیں مگر دونوں معنی ہنوز لاہنکل ہیں!“

یہ سن کر مجھ پر ایسی حیرت چھائی کہ نہ پہلے کبھی ہوئی تھی نہ بعد میں کبھی ہوئی۔ اس ناہیئہ
 کا اندازہ کرنا بھی لوگوں کے لیے مشکل ہے، جس سے اس وقت دو چار ہونا پڑا۔ سنبھل کر عرض
 کیا، خاں صاحب، آپ بہت تھک گئے ہیں۔ آرام کیجیے۔ چائے بھیجتا ہوں۔ مولانا کو یہ عجیب
 ماجرا سنا یا، تو ایک لمحہ کے لیے تعجب میں پڑ گئے۔ پھر فرمایا ”معلوم ہو گیا، ایڈیٹر ہونا الگ بات
 ہے اور مترجم ہونا الگ بات“

پھر کہنے لگے، اخباروں میں اعلان ہو چکا ہے کہ ”پیام“ آج نکلے گا، مگر اب کیوں کر
 نکل سکتا ہے؟ بڑی رسوائی ہوگی! عرض کیا، ابھی وقت ہے۔ میں خود انگریزی نہ جاننے پر
 خبروں کا ترجمہ کیے دیتا ہوں، اور ہوا بھی یہی۔ پانچ بجے شام سے پہلے اخبار، بازار میں پہنچ گیا،
 اور بہت مقبول ہوا، لیکن بعض اسباب سے اخبار چل نہ سکا اور تھوڑے ہی دنوں بعد
 بند ہو گیا۔ (ص ۱۲ - ۸ - ۳)

پیام کے دوران اشاعت کا ایک واقعہ مولانا یلیح آبادی نے تحریر فرمایا ہے، جس کا

تعلق علامہ اقبال مرحوم سے ہے اس واقعے کا مطالعہ دل چسپی سے خالی نہیں۔ ”ڈاکٹر اقبال، ملک الشعراء“ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

”اس زمانے کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے۔ معری شاعر احمد شوقی باشا کو عرب ملکوں نے ”امیر الشعراء“ کا خطاب دیا تھا۔ اس پر مولانا کو خیال ہوا کہ ہندوستان میں ڈاکٹر اقبال مرحوم کو ملک الشعراء بنا دیا جائے۔ ایک دن صبح مولانا ہاتھ میں کچھ کاغذیے میرے کمرے میں آئے اور اپنا خیال ظاہر کیا۔ میں نے سختی سے مخالفت کی۔ متعجب ہو کر فرمایا، کیا ڈاکٹر اقبال اس خطاب کے اہل نہیں ہیں؟ عرض کیا، ڈاکٹر صاحب کے شاعرانہ کمالات کے متبصر آپ ہیں۔ مجھے شاعری سے ذوق نہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب، فصیح شاعر ہی نہیں ہیں، سیاسی لیڈر بھی ہیں، اور ہم ان کی سیاسیات کے مخالف ہیں۔ ملک الشعراء بن کر وہ سیاسی فائدے بھی اٹھا سکتے ہیں۔“

مولانا، سوچ میں پڑ گئے اور میں کہتا رہا ”اخبار کے مالک آپ ہیں اور جو تجویز چاہیں پیش کر سکتے ہیں، لیکن جب تک ایڈیٹر ہیں ہوں، اپنے ضمیر کے خلاف کسی تجویز کی حمایت نہیں کر سکتا۔ میرا نام ایڈیٹر سے الگ کر دیا جائے۔ اس کے بعد بھی اخبار کی خدمت جاری رکھوں گا“

یہ سن کر مولانا نے ہاتھ کے کاغذ بچاڑ ڈالے اور فرمایا ”آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ ہمیں یہ تجویز پیش نہیں کرنا چاہیے۔“

مولانا، با اصول اخبار نویس تھے اور اپنے اخبار کے ایڈیٹر کی رائے کا احترام کرتے تھے۔ (ص ۱۳ - ۱۴)

اس بیان سے علامہ اقبال کے بارے میں مولانا آزاد کی رائے اور عزم کا صاف اظہار ہو جاتا ہے مولانا آزاد اقبال کی شاعری سے متاثر تھے، ان کی عظمت کے قائل تھے اور وہ انہیں اس کا اہل سمجھتے تھے کہ انہیں ملک الشعراء بنایا جائے۔ لیکن مولانا طبع آبادی کا نقطہ نظر دوسرا تھا وہ اقبال کے شاعرانہ مقام سے بعض نا آشنا تھے۔ ان کی نظر علامہ مرحوم کے سیاسی کردار پر تھی۔ ان کے بیان سے دو باتیں مولانا آزاد کے سامنے صاف صاف نقطوں میں آگئیں:

۱۔ مولانا اپنی تجویز واپس لے لیں۔

۲۔ اگر مولانا اس سے متفق نہ ہوں تو یہ تجویز ضرور شائع کریں لیکن ادارت کان (بیچ آبادی) کا نام نکال دیں۔

مولانا بیچ آبادی فرماتے ہیں:

”یہ سن کر مولانا نے ہاتھ کے کاغذات بھاڑ ڈالے اور فرمایا آپ ٹھیک کہتے ہیں، ہمیں یہ تجویز پیش نہیں کرنا چاہیے“

بظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ مولانا اس بات سے متفق ہو گئے تھے کہ علامہ اقبال اس سے سیاسی فائدہ اٹھائیں گے اس لیے ایسی کوئی تجویز پیش نہیں کرنی چاہیے۔ لیکن خود مولانا بیچ آبادی کے تبصرے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اس رائے سے متاثر نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ ایک مخلص اور قابل اعتماد ایڈیٹر کو ہاتھ سے گنوا نا نہیں چاہتے تھے۔ مولانا بیچ آبادی کے تبصرے کے الفاظ یہ ہیں:

”مولانا با اصول اخبار نویس تھے اور اپنے اخبار کے ایڈیٹر کی رائے کا احترام کرتے تھے“

اس تبصرے کے بعد ہمیں یقین رکھنا چاہیے کہ اقبال کے بارے میں مولانا کی رائے نہ بدل گئی تھی بلکہ ایڈیٹر کی رائے کے احترام میں انھوں نے اپنی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ لیکن ہمیں مولانا بیچ آبادی کے تعلق سے بھی سوچنا چاہیے کہ آیا واقعی یہ ان کی رائے تھی؟ آخر ۱۹۲۳ء میں جب کہ انھوں نے الجامعہ (شمارہ ۲) بابت ۱۵ اپریل ۱۹۲۳ء میں حضرت علامہ اقبال کے مدترانہ ملی ”کا ترجمہ خود چھاپا تھا اور اس پر اپنے ادارتی نوٹ میں علامہ مرحوم کی شخصیت اور ان کے فکر و پیغام کی عظمت اور اہمیت کا یہ کہہ کر اعتراف کیا تھا:

۱۔ ترانے کے بارے میں: من احسن الاناشید الهندیۃ الاسلامیہ

۲۔ شاعر کی شخصیت کے بارے میں: محمد اقبال شاعر الہند الکبیر والفیلوف الشہیر و صوفی فرقا رجال الہند والتعرجین من کلیات او و باوالماثرین علی شہادات علمیۃ عظیمۃ واستوغلیں فی العلوم الدینیۃ۔

۳۔ ملک میں ان کی منزلت اور اقران و معاصرین کے بارے میں: ولہ منزلتہ کبیرۃ فی قلوب ابناء وطنہ و درجۃ سامیۃ فی زمرۃ اقرانہ“

نیز یورپ کے اہل علم کو بھی ان کی عظمت کا اعتراف تھا: فاجلہ الناس ہناک و غلوہ

۴۔ اب (۲۵ء میں) بیچ آبادی کہتے ہیں: ڈاکٹر صاحب (اقبال) کے شاعرانہ کمالات کے مبصر آپ ہیں، مجھے شاعری سے ذوق نہیں ہے لیکن ۱۹۲۲ء میں علامہ مرحوم کے شاعرانہ کمال کے بارے میں انھیں نے فرمایا تھا: وہ صاحب مذہب فی الشعر و مبدع اسلوب الجدید فیہ“

۵۔ دعوت اور پیغام کے بارے میں: یدعو فی شعرہ الی نجدید الجماعتہ الاسلامیۃ و احیاء الاخوة الدینیۃ“

۶۔ نیز علامہ کے محاسن شعر کا نقضاً تھا کہ قارئین الجماعہ کو آئندہ بھی ان کے مطالعے سے لطف اندوز ہونے کا سروسامان کیا جائے۔

ان شخصی اور علمی و فکری اوصاف و محامد کے اعتراف کے بعد کیا رہ جاتا ہے کہ اقبالؒ کو ”ملک الشعراء“ تسلیم نہ کر لیا جائے اور شاعرانہ کمالات کے اعتراف کی ذمہ داری مولاناؒ پر ڈال دی جائے؟ اگر علامہ مرحوم ”شاعر الہند اکبر“ تھے اگر انھیں ابنائے وطن کے دلوں میں ”منزلۃ کبریٰ“ حاصل تھی اور یورپ کے لوگ بھی ان کی جلالت قدر اور عظمت علم و فکر کے معترف تھے (فاجلہ الناس ہناک و عظموہ) تو انھیں ”ملک الشعراء“ کیوں نہ تسلیم کر لیا جاسکتا تھا؟ ۲۳ء اور ۲۵ء کے دوران میں حالات و افکار میں کوئی ایسا انقلاب آگیا تھا کہ بیچ آبادی کی رائے علامہ مرحوم کے بارے میں بدل جاتی۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں اعتراف کرنا چاہیے کہ انھیں اپنی رائے تبدیل کر لینے کا حق تھا۔

پیام کے بارے میں اس تفصیل اور مولانا بیچ آبادی کے مفصل بیان کے باوجود یہ معلوم نہیں ہوتا کہ پیام کا اجرا الجماعہ کے بند ہونے کے کتنے عرصے بعد عمل میں آیا تھا اور کتنے دن جاری رہ کر بند ہوا تھا۔ ذکر آزادؒ ہیں (ص ۱۵-۳۱۴) ۳۰ جولائی ۱۹۲۵ء کا جو خط مولانا آزادؒ کا نقل ہوا ہے۔ اس میں مولانا لکھتے ہیں:

”اگر ستمبر میں کام نہ شروع ہوا تو۔۔۔۔۔ اکتوبر سے زیادہ تاخیر نہ ہوگی۔ یہ بھی

اس صورت میں کہ میں باہر جاؤں۔۔۔۔۔ ستمبر سے اجرا لازمی ہے۔“

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ”پیام کے اجرا اور بندش کا واقعہ ۱۹۲۵ء کے آخری تین مہینوں سے تعلق رکھتا ہے۔

لے نیز دیکھیے، مکتیبہ ابوالکلام آزاد، مرتبہ ابوسلمان شاہجہان پوری، کراچی ۱۹۸۱ء، ص ۱۳۰

احمد سعید ملیح آبادی سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر عابد رضا بیدار صاحب کا خیال ہے ”پیام“ کے نام سے مولانا آزاد کا کوئی اخبار مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کی ادارت میں نکلا ہی نہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اس بارے میں مولانا ملیح آبادی سے تسامع ہوا۔ ممکن ہے حقیقت یہی ہو اور آئندہ تحقیق سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جائے۔ لیکن جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے مولانا ملیح آبادی کی بیان کردہ تفصیلات کو تظرا تہ از نہیں کر دینا چاہیے۔

الہلال (۱۹۲۷ء) (اشاریہ مندرجات)

الہلال (۱۹۲۷ء) کا انڈکس نذر قارئین ہے۔ اس کے بارے میں چند ضروری باتیں پیش نظر رکھنی چاہئیں۔
۱۔ یہ انڈکس انہیں عنوان کے تحت ترتیب دیا گیا ہے، جو عنوانات الہلال میں نمایاں ہوئے تھے۔
اگرچہ بعض مضامین کی صحیح جگہ کسی دوسرے عنوان کے تحت نظر آتی ہے اور ممکن ہے کوئی مضمون سہواً
ہی کسی عنوان کے تحت درج ہو گیا ہو لیکن اس انڈکس میں ہر اندراج کو الہلال کے عنوان کے تحت
رکھا گیا ہے۔

۲۔ اس انڈکس میں ایک دو عنوان ایسے ہیں جو الہلال میں نظر نہیں آئیں گے اور بعض طویل
عنوانات کو مختصر کر کے درج کیا ہے۔ مثلاً؛

الف: طریق طباعت کے بارے میں قارئین الہلال کے جو افکار و آراء شائع ہو رہے تھے اور جن کا سلسلہ
شمارہ ۷۵ سے شروع ہو کر آخری نمبر تک جاری رہا۔ اس کا عنوان تھا؛ ”کیا حروف کی طباعت
اردو طباعت کے لیے موزوں نہیں؟“ انڈکس میں اس کا اندراج ”اردو طباعت“ کے
عنوان سے ہوا ہے۔

ب۔ الہلال کا ایک عنوان تھا؛ ”مشرق کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں“ اور اسی طرح کا دوسرا عنوان
تھا؛ ”مغرب کی تاریخ جدید کی تاریخی شخصیتیں“۔ ان دونوں عنوانوں کے لیے ”تاریخی شخصیتیں“
عنوان اختیار کیا گیا ہے۔

ج۔ اسی طرح الہلال کی اشاعت میں تاخیر تصویروں، مضمونوں، ٹائپ، طباعت، قیمت وغیرہ کے
مسائل کے بارے میں جو اعلانات، اطلاعات یا اعتذارات چھپتے تھے۔ انہیں الگ الگ درج کرنے
کے بجائے ان سب کے لیے ایک عنوان ”الہلال“ اختیار کیا گیا ہے۔

د۔ جو چیزیں الہلال میں اس کے مقررہ کسی عنوان کے بغیر شائع ہوئی تھیں۔ ان سب کو ”متفرقات“
کے ذیل میں درج کیا گیا ہے۔

۳۔ الہلال کا یہ دور صرف ایک جلد پر مشتمل ہے اور اس کا آغاز و اختتام ایک ہی سال (۱۹۲۷ء)

میں ہو گیا تھا۔ اس لیے حوالوں میں جلد کا نمبر (۱) اور سال (۱۹۶۷ء) حذف کر دیا گیا ہے۔

آثار علمیہ و خطیہ

صحیح بخاری کا ایک تاریخی صفحہ (معتمد مدرسہ شیخ محمد الدین فیروز آبادی) ۶۱ ستمبر، ش ۱۳ ص ۱۰

آثار عتیقہ

محدث کی (بدایوں)

شہرِ قدیم کا انکشاف (۱) ۲۱ اکتوبر، ش ۱۸ ص ۱۱

۲۸ (۲) / ۱۹ ص ۲

ولی اللہ، میر

مکمل ہندوستان قدیم کا ایک مکمل منظر زمین کے نیچے۔ پیروان بدھ کے شہر دارالعلوم

اور خانقاہیں۔ ۱۶ جولائی، ش ۲۶ ص ۲۰

ازمنہ وسطیٰ میں عربی طبابت؛ اور اطباء یورپ ۲۲ جولائی، ش ۴ ص ۳

اندلس میں اسلامی تمدن کا آخری نقش قدم؛ کتبۃ المکرمات کے آثار ۱۰ جون، ش ۱ ص ۱۲

ایک قدیم سر ق۔ خلیفہ ہارون الرشید اور فرانسیسی سفارت ۷ اکتوبر، ش ۱۶ ص ۵

سات عجائبات عالم۔ جدید علم آثار و تنقیب کی روشنی میں:

۱۔ ڈائناما کا مندر ۱۹ اگست، ش ۱۰ ص ۹

۲۔ فقیرہ موسولس ۱۹ اگست، ش ۱۰ ص ۱۱

۳۔ اسکندریہ کا منارہ ۲۴ اگست، ش ۱۱ ص ۸

۴۔ مشتری کا جھنڈ ۲۴ اگست، ش ۱۱ ص ۹

۵۔ روڈس کا عظیم بت ۲ ستمبر، ش ۱۲ ص ۲

۶۔ بابل کے متعلق باغ ۲ ستمبر، ش ۱۲ ص ۳

۷۔ اہرام مصر ۲ ستمبر، ش ۱۲ ص ۴

علم الآثار ۱۲ اگست، ش ۹ ص ۸

علم الآثار مصر کا جدید ذخیرہ۔ فراعنہ مصر کے عظیم ہیکل ۲۵ نومبر، ش ۲۳ ص ۹

فرانس کی نئی اثری دریافت - محمد حیری کی عجیب و غریب اشیا
فلسطین میں آثار قدیمہ؛ ہتھیاروں کا قدیم سا پنجرہ - پتھر کی تپاشیاں

۲۲ نومبر، ۲۲، ص ۱۰
۲۵ نومبر، ۲۲، ص ۱۸

احرار اسلام

ادائل عہد اموی کی اسلامی ذہنیت؛ ایک بڑے عیاض خلیفہ کے دربار میں - سودہ بنت عمارہ

۲۸ اکتوبر، ۱۹، ص ۲۱

(۱)

۲۴ نومبر، ۲۰، ص ۱۹

(۲)

۱۱ نومبر، ۲۱، ص ۲۰

زرقابتِ عدی - دربارِ خلافت میں

ادبیات

۱۴ ستمبر، ۱۲، ص ۲۰

ان من البیان لسمہ؛ مرحوم سعدی پاشا زغلول کی بلیغ تقریریں

۲۲ ستمبر، ۱۲، ص ۲۰

سعدی پاشا زغلول کے اقوال

۳۰ ستمبر، ۱۵، ص ۲۰

سعدی پاشا زغلول کے اقوال

۱۲ اگست، ۹، ص ۱۲

حکماء و شعراء مغرب کے بعض افکار و خواطر حسن، عورت اور ذہانت،

۲۹ جولائی، ۷، ص ۱۳

تین ہزار سال پہلے کی شاعری؛ قدیم مصری شاعری

۲۲ جون، ۲، ص ۶

مال؛ مادری محبت و شعور پر چند خیالات

۲۴ جون، ۲، ص ۵

موجودہ ترکی شاعری کا ایک نمونہ؛ شاعر اور بلبل لازمیاء الدین خسرو زادہ

اردو طباعت

اردو طباعت کا مسئلہ اور قارئین الہلال کے افکار و اکرا

کبھی دہلوی، برج موہن و ناتریر

۱۹ اگست، ۱۰، ص ۷

اردو ٹائپ (ایک مراسلہ)

یہ واقعہ حضرت امیر معاویہ کے عہد کا ہے۔ اس کا وہ عنوان نہیں "جو سودہ بنت عمارہ" کا ہے

یہ ناطق کمال، بونی، شاپی اور واشنگٹن اردن کے اقوال

۱۹ اگست، ش ۱۰، ص ۹

الہلال (نوٹ)

کیا حروف کی طباعت اردو طباعت کے لیے موزوں نہیں ہے؟ ۱۵ جولائی، ۹۱، سبر، ش ۲۵، ص ۱

افسانہ

۲۳ ستمبر، ش ۱۵، ص ۴

ترکی تاریخ کا ایک عجیب و غریب صفحہ۔ شاہزادہ چیم کا افسوس ناک انجام

۱۲ اگست، ش ۹، ص ۲

حقیقت کہاں ہے؟ یونانی علم الامنام کا ایک افسانہ حکمت

۲ ستمبر، ش ۲۲، ص ۱۵

خط استوا کے افریقی قبائل۔ ملک نم نم۔ ایک افسانہ تاریخی سرگزشت

۲۱ اکتوبر، ش ۱۸، ص ۱۳

روحانیات کی مجلس۔ ہولناک رات

۷ اکتوبر، ش ۱۶، ص ۱۳

غضب ناک محبوبہ (پال ہیس)

۱۴ اکتوبر، ش ۱۷، ص ۲۰

غضب ناک محبوبہ (پال ہیس) (۲)

۲۲ ستمبر، ش ۱۲، ص ۱۵

مال کی محبت

۱۵ جولائی، ش ۵، ص ۵

محبت اور قربانی یا سزا اور انتقام؛ ویکٹر ہیوگو کا بدبشپ؛ اور تاریخ اسلام کا بغدادی (۱)

۲۲ جولائی، ش ۶، ص ۲۰

(۲)

" " " " " "

۱۱ نومبر، ش ۲۱، ص ۱۷

فرانس کا آخری مقبول ڈراما۔ ایلین کاشوہر

۲۶ اگست، ش ۱۱، ص ۲۴

نیولین پر قاتلانہ حملہ

۲۸ اکتوبر، ش ۱۹، ص ۱۹

نیولین پر دوسرا حملہ

باب التفسیر

تفسیر سورہ فاتحہ کا ایک صفحہ؛ صفات الہی کے انسانی تصور کی تکمیل اور اس کا سلسلہ ارتقا

۱۵ اگست، ش ۸، ص ۲۱

(۱) الحمد للہ رب العالمین

۱۹ ستمبر، ش ۱۰، ص ۱۸

(۲)

" " " " " "

۲ ستمبر، ش ۱۲، ص ۵

(۳)

" " " " " "

۱۷ ستمبر، ش ۱۰، ص ۱۸

۱۹ دسمبر ۱۹۲۷ء شمارہ ۲۵ تک شائع ہوتی رہیں۔

- حضرت ابراہیم اور ایک بادشاہ کا مکالمہ۔ آیۃ کریمہ "الم ترالی الذی حاج ابراہیم" کی تفسیر
مولوی محمد عبدالحق سکندر آبادی۔ (لاستفسار) ۱۴ اکتوبر ۱۷ ص ۲
- حجتہ ابراہیمی۔ آیۃ کریمہ "الم ترالی الذی..." کی تفسیر۔ قرآن مجید کا اسلوب بیان اور طریق استدلال۔
تفسیر کا قرآنی اور غیر قرآنی طریقہ۔ مولانا ابوالکلام (جواب) (۱) ۱۱ نومبر ۲۱ ص ۱۱
- " " " " " (۲) ۱۸ نومبر ۲۲ ص ۵
- " " " " " (۳) ۲۵ نومبر ۲۳ ص ۵
- " " " " " (۴) ۲ دسمبر ۲۴ ص ۲

برید شرق

ترکی :

- مکتوب انگورہ؛ ترکی کے سیاسی، معاشی حالات
۱۰ جون، ۱۷ ص ۱۴
- مکتوب قسطنطنیہ؛ ترکی کا مہرم، امیر البحر برٹشل جابیان، انگورہ قسریہ دیوے، روس
۱۶ جون، ۱۷ ص ۱۴
- انگریزی جھگڑا اور ترکی
۲۲ جون، ۱۷ ص ۲۱
- ؛ دو تاریخی دشمن رُودر رُود عباس پاشا علمی اور لارڈ کرومر
۲۲ جون، ۱۷ ص ۲۱
- ؛ استنبول اور انگورہ کی عید، خلق فرقہ سی، ترکی اور روس، غازی
۱۵ جولائی، ۱۷ ص ۱۹
- مصطفیٰ کمال پاشا کا سفر آستانہ
۱۵ جولائی، ۱۷ ص ۱۹
- مکتوب انگورہ؛ شورائے دولت، طبی تحقیق، وزیر خارجہ کی تقریحات، مجلس قومی کا نیا انتخاب، ترکی
۱۵ جولائی، ۱۷ ص ۱۹
- مورت اور حق انتخاب، برطانیہ کی سازشیں، ترکی اور افغانستان
۱۵ جولائی، ۱۷ ص ۱۹
- مکتوب قسطنطنیہ؛ غازی مصطفیٰ پاشا کی آمد، تاریخ کی یاد، غازی موصوف کی تقریر
۱۵ اگست، ۱۷ ص ۱۸
- ؛ نوجوان ترکی پر ایک نظر۔ ترکی کی اجتماعی زندگی کا مطالعہ
۱۲ ص ۱۹
- ؛ غازی بر دوسرے میں، افغانستان اور ترکی، بیزنطین آثار
۱۹ ص ۱۹
- مکتوب آستانہ؛ ایشیا اور یورپ کا اتصال، ترکی میں اشاعت اسلام، ترکی موسیقی، مصطفیٰ کمال پاشا کا سفر اور نہ
۱۹ ص ۱۹

بہ خدیو مہر کے مقصد جاشید ادیبی علمی اور کردہر کا قسطنطنیہ کی عدالت میں آنا سامنا۔

۳۶، اگست، ش ۱۱، ص ۱۹

درہ و اتیال کی قلعہ بندی

مکتوب آستانہ؛ شاہ مرزا سفر انگلستان، ترک قرضے کا تصفیہ، ترکی اور ایران اور ترکی پائے نخت، ۹ ستمبر، ش ۱۳، ص ۱۸

مکتوب قسطنطنیہ، غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا پیغام، مجلس وطن کا انتخاب، غازی کے خلاف سازش، ۷ اکتوبر، ش ۱۶، ص ۱۱

۱۸ نومبر، ش ۲۲، ص ۱۵

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا تاریخی خطبہ

مکتوب آستانہ؛ نصر علیزین کے ہوٹل کی بندش، مجلس کے انتخابات، ایک نئی سازش،

۱۲ اکتوبر، ش ۱۷، ص ۵

ترک اور افغان، ترکی اور ایران

۱۱ نومبر، ش ۲۱، ص ۱۵

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا خطبہ، عید آستانہ، ترکی کا فرانس، ترکی اور ایران

غازی کے خطبے کا لقیہ، مسئلہ خلافت، خطبہ کا عام اثر، جمہوری ترکی کا آئندہ

۲۵ نومبر، ش ۲۳، ص ۱۶

مسک، ترکی کی نئی مردم شماری

غازی مصطفیٰ کمال پاشا کا از سر نو انتخاب، سازشیں کو سزا، ترکی کی آبائی

۹ دسمبر، ش ۲۵، ص ۱۵

ترکی اور امریکہ، ترکی میزانیہ

حجاز:

۲۱ اکتوبر، ش ۱۸، ص ۲۰

معادہ حجاز و برطانیہ

مکتوب حجاز؛ جدید اصلاحات، مجلس تفتیش، تعلیم، عدالتی نظام، مجلس امراء المعروف، مجلس الاحکام الشرعیہ،

۲۸ اکتوبر، ش ۱۹، ص ۱۶

حفظان صحت، نہر زبیدہ وغیرہ

۲۱، ش ۱۸، ص ۱۲

معادہ جدہ، مسئلہ اسلحہ، عقیدہ معان، معاہدے کی کامیابی کے اسباب

لجنہ تفتیش مدینہ منورہ میں، سلطان کا سفر نجد، عبیر کے لیے طبی وفد

۲ دسمبر، ش ۲۲، ص ۱۶

عدل و امان

اصلاح و ترقی کا اعلان، سلطان کی تقریریں، مجلس شوریٰ کا انتظام اور مجلس

۲۶، اگست، ش ۱۱، ص ۲۱

کے ارکان اور ایک امید افزا واقعہ

شام:

۲۲ جولائی، ش ۶، ص ۱۱

مکتوب شام؛ شام و فرانس کے سیاسی تعلقات

۹ ستمبر، ش ۱۳، ص ۱۹

ہائی کمشنر کا بیان، فرانس کی بددستی

۱۸ جولائی، ش ۶، ص ۱۸

شام کا مستقبل، جہاد آزادی، شام کی قومی تحریک

عراق و فلسطین:

- مکتوب عراق؛ تعلیم، امیر فیصل کی ایک اخبار نویس سے ملاقات، عراقی فوج اور
 ۱۶ جولائی، ش ۴، ص ۱۶
 برطانیہ، کویت کی پمپائیت اور کردستان
 ۱۰ جون، ش ۱۲، ص ۱۷
 فلسطین کی چھیٹی؛ سیاسی حالات اور حضرت یوسفؑ کی قبر کی دریافت
 ۲۲ جون، ش ۲، ص ۲۳
 مکتوب فلسطین؛ جامعہ عبرانی، موتر قومی، مجلس تشریعی اور دیگر حالات
 فلسطین۔ اسرائیل کے منتشر گھرانے کا اجتماع۔ صیہونی تحریک (آغاز و مقاصد)
 ۱۶ جولائی، ش ۴، ص ۱۷
 عالم گیر جنگ عالم

مصر:

- مکتوب مصر؛ انگریزی مصری نزع، حج براہ مصر
 ۲۲ جولائی، ش ۴، ص ۱۰
 "؛ نئے رہنما کا انتخاب، وفد کا پیغام
 ۱۱ اکتوبر، ش ۱۷، ص ۱۶
 "؛ فقید الشرق احمد سعد زغلول پاشا
 ۱۴ ستمبر، ش ۱۲، ص ۱۷
 "؛ سعد پاشا زغلول کی زندگی پر ایک نظر
 ۳۰ ستمبر، ش ۱۵، ص ۱۷
 "؛ مصر کی سیاسی بیداری کی تاریخ۔ معطلی، غاس پاشا مصری رہنما کی زبانی
 ۹ دسمبر، ش ۲۵، ص ۱۸
 "؛ مکتوب مصر؛ مصر کی موجودہ سیاست پر ایک نظر
 "؛ مصر و برطانیہ کی نزاع، لالہ ڈجارج لائڈ کی بے ضابطگی، حمل مصری وغیرہ
 ۲۳ جولائی، ش ۲، ص ۲۳
 "؛ انگریزی مصری نزاع، مصر کی ذہنی و اجتماعی ترقی
 ۱۶ جولائی، ش ۴، ص ۱۹
 "؛ مصر کے سیاسی، معاشی، علمی، تعلیمی حالات
 ۱۰ جون، ش ۱، ص ۱۵

شمالی افریقہ:

- شمالی افریقہ۔ مراکش، ٹیونس اور الجزائر۔ فرانسیسی استعمار کے بعد
 ۱۱ نومبر، ش ۲۱، ص ۱۵

مشرق بعید:

- مکتوب چین؛ چین کے بڑے سپہ سالار اور جنوبی چین کی مشہور شخصیتیں
 ۱۵ جولائی، ش ۵، ص ۱۹
 "؛ چین کے سیاسی و سماجی حالات
 ۲۲ جون، ش ۲، ص ۲۵

برید فرنگ

اطلی:

۵۔ اگست، ش ۸، ص ۱۶

اطلی کے نئے اصول مکرانی ہمسوینی کی عجیب و غریب تقریر

امریکہ:

مکتوب امریکہ؛ امریکہ میں تمدنی اور صناعی ترقی کا افراط اور رد فعل اور عورتوں کی زندگی

۲۹ جولائی، ش ۷، ص ۱۹

سے بیزاری

۲۶ اگست، ش ۱۱، ص ۱۶

ریاست ہائے متحدہ امریکہ؛ بین الاقوامی سیاست سے علیحدگی

۱۷ ص ۱۷

امریکہ میں اتحاد کی مقبولیت۔ اتحادی انجمنوں کی دعوت و تبلیغ

۹ ستمبر، ش ۱۳، ص ۲۰

مکتوب امریکہ؛ شادی کے مروجہ طریقے کے خلاف تحریک۔ امریکہ کی دولت

انگلستان:

مکتوب لندن؛ فواد اول سلطان مصر کا لندن میں ورود اور مصر و انگلستان کے بعض ممالک ۲۲ جولائی، ش ۶، ص ۷

روس:

روس کا نفس پرست شاہی راہت راس پوٹین۔ خاندان زار کی تاریخ کا آخری صفحہ ۱۲ اگست، ش ۹، ص ۱۵

۹ دسمبر، ش ۲۵، ص ۹

انقلاب روس کی جوہلی۔ دسویں سالگرہ کا جشن

جرمنی:

۲۲ جون، ش ۲، ص ۲۶

جرمنی کی چٹھی

۱۰ جون، ش ۱، ص ۸

جمہوریہ اور شاہیہ کی نئی کشمکش۔ تاج کے لیے دو جرمن عورتوں کی محض جنگ

۲۱ اکتوبر، ش ۱۸، ص ۱۹

مکتوب جرمنی؛ قبعر کی جرمنی میں واپسی، قبعر کے موجودہ خیالات وغیرہ

رومانیا:

۱۰ جون، ش ۱، ص ۱۰

حسن و عشق اور تاج و تخت لے

لے رومانیہ کے دار الشہرت کے ابتلائے عشق کی داستان۔ اس کی محبوبہ دیوی کی زبانی۔ ایک انگریز خاتون اخبار نویس کا انٹرویو۔

فرانس؛

مکتوب فرانس؛ انگلستان فرانس کی کشمکش، فرانس میں شاہی رعایتہ عورتوں کے لیے

- جبری فوجی خدمت اور عورتوں کے سیاسی حقوق ۱۶ ستمبر، ش ۱۴، ص ۲
- ۲۶ جولائی، ش ۲، ص ۲۶ " بحر اٹلانٹک کو پرواز کے ذریعے عبور کرنے میں سبقت
- ۱۶ جولائی، ش ۲، ص ۹ " فرانسیسی اولوالعزمی کی قربانی - کپتان نجیسر کی مفقود انجیری
- ۱۶ جولائی، ش ۲، ص ۲۳ مکتوب فرانس؛ شیخ سنوسی، امریکہ کی کامیاب ہوائی مہم
- ۲۳ جولائی، ش ۴، ص ۱۰ " فیلیپ بینیل اور اسموئیل کرویشن کی صد سالہ برسیاں، عثمانی شاہزادہ
- ۲۳ جولائی، ش ۴، ص ۱۰ " برہان الدین ابن سلطان عبد الحمید خاں کی وفات
- ۷ اکتوبر، ش ۱۶، ص ۱۰ " برید فرنگ؛ بد نصیب کمزور پتی - کیا دولت حسرت کا سبب ہے، دولت جمع کرنے کے لیے ہے یا خرچ کرنے کے لیے
- ۱۱ نومبر، ش ۲۱، ص ۹ " " یورپ میں ایک مشرق درویشی (ظاہریے)
- ۱۱ نومبر، ش ۲۱، ص ۱۱ " " مصر اور ترکی کی نسوانی تحریکات
- ۱۶ نومبر، ش ۲۰، ص ۹ " " ہوائی سفر کا ایک نیا تجربہ
- ۲۱ اکتوبر، ش ۱۹، ص ۵ " " اب میں مرد ہوں - ایک عورت کے خیالات مرد ہو جانے کے بعد
- ۲۵ نومبر، ش ۲۳، ص ۱۰ " " یورپ کا ایک نیا نقشہ - تجارت کی حفاظت اور آزادی کا حصار
- ۲۵ نومبر، ش ۲۳، ص ۱۰ " " علم اور سیسی کلیا - کتاب پیدائش اور تخلیق کائنات - برہنگہم کے
- ۱۱ " " " بشیپ کا کفر اور زندگی
- ۲۱ اکتوبر، ش ۱۸، ص ۴ " " دنیا کی مشترک اور عام زبان - اسپرینٹو
- ۲۲ دسمبر، ش ۲۴، ص ۱۱ " " " حجاز اور سمرقند
- ۱۲ " " " " دوسرا طوفان نوح اور کشتی جس کا نام "دبیت داؤد" ہے
- ۱۱ " " " " " میڈونا (مجسمہ) کے لیے ہندوستانی نمونہ
- ۱۰ " " " " " ترک کی نسوانی تحریک

لئے یہودیوں کا ایک فرقہ اور اس کے عقائد

بصائر و حکم

- انسانیت موت کے دروازے پر۔ اکابر تاریخ اسلام کے مختصر و فیات: امام علی علیہ السلام ۲۳ جون، ۲ ش، ۱۳ ص
- حسین بن علی علیہما السلام ۱۵ جولائی، ۵ ص، ۱۳
- ۲۲ جولائی، ۶ ص، ۱۳ (۲) // " " " " " "
- ۲۹ جولائی، ۷ ص، ۱۳ (۳) " " " " " "
- انسانیت موت کے دروازے پر۔ اکابر تاریخ اسلام کے مختصر و فیات: عمرو بن العاص رضی ۵ اگست، ۸ ص، ۱۳
- حجاج بن یوسف ثقفی ۱۲ " " " " " " ۱۹ ص، ۲۰
- امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی ۲۶ " " " " " " ۱۱ ص، ۱۸
- حضرت ابوبکر صدیق رضی عنہ عمر بن خطاب رضی عنہ عثمان بن عفان رضی عنہ
- سلطان فارسی رضی امام حسن رضی ابو ہریرہ رضی سعد بن العاص رضی
- سعید بن عمرو رضی عنہ ابن العاص رضی عنہ ربیع بن جحش رضی معاویہ بن زید رضی معاویہ رضی
- جلیل شاعر، مہلب بن ابی صفر، عبد الملک بن مردان، ابن القریبہ،
- اخطل، ابراہیم مخفی امام کوفہ، مردان بن محمد ابو جعفر منصور، امام سفیان ثوری
- عبداللہ بن عبدالعزیز، سیبویہ امام نحو ۷ اکتوبر، ۱۶ ص، ۱۶
- ابراہیم موصلی، عباس بن الاحنف، ہارون الرشید، ابو نوہس،
- محمد امین، معروف الکرخی، بشیر بن المنصور ۱۲ اکتوبر، ۱۷ ص، ۱۹
- امام قاضی، مامون الرشید، ابو القتایبہ خلیفہ واثق باللہ،
- خلیفہ مستقر باللہ، امام جاحظ، خلیفہ معتقد باللہ ۲۱ اکتوبر، ۱۸ ص، ۲۱
- ماہ ربیع الاول کا اختتام اور واقعہ ولادت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تاریخ عالم کی
- عظیم ہستیاں اور داعی لا الہ الا اللہ کی عظمت ۳ ستمبر، ۱۵ ص، ۱۹
- مرغی پہلے پیدا ہوئی یا انڈا؟ مومن و منکر کا ایک دلچسپ مکالمہ ۱۰ جون، ۱ ص، ۲۰

تاریخ و عبر

ہندوستان اور حکیم ابوریحان بیرونی

تاریخ عہد عباسیہ کا ایک صفحہ محمد الامین اور عبداللہ المامون

فرانس کا قانع اعظم اور اسلام کیا نپولین مسلمان ہو گیا تھا؟

ہندوستان۔ انگریزی حکومت سے پہلے اور انگریز حکومت کے بعد خود انگریز مدبروں اور

مصنفوں کی نظریں

۲۴ نومبر، ۱۶ء، ص ۱۶ (۲) " " " " " "

۱۸ نومبر، ۲۲ء، ص ۱۳ (۳) " " " " " "

۲۵ نومبر، ۲۳ء، ص ۱۲ (۴) " " " " " "

۲ دسمبر، ۲۴ء، ص ۱۴ (۵) " " " " " "

۹ دسمبر، ۲۵ء، ص ۱۶ (۶) " " " " " "

۲ دسمبر، ۲۶ء، ص ۱۳ عرب خلفاء و سلاطین کے مختصر جوابات

تاریخ جنگ ملیبی کا ایک صفحہ عربوں کے آتش بار اسلحہ۔ ٹوٹی ہنم کے مورخ کا چشمہ دیدار ۲۵ نومبر، ۲۳ء، ص ۱۳

آزادی کی راہ میں۔ تاریخ قرطاجہ کا ایک عبرت انگیز صفحہ ۱۸ نومبر، ۲۱ء، ص ۱۹

تاریخ اسلام کا نفسیاتی مطالعہ۔ عہد امویہ کا خاتمہ اور عباسیہ کی تاسیس۔ تاریخ

اسلام کے ابتدائی عہد کے سیاسی و دینی و محرکات ۱۶ ستمبر، ۱۴ء، ص ۱۳

۱۳ ستمبر، ۱۵ء، ص ۱۴ " " " " " "

ہندوستان کی تجارت پر مشرق و مغرب کا تعادم، امریکہ اور اس امیڈ کے اکتشافات؛

واسکو ڈی گاما نے ایک عرب کے ذریعے کامیابی حاصل کی ۹ ستمبر، ۱۳ء، ص ۱۰

مسیحیت اور بت پرستی ۱۴ اکتوبر، ۱۱ء، ص ۹

ہندوستان اور مجموعہ عالم (موازنہ رقبہ و آبادی) ۲ نومبر، ۲۰ء، ص ۱۲

" " " " " " ۲ نومبر، ۲۱ء، ص ۲ (۲)

" " " " " " ۱۸ نومبر، ۲۲ء، ص ۲۰ (۳)

تفريح و ترویج فکر

بعض مشہور آدمیوں کے لطیفے

خواطر و سوانح

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

سیاحانِ عالم کے مشاہدات و تاثرات - ایک مہری سیاح (محمد شفیق) بغداد میں (۱۱) ۲۶ اگست، ۱۱، ص ۲۲

۱۵ (۳) ۱۴ ستمبر، ۱۲ ص ۱۵

۱۳ (۲) ۳۰ ستمبر، ۱۵، ص ۱۳

” ” ” - ایک مصری سیاح کے تاثرات۔ ٹینس اور البانیہ ۲۲ جولائی، ش ۴، ص ۱۳

" " " " " مغرب اقصیٰ اور اندلس پر ایک نظر اعتیدال جولائی، سنہ ۱۳۴۰ء

” ” ” - قدیم قسطنطنیہ پر ایک جدید نظر۔ استاد ذریعی محمود مصری ۷ اکتوبر، ش ۱۶، ص ۸

مکتوب شام بدروزی جهاد آزادی کا خاتمہ

مرحوم سعد زغلول باشا، مصر کی آخری حرکت استقلال کا قائد عظیم

ترکی حکومت اور اس کے اجتماعی و سیاسی تغیرات

۲۱ اکتوبر ۱۸۷۱ء (۲)

(۳) ۲۸ اکتوبر، ش ۱۹ ص ۲

ایک فراموش شدہ عظمت (امیر محمد بن عبد الکرم) جو تہذیب و یاد آوری کی مستحق ہے۔

(تصویر اور اس پر نوٹ) // // ص ۳۱

شام کی حرکت استقلال۔ فرانسیسی مظالم کے چند خونیں مناظر

ج ۱۳۲۵ سنه ۱۲۲۲ جول، ۲، ص ۱۰

خدیو عباس کے مقدمے کا فیصلہ

العبرقی اخبار البشر (از امام شمس الدین ذہبی)

امام ابن قیم کی کتاب العلم والعلماء (مخطوطے کی دریافت)

- پروفیسر ہنیوار کی یادداشت کتب
 ۲۳ مئی ۱۷
 ۲۴ ستمبر، ۱۲، ۱۷
 نہایت اہم اور شہاب الدین احمد نویری اور مسالک الالبصار رابن فضل اللہ اعمری
 ۱۹ جون، ۱۱، ۱۷
 مذہب اور دنیا کے جدید (پروفیسر و ہاٹ ہڈ)
 تاریخ کبیرہ (شمس الدین الدہلی) پریم راج کے گورڈن، آشور اور بابل کی
 نئی تاریخ (ڈی ڈی کننیل) قدیم ہندوستان میں سانپ کی حیثیت (ڈاکٹر کے ووجل)
 ۲۴ جون، ۱۷، ۱۸
 مجتہد تلمیذین کی فضول حرمیاں (بی ایس پیکل)
 لوزان کی آئینہ سیسی کانفرنس، ترکی کی جدید مردم شماری، آزادی پر دنیا کی نئی نظر
 دوسرا برٹ سیونیٹل، جدید روس کا جدید تمدن (سی ایچ ہر فورڈ) ترک اور رسل براہمی، امریکہ
 ۲۴ جون، ۱۷، ۱۹
 کے شامی اور استقلال شام، پارہ کا فوری علاج
 انسان کا مستقبل، بشری کے بارے میں تازہ معلومات
 ۹ دسمبر، ۲۵، ۲۰
 صنایع آنکھ جو رات کی تاریکی میں دیکھتی ہے، زلزلے سے پہلے اس کا اعلان،
 صدائی آفتا سید کیا چاند تک پہنچنا ممکن ہے؟ امریکہ سے یورپ، دو گھنٹے میں
 ۲ دسمبر، ۲۴، ۱۹
 پرنس یوسوفوف کا اعتراف، روسی راہب، واسپو میں کا قتل، برطانوی شہنشاہیت
 کا تنزل، جاپان میں اخبارات کی حیرت انگیز ترقی، ہنسی۔ ایک علمی اور نفسیاتی بحث
 ۲۵ نومبر، ۲۳، ۱۷
 ۲۸ اکتوبر، ۱۹، ۱۳
 روح۔ ساتھ اہل علم کے مباحث
 عظیم ایشان قوام ستارہ، تاریخ کا سب سے بڑا سواگ۔ مجلس اقوام کے بارے میں
 ۱۸ نومبر، ۲۲، ۱۸
 ایک امریکی اخبار نویس کے خیالات، جنون کے بارے میں ایک نیا نظریہ حیوانات کی عمر
 ۳۰ ستمبر، ۱۵، ۱۱
 شام و فلسطین کے فرستے (از ہرے چارلس لیوک)

مختارات

- عورت اور اتفاق
 ۱۹ اگست، ۱۰، ۱۷
 علماء کی خوش مزاجی، بادشاہوں کو ہدیہ، عورت کی طاقت (از انا توس فرانس)
 ۷ اکتوبر، ۱۹، ۱۷
 ۹ ستمبر، ۱۳، ۱۲
 اخبار نویس (اقوال مشاہیر)
 ۳۰ ستمبر، ۱۵، ۱۷
 حب ذات کس میں زیادہ ہے۔ مرد میں یا عورت میں؟

مذکرہ علمیہ

احساس الم کا زوالہ تکلیف کے احساس کا سبب کیا ہے؟

انسان کی تحقیق و ظہور کا اول محل

انسانی عمر کی درازی اور اعادہ شباب

” ” ”

برتر انسان (سپر مین)

برقی پھیلیاں (از پرو فیسر ڈیوڈ اسٹار)

جراثیم حیات (ایک اور جدید نظریہ)

ذبح آب کی سرگزشت (از ویرشیلڈ مترجمہ از سائنس ٹی فک امریکن)

ریڈیم: خزانہ قدرت کا سب سے زیادہ کامیاب جوہر

زمین پر کائنات حیات کا آغاز - علم و نظر کی درمندیوں

جام سماوی - کیا ستارے زندگی سے محروم ہیں؟

علوم ماہیہ کی نئی اور علم کے حوصلے

عمائیق یاد راز قد آدمی

تصحیح (سلسلہ عمائیق) از مولانا ابوالکلام

قانون توارث جسمانی و معنوی (منڈلی کا ناموس وراثت)

قدما کی مفقود صنعتیں

لاسکی کاراز

نظریہ ارتقا کا گم شدہ حلقہ

نظریہ نشو و ارتقا کی موجودہ منزل

” ” ”

۳۰ ستمبر، ش ۱۵، ص ۳

۱۶ جولائی، ش ۱۴، ص ۴

۱۵ جولائی، ش ۵، ص ۶

۲۲ جولائی، ش ۶، ص ۵

۳۰ ستمبر، ش ۱۵، ص ۶

۲۴ جون، ش ۲، ص ۸

۳۰ ستمبر، ش ۱۵، ص ۲

۱۰ جون، ش ۱، ص ۵

۵ اگست، ش ۸، ص ۳

۱۲ اگست، ش ۹، ص ۵

۱۴ اکتوبر، ش ۱۱، ص ۷

۲۸ اکتوبر، ش ۱۹، ص ۹

۱۶ جولائی، ش ۱۴، ص ۵

۵ اگست، ش ۸، ص ۱۸

۹ ستمبر، ش ۱۳، ص ۲

۹ دسمبر، ش ۲۵، ص ۸

۲ ستمبر، ش ۱۳، ص ۸

۵ اگست، ش ۸، ص ۲

۴ نومبر، ش ۲۰، ص ۲۰

۱۱ نومبر، ش ۲۱، ص ۱۶

مراستملات

مطبوعات جدیدہ

اسے یہ مضمون بھی ایڈورڈ ٹامس کی کتاب کا بعض اجراء کا ترجمہ ہے۔

فتوح الشام کی سرمدانی تاریخ (ایک قدیم تاریخی مخطوطے کی دریافت احمد اس کے بعض اجزائی اشاعت)

۱۰ جون، ش ۱، ص ۴

۱۶ جولائی، ش ۴، ص ۶

۲۴ نومبر، ش ۲۰، ص ۲

۱۱ نومبر، ش ۲۱، ص ۷

۱۸ نومبر، ش ۲۲، ص ۹

۲۴ جون، ش ۲، ص ۷

قابلیت کا مقیاس و میزان (ایک امریکی مصنف کی کتاب)

کیونٹزم اور اس کے مقاصد (ایڈیٹر کے نوٹ کے ساتھ)

(۲)

(۳)

کیا یورپ میں عربی نسل موجود ہے؟ (از ڈاکٹر احمد شاہین)

نیبولین اور اس کی اخلاقی زندگی - انسانی عظمت اور اخلاقی نامرادی میدان جنگ

۱۸ نومبر، ش ۲۲، ص ۲

اور حلقہ ہوس

۲۴ دسمبر، ش ۲۲، ص ۲

— میڈم بوبین سے محبت

مقالات

ابوالکلام، مولانا

اسلام اور نیشنلزم

۱۰ جون، ش ۱، ص ۷

۲۴ جون، ش ۲، ص ۱۵

(۲)

۱۶ جولائی، ش ۴، ص ۲۵

(۳)

پنجاب ہائی کورٹ کا ایک فیصلہ - کیا ہندوستان میں دلا زار اور نفرت انگیز

مذہبی حلوں کی روک کے لیے کوئی قانون نہیں؟

جولائی ۱۹۲۷ء میں جولائی ۱۹۲۵ء پر ایک نظر، دلش بندھو حیرت رنج داس

۲۴ جون، ش ۲، ص ۱۰

ج ۱۳۲۵ھ

حرم الحرام ۱۳۲۵ھ - نئے ہجری سنہ کا آغاز اتذکار و حیرت نبوی علی صاحبہا

۱۵ جولائی، ش ۵، ص ۲۱

الصلوة والسلام

۲۹ جولائی، ش ۷، ص ۲۱

(۲)

طاہر حسین، ڈاکٹر

ادب عربی اور جدید مصری مباحث؛ لیلیٰ مجنون (مع تعارفی نوٹ از الہلال)، ۱۹ اگست، ش ۱۰، ص ۱۵
۲۶ اگست، ش ۱۱، ص ۳ (۲) " " "

عبداللہ خاں (مصری)

— ابن بطوطہ کی سیاحت۔ ایشیائی تاریخ میں اس کا مرتبہ
آخری ملوک سلطان مصر (۱۵۱۱ء میں وینس کی ایک سفارت مصر کے چشم دید حالات) ۲۵، ص ۳
جدید مذہب و روح ۲، دسمبر، ش ۲۲، ص ۷

ڈاک کی تاریخ (۲) " " "
۲، دسمبر، ش ۲۵، ص ۲
۳۰، ستمبر، ش ۱۵، ص ۱۲

علم اور دین۔ کیا فی الحقیقت علم اور دین دو عمارت فریق ہیں؟
علم اور کلیسا کا معرکہ۔ کلیسیائی جیل و جود کے بعض تاریخی حقائق
علم الاجتماع ۳، ستمبر، ش ۱۵، ص ۸

۷، اکتوبر، ش ۱۶، ص ۲ (۲) " "
۱۲، اکتوبر، ش ۱۷، ص ۲ (۳) " "

عہد انقلاب اور شخصی استبداد۔ شخصی مطلق العنانی؛ دنیا کی موجودہ سیاست

برائیک سرسری نظر ۹، ستمبر، ش ۱۳، ص ۲
کیا قانون کی نکتہ چینی، قانون کی توہین ہے؟ تاریخ قانون مدینہ کا ایک

صفحہ؛ ڈاکٹر ہیگو کی تقریر اپنے لڑکے کی حمایت میں ۹، ستمبر، ش ۱۳، ص ۱

۱۴، ستمبر، ش ۱۲، ص ۲ (۲) " " "
۱۱، نومبر، ش ۲۱، ص ۲

مستشرقین اور استشراتی۔ عربوں اور اہل یورپ کے علائق
مقرر یا سیاست؟ سیاست سے پہلے تربیت ۲، ستمبر، ش ۱۲، ص ۹

الہلال

البر الکلام

افتتاحیہ: (۱۹۱۲ء)۔ الہلال کی اشاعت سے ۱۹۲۷ء تک حالات پر یک نظر ۱۰ جون، ش ۱، ص ۲

الہلال کا تیسرا دور (۱۹۲۷ء) ۲۴ جون، ش ۲، ص ۲

اطلاع مزدوری (از منیجر الہلال) ۱ ص ۱

از منیجر۔ الہلال کی اشاعت میں بے قاعدگی ۱۶ جولائی، ش ۱، ص ۳

از منیجر۔ بر سلسلہ تاخیر اشاعت الہلال ۱۲ اگست، ش ۹، ص ۲

الہلال کی خریداری کے لیے وی پی کے محلے منی اردو کے لیے ہدایت ۱۹ اگست، ش ۱۰، ص ۷

الہلال یک۔ بحیسی، لاہور کا الہلال گلشن سے کوئی تعلق نہیں ۲۴ اگست، ش ۱۱، ص ۲۰

الہلال پریس کے مشین روم کی مرمت، الہلال میں مولانا آزاد کے مضامین

کی اشاعت کا مسئلہ اور مولانا کی معروفیت تا بیف ترجمہ و تفسیر قرآن ۱۴ ستمبر، ش ۱۲، ص ۱۹

الہلال کے پچھلے نمبروں سے متعلق ۲۴ اکتوبر، ش ۷، ص ۸

مولانا البر الکلام کی علالت

اعتذار (الہلال کی متوقع اشاعت میں تاخیر اور اسباب تاخیر)

اعتذار (الہلال کی مطلوبہ تصاویر کی عدم تیاری) ۱۴ اکتوبر، ش ۷، ص ۷

اعلان۔ قارئین الہلال کے لیے (نئی جلد کے آغاز کا مسئلہ) ۲۴ ستمبر، ش ۲۵، ص ۲۲

۲ (۱۳ء اور ۲۷ء میں اشیائے طباعت کی قیمتوں کا فرق اور الہلال

کی قیمت)

الہلال (توسیع حلقہ اشاعت کی ضرورت) ۱۸ نومبر، ش ۲۲، ص ۱۰

۲۵ نومبر، ش ۲۳، ص ۵

الہلال کی تصاویر (عدم تیاری پر معذرت) ۷ اکتوبر، ش ۱۶، ص ۱۲

۱۷ الہلال کے تیسرے نمبر سے مضامین کے اضافے، تصاویر کے اہتمام اور معروضی سے ٹائپ کی فراہمی

کی اطلاع

۲۵۔ نمبر، شمس ۲۳، ص ۱۔

۴۱ دسمبر، شش ۲۲، ص ۱۸

متفرقات

اقوال، اخبار، اقتباسات و تراجم

۵، اگست، ش ۸، ص ۲۱

۴۴ رنومبر، ش. ۲، ص. ۱۰

۳۰ ستمبر، ش ۱۵، ص ۱۱

۱۰. جول، ش ۱، ص ۹

۲، ستمبر، ش ۱۲، ص ۱۶

۱۵، جولائی، ش ۵، ص ۲۴

۲۶ اگست، ۱۱ ص ۱

ۛ ۛ ۛ ۛ

۱۵ جولائی، ش ۵، ص ۲۴

۱۸، نومبر، شش ۲۲، ص ۱۸

۴، نمبر، ش ۲۰، ص ۱۱

۱۵، رجبلائی، ش ۵، ص ۱۲

۲۵، نومبر، شش ۲۳، ص ۱۲

۴۴ نمبر، تیش ۲۰، ص ۱۰

۲۵، نومبر، شش ۲۳، ص ۲

۲۶، اگست، شش، ۱۱، ص ۱۲

۱۵، حوالہ، ش ۵، ص ۲۴

